

حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب

کی سہ چہات علمی

خک مات کا خصوصی

مطالعہ

(ماخوذ از البلاغ: مفتی اعظم خصوصی اشاعت)

مضامین نگار: ☆ فقیہ الملت مفتی جمیل احمد صاحب

تہانوی ☆ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب ☆ فقیہ

العصر مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ☆ شیخ الحدیث مولانا

سرفراز خان صفدر صاحب ☆ حضرت مولانا محمد اشرف خان

صاحب ☆ مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب ☆ مولانا صبار

دانش صاحب ☆ مولانا منیب احمد صاحب

پیشکش : طوبی ریسرچ لائبریری

حجۃ الازیٰ

ترا آئینہ عالم رنگے ہوئے ہے پھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
 ہزاروں محاب اور اس پر یہ عالم کہ چرچا ترا جا بہ جا، کو بہ کو ہے
 ثنا خواں ترا دمسر کا ذرہ ذرہ سبھی کی زباں پر تری گفتگو ہے
 جمال ازل، قدرت مطلقہ کی شادیت سے معمور ہر چار سو ہے
 ترے فضل و رحمت نے بنائے سب کچھ بس اب تو میری ایک ہی آرزو ہے
 کہ کرے مجھے ایسے بندوں میں شامل کہ اٹکے تخت گاہ جن کا دشمن ہے
 بجاوشفیج جیت دو عالم کہ جو عالم کون کی آبرو ہے
 شفیق گنہگار و خستہ بھی مضرب
 ہمید، غمزد و کرم زور ہوئے

راکھ حضرت غفری اعظم

عشقِ رسولؐ

پھر پیشِ فکرِ نیرِ خضر ہے عزم ہے پھر نامِ شہِ اودھِ جنت میں قدم ہے
 پھر شکرِ خدا سانسے مرابِ نبی ہے پھر سر ہے ہر اندرِ ترخشِ قدم ہے
 مرابِ نبی ہے کہ کوئی طورِ حجبی دلِ شوق سے بے ریز ہے ادا کو بھی ہم ہے
 پھر شہِ ارباب کا اعزازِ باد ہے اب نئے کسی کا نہ کسی چیز کا خم ہے
 پھر بارگاہِ سیدِ کونین میں پشیمپ یہ ان کا کرم، ان کا کرم، ان کا کرم ہے
 یہ فناءِ پاپِ سیر ہے نورِ شہِ یدِ باطن دیکھو ان کے خدا میں کا بھی کیا جادہ و خم ہے
 ہر شے بدن بھی جو زبانیں کے کرے شکر کم ہے بھڑا ان کی عنایات سے کم ہے
 رگِ رگ میں محبت ہو رسولِ عربی کی جنت کے غزائن کی یہی بیجِ سلم ہے
 وہ عالمِ عالم ہے شہِ اسودہ ہر سر وہ سیدِ کونین ہے آفاقِ اُمم ہے
 وہ عالمِ قیوم کا منظر ہے کہ جس میں مشق ہے نہ مغرب ہے، عجب نہ علم ہے

دلِ نعتِ رسولِ عربیؐ کہنے کو ہے جہی

عالم ہے ہمیشہ کا، زبان ہے نہ قلم ہے

(مکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

نورانی شریف خان صاحب

حکایت از ائمه مجتہدین علیہ السلام

۱۰۰۰ کے چار دوسرے قرابت سے لے کر استقلال و آزادی پر سفیر کاکا مہر خانہ بنیادی کی دینی و فکری آزادی کا اس لحاظ سے ایک نہایت ہی اہم، آج تک اور درخشندہ باب ہے کہ اس دور میں جو کوہک خصوصاً اولی و ثانی (گلگت و بلتستان) اور خاص کر سرسبز میں رہا ہندو، والا علوم و دین سے دین و دانش علم و عقل، اخلاص و تقویٰ، تہ و ذریعہ و رحمت و ارشاد، سلوک و تصوف، عباد و عبادت پرستی کی وہ بے مثال وائے روزگار اور جہاں تہ و سبقتیں پیدا ہوئیں، جی کی انور و فیضان میں شہر ہے، ان افراد کا ہر ایک شیخ، خاص خاص و خزانہ میں ان کی جامعیت، علوم مشترکہ کی وسعت و ترقی، علوم مشترکہ کی وحدت اور گہرائی، علوم قرآنی میں بصیرت، علوم حدیث کا شغف اور بے نظیر تفسیری و فقہی خدمات، فقہ (مذہبی) کا استقلال اور آزادی قرسی میں سیتھت جی و وقتہ ہی عمارتوں مسائل و ضروریات جدیدہ کے شرعی حل کی حکیمانہ ان کاوشیں نقد حکر و الحاد و تذکرہ کا کامیاب تعاقب و متبادل، طریقہ عمل کی علمی تجویزی، تنبیہی و عقلی بے مثال سماجی اور شریعت و طریقہ کی وحدت کا برطانوی و عقلی ثروت و تقاضا، مختلف دروس و مطالعہ سے مامع برات و مبادیہ، استقامت و ایمان و اہل کے لئے بہیم ہجو و کشش، اسلام کی سرسبزی، اعلیٰ کردہ

۱۱ حضرت فخر العالیہ علیہ السلام عمارتوں و بنیادی قرسی ہندو۔

۱۲ حضرت محمد اللہ علیہ السلام حضرت شریف علی نقوی بنی ائمہ ہندو۔

مسلمانوں کی بنا و مخالفت اور ملک و ملت کی آغاوی گئی ہے جو مسلسل کے ساتھ ساتھ جہت و نصرت
محبت الہی، مدارج و تقویٰ، ادب و صلاح و عشق و محبت و اجتماع سنت (صلی اللہ علیہ وسلم) علی سے
استغناء و بے غنی، اور ہر قسم کی مدح و مذم سے بے نیازی، محبت و جبراست، تقدیر و فطرت، قرآنی و حدیثی
نور و ہدایت، تعلیم و سیر، کلمات ہیں۔ جن کا انکار کفر کی ذی ہوش اور نہضت مزاحیہ شخص نہیں کر سکا اگر

آفتاب آمد و میل آفتاب مگرد لیلیت یا درازمے درو متاب

اولیٰ اللہ آتانی طبعش بشلہ اذا جعفت یا جبر میر العبا مع

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس علم کے راہ میں، دوا فرما دیتے، دوا فرما دیتے، محبت کے قادر
کے ایک فرد فرید گریز گزیدہ و مولا شیخ النور حکیم الامت محمد اللہ حضرت اشرف علی تھانویؒ نور اللہ
مرفقہ ہیں، جن کے بارے میں فرید العصر سنی و مطاعی حضرت الشیخ سیدہ اللہ سیدہ ایمان ندوی قدس سرہا
ادعائے فرشتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت سرفراز اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحی فیوض و برکات اس قدر غنی و طریح

ہیں کہ ان سب کا سوا ایک منقشہ صفحہ ہی نہیں برکتا، اور یہی ان کی جامعیت ہے، جہاں کے

اصول و عقائد میں سب کے اصل نغماتی ہے۔ وہ قرآن پاک کے معنی میں، مجدد ہیں، مفسر ہیں، اس

کے علوم و حکم کے شریع ہیں، اس کے شواہد و شہادت کے جو سب کچھ دے دیں، وہ محقق ہیں،

اور ہر قسم کے امور و معاملات کے ظاہر کرنے والے ہیں، وہ فقیر ہیں، ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات

دیکھ کر ہی سننے والوں کو مل گیا ہے، ان ہی چیزوں کے تحقق و ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ دیکھ کر ہی ان

غیب تھے، ظاہر اللہ و کونجا کیا ہے، اور ماحول تھے، ان کے بیگزوں و حجاب کرام پر چمکیں،

وہ مومن تھے، تصوف کے امور و خواص کو نہ مضمحل کیا ہے، شریعت و طہارت کی ایک ریت

کی جگہ کھڑے کر کے مدح کی ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا ہے، ان کی مجلسوں میں علم و معرفت

اور دینی و مکتب کے ساری کجیوت ہاتھ تھے، اور یہ ساری ہی چیزیں ہی معلوم تھیں وہ مطلق تھیں، جن

کی تعداد و سیر کی سبب بنتی ہے۔ وہ ایک سر شہر آہی تھے، ہر دور و مشورہ و تشہید ان کے سامنے

پنچا احوال و امور تھیں کہ تھے جن کا مجموعہ توحید تھا کہ تھے انھوں نے دین کے احوال و کلام کو

یکجا کیا اور اس ذریعہ سے سب کو آشکارا انھوں نے حضرت جنت کے احوال و اقوال میں سے نکال کر انھوں

کے قابلِ باوقار کی حقیقت ظاہر کی اور اس کی افریقہ میں اس کی کڑواہٹ کے خلاف "افریقا سائٹ" اور "سبائیٹ" میں سے ایک کی حیثیت میں اس کی ترتیب اس کے سرشارین نے ہی ہے۔ وہ معنی آہستہ آہستہ کے جنگجوؤں میں صاحب کی اصلاح کی۔ وہ سبائیٹ کی ترمیم اصلاح و سرپرست نقد و حال پر مشتمل تصانیف ہیں اور حکیم افسانہ کے مسئلوں کے خلاف اور خلافت و سید پروردہ اعلیٰ دین و مادی آہستہ آہستہ۔ فرض اس کی زندگی میں مخالف کی کم کرنی ہیں مذہبی غرضت ہوگی جس کا خلا اس حکیم غرضت نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وجہ سے ان کا اندازہ تحقیق اور حقائق کے بعد ہی نظر میں آ سکتا ہے۔ اس کی تصانیف سے ہندوستان کے ہر حصہ میں اور ہر طبقہ میں اور ہر طبقہ کی اصلاح و ترقی کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے ذوق سے اس کی تفسیر تصانیف کا ترجمہ فرمایا اور اس کی تصانیف ان کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک نیا دور کا ترجمہ بن گیا۔ چنانچہ اس کی تصانیف ان کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک نیا دور کا ترجمہ بن گیا۔ چنانچہ اس کی تصانیف ان کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک نیا دور کا ترجمہ بن گیا۔ چنانچہ اس کی تصانیف ان کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک نیا دور کا ترجمہ بن گیا۔

ہوئے اسلام میں پہلے جنگوں کی گزریں، جن کی قضائیت کے اوراق گراہی کی زندگی کے کام
پر ناف پڑے باقیں، تو اسلامی کی تھوڑی دنگی کے ایام پر فوقیت مل جانے۔۔۔ اس مسئلہ کا تیسرا
ضرورت مولانا کاغذی خاکستہ، قضائیت کا پیشتر جبرہ اسلامی اور غرض ہے اور کہ کتاب میں اس
کے متعلق، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں ہیں، مگر میں قضائیت میں علوم فقہان، علم حدیث
اسلام و فرائض، لغت و لغت و لغت اور مواظفہ کثریں، اسلام میں حکم کا سب سے پہلے
تو اسلام کا صحیفہ ہے، یعنی قرآن پاک، مولانا نے اس کی خدمت کی سعادت میں جس قدر سے
مامل فرمایا، وہ جیسے خود ہی کی ایک جلی کو امت ہے کا لہجہ کے ذرا تہم میں بطبع انتظامی
میں شریعت رکھتے تھے، وہاں جبر است ہو میں مشرور قرآن حضرت ہیں عباس رضی اللہ عنہما کہ
خواب میں دیکھا، میری کہ حضرت علیؓ نے حکم نے اقبیتم علیہ، لکھا ہے کہ دعاوی حق اور باطل
مقابل حق، مولانا کہتے تھے کہ اس دربار کے بعد سے میری مناسبت قرآنی بہت بڑھ گئی تھی اور
یہ دربار اس کی طرف اشارہ تھا۔

قزاقوں کی پاک کی خدمت کی جو سعادت، معرفت محضیٰ معیشت سے حاصل فرمائی، مگر غلط فہمی

دورانی پیشتر سے د

(معارف علم کلام، ج ۱، صفحہ ۱۰۰)

حضرت تھانویؒ کے عقائد

حضرت تھانویؒ نے ائمہ مرقہ کے ان موم بے کراں و فیوض حق رسال سے لاکھوں ائمہ و بزرگان، جن کو فیضیاب، سیکڑوں اکال بن کر رکھے، تو اسے وہ وہ خوش نصیب، جس پر قبائے خلافت سے سرفراز بنے، ہر اکابر فریقہ و مہر وادہ اور اسے ایک سے بڑھ کر ایک خوشنہ و درویش ہیں۔ ہر ایک اپنی مثال اصل و عرفانی، بحر و دستانی اور ظاہری و باطنی ثنائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی علمی و فنی، اعتقادی و فقیہی مضامین اور جدیدوں تک اس شکستہ بال کو آہ نظر کے خیال و انداز کے پر پرواز کی مثال بھی ممکن نہیں ان میں سے ہر ایک ہر شے سے علمی کے اس شعر کا مصداق بنے۔

پیر چہ لا وجہ ہوتا اذا سارہ تہ نظرا

اس ذم کے جیسوں اکال پیسے ہیں، جو اپنی ذات میں دائرہ علم جامع فہم، مرکز فضیلت و منبع معارف و برکات، علوم عقلیہ و قلبیہ کے ایک وقت اہم، ظاہر و باطن کے مجمع البصیر، حق و دروغ کے آفتاب مجمع الفضائل اور قدوۂ عالم ہیں، جس کے پاس میں برہنہ کیا جاسکتا ہے۔

لیس علی اللہ مستنکر ان یرجع العباد فی واحد

اسی لیے ان میں سے کسی ایک کو حکیم اقصیٰ قدس سرہ کی علمی جانشینی کی طرف انتخاب، انتخاب ایک مذہبی معاملہ ہے جس سے آسمانی ولایت و شرف کے کو ایک بیرونی، ہمیں تعاضل و ترجیح مقصود نہیں صرف علمی آفر و خدمت کی بنا پر ایک کو دیکھنا ان کی رائے کا اظہار ہے جس سے ہر ذہن علم کو اعتقاد کا حق و گنجائش ہے۔ کہ

والناس فیما یوشغون مذہب

چنانچہ کتاب کی کثرت، تصانیف کے تنوع، موضوعات و مضامین کی عمارت و ذوق علمی کی ہم نوا، امید ہی تحریر کی وحدت، مذاق و فکر کی طبعی مشابہت، بعض آیینہات میں اشتراک و تقابلی اثر کی خدمت، بعض میں ایسا تفسیلی نیابت کہ چہ ما باہا بنائے۔

در پس آئینہ طوطی مضمر داشتہ اند آنچه استاد داشت ہاں می گویم

میں تو شہم تو میں شہی میں تیں شہم تو جان شہدی

ہا کسں لکایہ بعد انہیں میں درجہم تو درجہسری

اس وجہ سے اس کم سواد و پچھڑی کی نگاہ میں حضرت قتادہؓ کی ذرا شہرہ و قدرا کی علمی یا شخصیت کی حدت
فخر الہامیت یعنی عظم حضرت علامہ مفتی محمد شفیعؒ دہلویؒ کی قدس سرہ کے حصہ میں آتی ہے۔ اس ظرف و اہل و دست
اندھی کے بجھنے کے لیے جو سراسر سروریت الہی و عطیہ ربانی ہے۔ حضرت مفتی محمد اللہ تعالیٰ کا علمی و عقلی
احول انھوں نے غور و غما حضرت قتادہؓ کی قدس سرہ کے تعلقات و فیرو کا جائزہ ضروری ہے۔ اس لیے آپ کی
کتابوں پر گفتگو کرنے سے پیشتر اس سلسلہ میں کچھ حوالہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ابتدائی ماحول اور دینی فطرت و تقاضا تعلیم۔ دنیا میں کم لکھے غرض غیب ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی گود لے
بچپن میں ایسا پاک ماحول مل جاتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو شکر کا مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ عظمت محمد اللہ تعالیٰ کے بچنے غماظ میں ہی اسے نقل کر دیا جائے اور قائم فرمائے ہیں۔

۳۔ اس عظم کے قریب اہل سنت کے گرج کب ہر زمانے میں خلق اللہ کی تعلیم و تربیت اور اصلاح اعمال و دنیا
کے لیے علا و مصلحا اور اولیاء اللہ کی مجلسیں نظر کیسے ثابت ہوئی ہیں۔ حضرت علامہ کو کن قضا کے ایک
ایک ماحول میں پیدا فرمایا جہاں شروع ہی سے ان جہاں کے تذکرے تھے۔ والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین
صاحب دہلویؒ جو قلب عالم حضرت مولانا شمس الملوکیؒ کی قدس سرہ کے مرید خاص حضرت مولانا محبوب
مدنیؒ کے شاگرد اور بھی اکابر دہلویؒ کی خدمت سے فیض یافتہ اور اسی جگہوں کا فائدہ اٹھاتے تھے۔

اسی ماحول میں آنحضرتؐ کی حضرت لکھنویؒ کی قدس سرہ کے تذکرے تھے اور لکھنویؒ کے لکھنویؒ کے تذکرے تھے۔
بہی یاد ہیں کہ جب لکھنویؒ کوئی غور پریشانی کی بات ہوتی تو لکھنویؒ کو دعا کیجیے خدا کا ہا ہوتے۔ حضرت کے خدایا
کلمات جواب میں آتے۔ تو اسے ہدایت ہے۔ یہ بھی سنا تھا کہ میرا ام محمد شفیعؒ بھی حضرت ہی کا تجویز ملوایا ہوا
ہم ہے۔ اور جب قرآن مجید پڑھنے کے لیے جگہ کتب میں بنایا گیا کہ حضرت کو دعا کے لیے خدا کا گیا اس
وقت حضرت لکھنویؒ کی قدس سرہ کی مجلس درجہ خلق انیس گروہ میں معجزی کا کنی سرخ ہی میں خدایا میری شہر
آٹھ فرمال کی ہوگی جب ۱۳۲۲ھ میں حضرت لکھنویؒ کی قدس سرہ کی وفات ہو گئی۔

پچپن دارالعلوم دہلویؒ کے ماحول میں گورہ جہاں ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔ بڑے مولوی صاحب

کا نام بنا کر آتا تھا۔

اس وقت حضرت ابوہریرہؓ کے پر شکستہ الفاظ کا کہیں مداح نہ تھا۔ بزرگوں کی عظمت و محبت میں نشانی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، مگر شیخ الحدیث شیخ اہل حضرت شیخ دینو القتب کا زمانہ میں مخرجی جو بزرگوں کی عظمت و محبت کم ہونے کے زمانے میں شروع ہوا، اس وقت اس کا کہیں نام نہ تھا۔ اس ساری عقیقتوں کے حلقہ میں ان کو ٹپتے مولوی صاحب کہہ سکتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا اہم گرامی حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ تھے جو دیکھتے ہی دیکھتے کچھ عرصہ کے بعد شیخ الحدیث القتب معروف ہو گیا۔

ایک روز بنا کر آج ٹپتے مولوی صاحب کے ان بگڑی شریعت کا وہی شروع ہوتا ہے۔ جن کو ناب ظاہر و مطالب اس میں شریعت کے لیے جانتے ہیں۔ ہم بھی ساتھ لگے اور بگڑی شریعت کا باب ڈالنے اور پہلی حدیث کا بیان مثلاً ہی طرح غم بگڑی پر اجتماع ہوا۔ قرآن فری حدیث کا بیان تھا اور اب یہ چسکا لگ گیا کہ ہر حال بگڑی شریعت کے شروع اور غم پر دوسری حدیثی نصیب ہوئی، پیچھے کا حافظ تھا کہ کبک بعض بعض کلمات یاد ہیں۔ حالانکہ اس وقت حدیث ذکر کیا کسی بھی فی کا شروع نہیں تھا۔ فارسی شروع صاحب سرائیکی کی کتابیں پڑھا کر آتا تھا، رفتہ رفتہ ان ٹپتے مولوی صاحب کی مجلس میں جو بعد حضرت مکان پر جو کرتی تھی کبھی کبھی حضرت دلاور صاحب کے ساتھ ماضی ہونے لگی۔ اکابر علماء و علماء کا حلیہ و طریقہ بھی جانتا تھا۔ ان کی باتیں تو کچھ بے نہیں ہوتی تھیں مگر اس مجلس میں جیسے ہو گیا سخن باتیں ہو گئے اور یہی سید ہو گیا۔ اور اب دلاور صاحب کی میت اور بعد عمر کی تہہ بھی نہ تھی۔ بزرگوں جب نہ تھا وقت بے وقت حاضر ہو گیا اکابر کی شفقت و بہن پر ہو کر آتی تھے۔ بلکہ بھی نصیب ہونے لگی۔ اور طالب علمی کے ابتدائی دور میں خارجہ و داخلہ امتحان

نے ایک دوسری جگہ حضرت علی صاحب رحمہ اللہ کا فی تقریر یاد ہے۔

میرے والد خرم حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمہ اللہ جو مولانا دلاور صاحب کے درسیں تھے

میں نے جب سے خدا ہوئی شہداد۔ والد صاحب مجھے درس سے جانتے تھے۔ اس

طرح کہیں کہ وہ زمانہ بھی دلاور صاحب ہی کے میں میں گزارا ہے (مقتدر نقادی دلاور صاحب دہلی پبلشرز)

اس دلاور صاحب دہلی کا اسم تھا جس کے اسے میں ایک بار خود رقم نے حضرت علی صاحب

سے شہادہ۔ میں دلاور صاحب کا وہ زمانہ دوست جب خرم سے لے کر مولانا محمد علی صاحب

نسبت بزرگ ہوا کرتا تھا۔

اور تخریق کے بجائے حضرت کی مجلس میں گھر نہ گئے۔ بعض اہل بانک میں حضرت کا یہ عمل تھا کہ تمام رات نوافل اور تراویح میں قرآن شریف سنتے تھے۔ دو سال تک تعالیٰ نے اس میں بھی ماضی کی کوئی توفیق عطا نہ کی۔ میری عمر کی تعلیم کا ابتدائی دور جو ۱۳۲۰ھ میں شروع ہوا اس وقت دارالعلوم کے ناظم تعلیمات بھی حضرت ہی تھے۔ اس نے تعلیمی معاملات میں بھی آپ سے ہی مراجعت کی ذہانت آنے لگی اور حضرت کی شفقت و رحم اور بردباری ۱۳۲۳ھ میں میری تعلیم سے متعلق ایک خطی مکتوب واپس لے کر دیکھ کر اہل حق کے اہل حق تھے۔

۱۳۲۲ھ میں میرے کاشف کو کے حکمران و مولوی دینو کے وہ اہل حق پرست کہیلے، جس کے بعد دودھ مدیث کا خیر آتے۔ متناہی تھی کہ اگلے سال حضرت شیخ کی قربت میں صبح بھادی پڑھنے کا مشق مل جائے گا۔ مگر اسی سال رمضان سے یہ خبر بھی جانے لگی کہ حضرت کا دل صریح کلبہ... رفتہ رفتہ اس کی تبادیوں ماننے لگیں، ان کی گستاخاں کہ ہجرت کر کے جاپہ میں کسی کا خیال تھا کہ ترک حکومت کی ادارے کے لیے سب سے ہم بڑی صورت کے ماضیہ منظور کیجئے تھے۔ تاہم حضرت شیخ کے لیے وہ نہ ہوتے اور ہلکیوچلک تعلیم چھوڑ گئی۔ ۱۳۲۲ھ پورا حضرت کا جہاز میں موت ہوا۔ آخر خراسان پانچواں حدیث اس امید پر ماضی کیا کہ حضرت واپس آجائیں گے تو دودھ مدیث کے ماننے ہوا کہ اس سال فتنہ کی فتنہ کناری سے ہیں۔ مگر حکم فتنہ رفتہ رفتہ ۱۳۲۵ھ میں اسیر ہو کر انڈیا چلے گئے اور ساری حیدر آبادی بھگیا۔ ۱۳۲۵ھ میں آخر کار دودھ مدیث جہز الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کے ماننے ہوا۔ ۱۳۲۵ھ میں آخر کار دودھ مدیث ہیکر تعزیراً دس نکلیں چلا گیا۔ چند فتنہ کی کناری پانی تھیں جو ۱۳۲۹ھ میں بھگیا۔ دودھ مدیث سے غرضت کے بعد تعلیم و تدبیر، علمی تحقیقات کا شوق کتب بینی سے دلچسپی کتب و ہاتھ سب کچھ تھے۔ مگر نظری اس مجلس کو ڈھونڈتی تھی۔ جہاں دل کو سکھایا دینا ہی مناسب نہیں کا دودھ حضرت شیخ ابنود کی خدمت میں چند روزہ ماضی سے پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت تمام بھون میں حکیم اہمیت مجدد اللہ حضرت مولانا حضرت علی نقوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مزاج عارفی ہو گئی تھی۔ حضرت کے علمی کائنات تصانیف کے ذریعہ اپنے علمی حوصلے کے مطابق کچھ معلوم تھے۔ ہمارے مگر بہشتی رہ سب کر گیا۔ پڑھ کر کئی تھیں خاندانہ خاندانہ وہی اند و اہل کی مجلس کا حال دالہ مزم سے ملتا تھا۔ حضرت کے درہند نظر عین دل کے وقت مجلس دھار میں بھی بڑی رحمت و اعتدال سے شریک ہوا تھا۔ دالہ صاحب نے ایک مرتبہ جاس گھر میں ہی آپ کا دھکا کر لیا تھا جس کے بعض کلمات، چوتھو وہ بہت

ہی۔ والد صاحب اگرچہ حضرت کے ہمسفر رہے ہیں مگر آپ کی زندگی اور تقدس و تقویٰ کے بہت مختلف تھے۔ والد ماجد والا معلوم ہوا نہیں میں میں تھے۔ شعبان کے آخر میں یا آخر دس دہائی کی تعطیل ہوئی تھی۔ اسی کا تحمل یہ تھا کہ تعطیل حضرت گلبرگ کی خدمت میں گزارنے تھے۔

۱۳۳۳ھ میں اکی کی وفات کے بعد بھی محرم ۱۰ رما کر گلبرگ میں حجاز پر حاضر ہوئے اور پھر زندہ بندوں کی زیارت کے لیے زنجیر قہار بھری و جیو کا سفر کر کے گئے۔ ایک مرتبہ وہاں جگہ کے بھی اپنے ساتھ گئے۔ زنجیر میں حضرت شاہ عبدالکریم صاحب زنجیری قدس سرہ کی پہلی زیارت حضرت والد صاحب ہی کی سمیت میں ہوئی۔ اسی طرح ایک مرتبہ قہار بھری کی پہلی حاضر ہوئے اس لا شعوری وقت میں والد صاحب کی سمیت میں ہوئی۔ اس حاضر میں حضرت کی زیارت اور کچھ پر شفقت کا وصف و ملاحظہ نظر میں ہے۔ مگر اس وقت کی ذکر کوئی بات یاد ہے نہ سننا اور آواز: (مقدمہ جہاں حکیم الہات)

قہار ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اللہ شہر قہار سے زمین اور طبع الطبع پچھلے روزانی جہاں تھا
نہاں، اولاد اور آخر وقت قہار کے نقصان سے کیا کچھ نہیں اٹھا کیا ہوا۔ جب کہ بزرگ جہاں جہاں شفقت تھے
اور کچھ کھیل کو مکے غازی قہار کو بھی چھوڑ کر انہیں کی جہاں کو پناہ شکانا بنائے ہوئے قہار۔ وہ پاکیزہ اور
پُر نثار اخراجات حضرت مفتی صاحب کے دل و دماغ میں آج بس گئے اور وہی غرض ان کے روحانی قلبی اور
علی مدد ہوئی میری پرستم ہو گئے۔ جس نے اکی کی! اکی زندگی کو تقویٰ و طہارت، اعلا اس دے نفسی اور علم و عمل
کا قہار بن گیا۔ اس دینی اور روحانی عمل میں انہیں کو کھیلنے کے بعد جب تعلیمی مسئلہ شروع ہوا تو علم و عمل
کی ان کا مددگار بن گیا۔ اس شرع و فتنہ نصیب ہوا جس کی شگاہی ہر اکاں کو فتنہ و غم کے لیے بھی قابل
نظر رہا۔ ہر کسے ہے۔ جو مدت اپنے علم و عمل میں امام تھے بلکہ ہر دماغ کے جامع اور فتنہ و فتنہ و کھات
تھے۔ جن فضائل زاد اساتذہ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے کتاب و استفادہ علوم و فیض خدا
ان میں امام احمد اس المحدث حضرت علامہ نے اور شاہ صاحب کشمیری مفتی غلام حضرت مرزا علی علیہ الرحمہ
صاحب ثنائی حضرت شیخ الاسلام علامہ شیریہ عثمانی، حضرت علامہ امیر اسفر میں صاحب شیخ عبد الباقی
حضرت مولانا محمد علی صاحب، اسباب بہتر حضرت مرزا محمد احمد صاحب ابن حضرت مرزا محمد قاسم اللہ قہار،
حضرت علامہ مولانا صاحب، حضرت مولانا انور نسیمی صاحب دیوبندی، حضرت مرزا محمد ابوبکر صاحب
دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ جہاں قطب الارشاد اور پاکیزہ شخصیتیں شامل ہیں۔

حضرت معنی صاحب نے ابتدائی عربی صورت و قواعد عربی کی تمام دیکھا کرتے تھے والد محترم حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیرپائی سے قرآنی علوم، حفظ و علم صاحب سے فنی تجربات کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ یہ صاحب میراثی است، صاحب و فرائض پر اپنی پختہ جواب مولانا منظر احمد صاحب سے دارالعلوم میں حاصل کئے تھے، مولانا کی عمر میں دارالعلوم دہلی ہند کے مدیر عربی میں باقاعدہ داخلہ کیا اور ان علماء سے جملہ علوم و فرائض میں فیضانِ علمی کی کئی کئی بار کراہ کر چکا ہوں، حضرت معنی صاحب نے اپنے حلیہ کے ساتھ اور ان کی سنتوں کا مفصل تذکرہ اپنی عربی تصنیف "الآداب السلطیة علی الیقین الخیر" میں کیا ہے (ص ۲۵-۲۹) حضرت معنی صاحب نے اطاعتِ مآثر حضرت حکیم الامت، رشتہ اشد حب سے بھی صبر نہ اور مولانا میں سندِ حدیث لی ہے۔

حضرت معنی صاحب ذرا عذر مراد کے ساتھ میں مقام کے تھے اور ان کے ساتھ جو تعلقات تھے اس کا اندازہ ذیل کے ایک اقتباس سے برآئے گا، حضرت معنی صاحب، حضرت مولانا غلام رسول خان صاحب پر ایک خطوں کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

احقر اکابر و کرام نے عربی صورت و لکائی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد نعیم صاحب سے پڑھنے کے بعد ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دہلی ہند کے مدیر عربی میں باقاعدہ داخلہ توہم اساتذہ کرام سے استفادہ کا شرف حق تعالیٰ نے عطا فرمایا، ان کی علمی قدر و منزلت سے قربت بعد میں واقفیت ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے فنی کا اہم تھا، انہیں ہر گز میں حضرت مولانا صاحب سے داخل خان صاحب میں بھی ہیں جن کی خدمت میں ماہری اور محققانہ فہم کی بہت سی کتابوں میں فہم و استفادہ کا شرف حق تعالیٰ نے عطا فرمایا، علم و علوم، سیرت و تاریخ، علوم دینی اور علمائے شریعہ و علوم متعلقہ میرا وہ پہلی خدمت میں آپ ہی سے جتنا جتنا پڑھیں مولانا کا ابتدائی کچھ شریعہ و علوم اسلامیہ مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ سے پڑھا تھا پھر فقیر حضرت مولانا صاحب سے حاصل کیا، ہزاروں اور کئی کئی علوم میں حضرت مولانا صاحب کے فیاضیت کے ساتھ سے اور دارالعلوم کے مدیر حضرت مولانا مولانا مولانا صاحب کی خدمت میں شروع ہوا تھا، پھر ان کو حیدرآباد کے مدرسہ پیش آگیا تو کچھ صاحب اب ان کا حضرت شریعہ و علوم مولانا عثمانی قدس سرہ سے پڑھا، پھر ان کو مدرسہ عثمانیہ نے فرست دیا تو حقہ ہزاروں میں بھی حضرت مولانا مولانا خان صاحب سے پڑھی، حاصل فہم

معاہدہ اشترک خصوصیت کے ساتھ دوسرے کے معاہدہ کے ساتھ حضرت علامہ نے ان کے مکان پر
مذاہنہ حاضر فرمائی کہ آپ میں حضرت علامہ کو اس پر پیر شاگرد پہلے حدیث و عقیدت و عزت و حق بنانے
کی طالب علمی سے فارغ ہونے کے بعد انہیں اکابر اساتذہ کے آغوش میں بیٹھنے سے کچھ سابق تعلیم
کے لئے حضرت کے سپرد ہو گئے۔ انہیں کی مشقوں و خدمتوں کے ذریعہ دوسرے مدرسہ میں حق تعالیٰ نے
توفیق عطا فرمائی۔ حضرت علامہ رسول خاص صاحب کونین تعالیٰ نے برہنہ میں آپ اہل علم و ادب کو ان کے
درس سے علمی فی حقیت کو سمجھا دیا۔ اس کے علاوہ ہر علم و حق کی کتابیں گراں بہہ حضرت پر
کئی کتاب لکھ کر منسلک فرمائی۔ آپ کے کام مستوفی جواب شافی و ایجابی۔ ان تمام کلمات
کے باوجود مراجع حضرت سے رجوع و گزارش حق کے علمی اور تواضع کے پکرتے تھے :

(مرآۃ حضرت علامہ رسول خاص برادر حق عطا فرمائی)

حضرت مفتی صاحب کی علمی و ذہانت مسلسل محنت تعلیم کے جھانک نے ہی کو اپنے اہل علم و ادب کی
توجہ کھینک بنا دیا تھا۔ ان کی مشق و دست و پست خاص حق ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور حضرت علامہ صاحب
انجمن اہل حق و اسلام کے بہتر تھے۔ انہیں ابتدائی تعلیم کے لئے اساتذہ موقر کیا۔ چھ سویت مجدد علیہ السلام
ہوئے۔ حضرت باہر علم و حق کی کتابوں اور یہاں حق کو پڑھایا اسلام میں تدریس کا وسیلہ ۱۳۷۷ھ تک رہا۔ اس
مدرسہ میں چاروں اشخاص ان سے مستفید ہوئے۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تعلقات : حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ
عبد القیوم مراد کی وفات کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف رجوع کیا اور آپ کے دست مبارک پر توجہ و محبت
کی اس کا تذکرہ خود آپ کی اپنی زبان ہی ہے۔

یہی تو حق و حکم اقدس برحق مراد اشرف علی صاحب قدس سرہ سے عقیدت و محبت کا شعلہ اس
وقت صحت سے جب کہ حضرت نے یہی طریق اروش علیہ السلام لایا اور آپ کے ابو و نسب کو بھی جھانک
بنا ہوا ہے۔ اگر کو بیعت والدہ بعد از الشیخ حضرت گلبرگی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مرید اور
تمام موجودہ بزرگوں کے بے حد مستفید تھے۔ انہیں ہی سے بزرگوں کے حالات کو سنا کر سیکھتے تھے۔ حق
نے دل میں بزرگوں کی عظمت و محبت کا شعلہ غیر محسوس طور پر کھنکھایا تھا۔ ان حضرات سنیہ
حضرت حکیم احمد قدس سرہ کے ساتھ بزرگوں حضرت والدہ بعد از اللہ شریک مدنی دارم بہن

بہت تھے۔ ادب کے مختلف اصناف فروری کے دنوں سے تھے اس کے سعادت و فضائل و مناقب کو
 زبان فریاد کرتے تھے۔۔۔۔۔

۱۔ انھوں نے آپس میں سے حضرت کے حالات و فضائل میں کمال کی عظمت و محبت کو اشرافِ خالق
 قائم تھی۔ پھر کچھ برحق سنجہ کو لکھیں۔ "بیشکی زبیر" اصلاح الرسوم اور فیروز حضرت کی تصانیف
 پڑھیں اور دیکھیں اس کے اور بھی زیادہ عظمت پیدا ہو گئی۔

۲۔ حضرت کی دیہات ۱۲۲۵ھ میں پہنچی ہو گئیں۔ دیہات سے فراغت کے بعد اب پھر
 دارالہدایہ میں آئے اور اگر کسی شیخ کے تعلق قائم کرنا چاہتے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث کی مہارت و
 سعادت اس وقت اور بھی زیادہ نشان و شہرہ ہوئی مگر کوئی امر عقیدہ میں دخل نہ تھا۔ اور اس
 عالی مقام کو پہنچنے کے حضرت دارالہدایہ سے اشرافیہ سے ملے۔ کیا کہ افضل رقم اس مجلس میں حضرت
 اقدس عظیم الشان تھے اس وقت سے ترقیت و ترقیم حاصل کہ پھر بیعت لائی خواجہ کی کے مطابق شیخ الحدیث
 کی الہامی کے بعد اس سے کر لیا۔

یہ قصہ کہ اگر سب سے پہلے بعد از بیعت ۱۲۳۰ھ میں خاندانِ حرمین میں حاضر ہوا کہ
 بے کم و کاست یہ حضرات عرض کیا کریں نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی سعادت
 کی تھی حضرت نے فراغت از طلب علمی کے بعد دوسرے فریاد گلاب دارالہدایہ میں تشریف لکھے تھے
 اور وقتِ حال گذرنا چاہتے۔ پھر اپنے اصحاب و تلامذہ سے بیعت چاہتا ہوں اس میں اگر بیعت ہوا ضروری
 ہوتا ہے بیعت فرمائیں ورنہ ہمیں ہرگز حضرت نے دعا و درود اگر نہیں بیعت تو حضرت کی
 فراموشی پر نہیں ہے کہ البتہ اصحاب و دیہات میں سے ہے اس میں درود نہ کہ تھوڑے جو کام ہو سکتا
 ہے میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ پھر فریاد اب میں بتلاتا ہوں کہ اس مسئلہ میں تہا سے نہ کہ
 کام ہو گا اور بہت ضروری کیا۔ تہا سے دو کام ہیں ایک اپنے حالات کی اطلاع دوسرے اس پر جو
 طور ہوں اس کا تبارع وادیر کام ہو گا کہ حالات کے مناسب جو عمل تہا سے ہے کچھ میں آئے
 اس کا مشورہ دے دوں۔ پس غلام تہا سے عمل کا وہ غلط نہیں اطلاع و تبارع پھر حضرت
 اقدس نے کچھ نصیحت اور محملات کی تلقین فرمائی۔ اور فرمودی اللہ کے بعد حضرت انسوار
 دہیں اگر کہ ہذا ہی حال میں حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ سے ملا و کاتبہ ہی گریست کہ کہ

ساتھ کہ اس وقت تک اس طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کچھ تعلیم کا مسئلہ درمیان شروع کر لینے کے سبب اس حالت زیادہ متزلزل ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ میں حضرت شیخ الاسلام حضرت سید محمد تقیؒ نے اس سے رابطہ کو نظر میں رکھ کر اب قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے کائنات کی عزت کی خدمت میں پہنچے۔ یہ سب سے پہلے حضرت کی طرف سے کیا جلدی ہے کہ میں نے کچھ ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں حضرت نے منظر فرمایا کہ یہ وہی وہی وہی وہی کہ وقت یہ تھا کہ اللہ ہر گز میں ہی اس وقت پہنچ گیا۔ مگر کوئی نہ کیا۔ تم بھی آگئے، بہت اچھا اور ان کا کوئی شرف بہت سے مشرف فرما۔۔۔۔۔

یہاں تک رمضان ۱۳۳۹ھ میں حضرت اقدس و شیخ الحدیث (رحمۃ اللہ علیہ) نے انشاء اللہ اس علم سے رجعت فرمائی۔ حضرت کی وفات کا ہر غم ساری دنیا کو تھا کہ جسے علم کو یاد دہانا ہو، انگریز تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے غم یہ تھا کہ میں اس مقام سے محروم رہا۔ وفات کے بعد ایک وقت تک کہ بہت پرانی چیزوں کی یاد میں ہی تھا کہ میں نے کام کی بہت اس کے بعد سب سے حالت کچھ کہ ہوتی تو اپنی عورتیں گری ہوئی۔ اب پھر خدا جوں کا توں کیا حضرت عالم علیہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہیں اور حضرت حکیم امامت اقدسی صرف اسے بہت دیکھ میں توفیق فرمائی کہ میں نے اس کے ساتھ سب کے ساتھ تھا کہ میں نے اس کے ساتھ ہی کہا کہ حضرت جیسے صورت کا حق آزمائش میں کہ ہے لیکن کام کرنے کی فرصت نہ تھی۔ کیونکہ کچھ وقت غلطہ صنعت ہوں کہ کچھ شرف مشافہہ تعلیم و ترویج کے گھر ہوں۔ میرے میں پہنچتے ہیں اس میں کہ اس طریق میں کہی کہ تم کچھ کچھ حضرت نے ہی شفقت سے لایا کہ تم سے یہ کہی کہ نہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم صرف اقرار کے لئے ہے۔ حضرت کے لئے نہیں پہنچا کہ یہ لوگوں کا مقرر ہے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد ازہم اللہ علیہ وسلم یہ بھی لایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفائی کا کچھ نہیں کہ ایک ہی صاحب کو ہے کہ تم کو کسی چیز میں کہ میں نے حضرت کی خدمت سے وقت کی۔ وہ صرف وہ چیز میں کہ ایک شخص کی پابندی اور سب سے پہلے وہاں میں ہم ہوا کہ ہم کئی جیسے دیکھو پھر فرما۔ بتاؤ اس میں کہ یہ وہ وقت ہے کہ یہ کہ یہ مشاہدہ اور حق ہے کہ بہت سادہ وقت کی بات کہ اس کے وقت کی خدمت نہیں کہ یہ کہ فرماؤں وہاں بہت لوگوں کی شکل ہم نہیں۔

فنا عمل قرہ میں لازم نہیں کیا اب اس سے یہ لازم ہے کہ اس میں کچھ ٹکائی نہیں ہوئی اور نہ کسی شخصیت کی اس میں ضرورت ہے ایک دوسرے معترف نے قیام کیا، بڑی شفقت و محبت کا معاملہ کرتے تھے، اس طرح تصویر معادہ شفقت سے بہت قریب کر کے کر کے صورت کی امت سے جبر و باد و اثر قیام ۱۳۴۳ء تا ۱۳۴۴ء جاری کا ہے اس کے بعد مسلسل غلو کا جب اور آمد دولت کا مسئلہ شروع ہو گیا اور تقریباً بیس سال حضرت قدس کی خدمت میں معمری اور صحبت میں رہنے کی دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی، مگر حضرت ان سے بہت کاپی مثال دہی ہو گئی کہ وہ برسوں تک بھی برس اول میں تھے جہاں ہی موجود حضرت کے کمال اس پر کمال شفقت میں کوئی نقد نہیں ہو سکتا لہذا اس کو کیا کہتے کہ یہ

ماذہب ہم مشائخ کو قنوت مشید

دور ہر دم وند و گھنہ ملت لخت

(ردم اشرف کے چراغ ص ۴۴)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے اپنے تعلقات کے بارے میں جو کچھ مجالس حکیم الامت کے مقدمہ میں لکھا ہے، وہ بھی قابلِ رد ہے، لیکن اس کی تفصیل سو فی مفتی نور فوج حبیب نے اپنے مقالے میں اس نہر کے صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۱۲ تک بیان فرمادی ہے اس کے بعد سے کی یہی ضرورت نہیں، حضرت مفتی صاحب نے "احکام القرآن" مزب الحاشیہ کے ابتداء میں لکھا ہے کہ احکام القرآن کا حصہ سورۃ الشعراء سے سورۃ ہجرات تک میرے حصوں آیا کہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی خواہش کے مطابق قرآن کریم مذہب فنیہ کے مسائل اجتہاد سے کمال کی تمیح کر دوں، احکام القرآن ص ۱۰ (مختصر طبعاً) حضرت مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ (دلائل القرآن علی مسائل الفنون) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

و مولانا (تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت امام فخر رمت اللہ علیہ کی خدمت سے جو شیعہ شفقت تھا وہ ظاہر ہے ان کا دلت سے خیال تھا کہ احکام القرآن جہاں سے لائی اور تفسیرات صحابہ طاریہ کی طریقی خاص اپنی تحقیقات اور ذوقِ قرآنی سے ان آیات اور اہل کے معلق بہا صفت و دلائل کو یکجا کر دیں۔

ہو سے غرض حق کے کسی مسئلہ کا استنباط و استخراج ہو۔ لیکن یہ کام کچھ ذرا سکا آؤں میں یہ خدمت انہوں نے اپنے سر شہ خاص مولانا محمد شفیع صاحب دار بندی کو سپرد فرمائی کہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق اس کو ثابت فرمائیں۔ چنانچہ مفتی صاحب اس کام میں مصروف ہو گئے۔ ابھی حال ہی میں جب وہ مدرسے الگ ہوئے تو اتفاقاً اعلیٰ مدرسہ میں جا کر خاص اس کام کی تکمیل میں لگ گئے۔ مولانا انداز کی مجلس میں اس کے متعلق جو بحثیں ہو چکی تھیں ان کو یاد آجاتے تھے۔ یہ بیان فرماتے کہ جناب مفتی صاحب اس کو اپنے مقام پر اگر قدر بند فرمائیے مولانا عبدالہدی صاحب ندوی.... مفتی صاحب مصروف کے حافظ کی قریب کہتے تھے کہ مولانا سے اس کو اپنے مستقر پہنچ کر اسی طرح قبول کر لیتے تھے۔ جس طرح مولانا نے اس کی تعزیر فرمائی تھی:

(صحافت عظیم گزٹ نمبر ۵۴ ص ۹۶-۹۷)

قرآنی علوم میں حضرت اقدس مولانا تھانوی سے استفادہ کے واسطے میں مثلاً یہ اقتباس نقل کر دیا گیا۔

حدیث کی سند و زنی قمرہ ۱۲۴۰ھ کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اطراف صحاح و مؤطا، سنکر حاصل کی۔ حضرت فرما اللہ رحمہ اللہ کی سند کے الفاظ تمبراً نقل کرنا مجوز۔

بسم الله الرحمن الرحيم وبعد الحمد والصلوة فإن في الله البصير السميع العول
الفاضل محمد شفيع اوصله الله من كل خير الى المقام الرفيع، قد عرض على أطراف الصلح
والعطاء برواية ينجي ورواية محمد ليفوز ببركات السنة، وهو متصل متى الى
الماضين في مساق السبع السارة التي من إحدى مسائل خطيابة، ثم عاين في هذه التفسير
مباني الأحاديث وهو من التحدث والرواية والتفسير معاينها وهو من الفقه الدراية
اجزله لتدريس تلك الصفات، بصوم يوم حولها من الطلبة من لم يطلعه وادعوا الله له
أطلب منه الدعاء ان يوفقنا لحكمة الشريعة البصيرة الى ان يعشرين الف الف وطلب هذا
البيع وعشرين من توفيقه سنة ۱۳۵۸ من حجة سنية الانعام صلى الله تعالى عليه وطر
الله الكريم واصحابه العظام، ما دللت الليالي والايام وأنا احقره به الله العظام شرف على
التحانوي الحنف حقه عنة الانعام.

حضرت فخر الملتک کی تصنیفات کے درجہ اول اور ان کا فنی کمال

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تصنیفات و تألیفات کی تعداد و صورت ہندو نہ ہے جو تفسیر و حدیث، فقہ و لغت، ادب و کلام، اصول معاشرت و غیرہ مختلف علوم پر مشتمل ہیں بعض کتابیں جزیرہ اچھڑ صفحات پر محیط ہیں اور بعض چند صفحات کی ہیں جنہیں موجودہ اصطلاح میں مقالہ یا مضمون کہا جا سکتا ہے۔ ہر کتاب صنف کے علمی علم اصطلاح کی وسعت، علمی دیانت و تقاہت، استنباط کا انداز ہے۔

حضرت مفتی صاحب کاظم متین و مجید ہونے کے باوجود سب سے شگفتہ مسل اور علمی گریز و فکری ذوق اصطلاحات کا گنجینہ ہے۔ جس سے ہر مسلم الطبع قدی اپنے ذوق کی آئینہ کی کر سکتا ہے حضرت مفتی صاحب کی تحریر میں نہ ترشکا دینے والا طالع پایا جاتا ہے نہ تشکیلی باقی رکھنے والا ایجاز، آپ کا لکھنا مختار موضوع کے دائرہ میں ہوتے ہوئے ہر ممکن مواد کو پیش کرتا ہوا علم و حکمت کا نور کھیرا جلا جاتا ہے۔ آپ اصطلاح کی نشان دہی و درست مرصع و وسیع عبارت کے قائل نہیں لیکن جو کتا چاہتے ہیں سبھی اور غری ہوتی یا کثیر و مبایعا اور مسل زمان میں کہتے چلے جاتے ہیں قدسی اکتانے نہیں پایا اور صنف کا حسن اعلیٰ مضمون سے ملے موضوع سے دخلی علم کا گہری، پیشکش کا سلیقہ اور وسعت مطالعہ اس کے دل و دماغ کو متاثر کرتا جلا جاتا ہے آپ کی نگارشات حادہ اور سہل ہونے کے باوجود اوہل پاشینی سے غالی نہیں۔ اور بعض مقامات پر سہل متفنن کا حکم رکھتی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ مرقدہ فخرًا فخریہ النفس تھے اس پر حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ اور مجدد الملت حضرت فتاویٰ اعلیٰ الدین و تقاریر مجیدہ اور مجدد کار اور فقیہ الدنیاں فقہا اور صاحب فتویٰ جوہر کی صحبت و تعلیم و تربیت نے سونے پر سناگہ کا کام کیا تھا۔

اس وجہ سے اگر مبدع علوم متداولہ پر مجدد اور تجربہ نگار کے باوجود آپ کے اصل جوہر اور کلمات فخر و فدا دینی کی حد تک پہنچیں ہیں کھینچے اور ان کے ام کلمات بقیہ ہی تصویر الہیہ اور ان خلق نے مصنفی عظم بنا دیا جو اس فخر کی رو میں لے کے پہنچے ہیں حقیقت تھا۔ تھا بہت عربی کے لیے جس وسعت علم و کتب فخر کے جزئیات تک پر گہری نگاہ، رقتہ فقر و سلامتی ذہنی، اصابت ذہن، احتیاط و توفیق، اساتذہ فنی کی صحبت و تربیت، تقویٰ و طہارت، اخلاص و بے نفسی، اصل و انصاف، راست گری و حق پرستی،

غیر حجتی حجت اسکو کے بارہا علیہ سے واقفیت، ضروریاتِ زمانہ اور احوال متعلقہ سے
 باخبری کی ضرورت ہے۔ وہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مرحومہ میں بہرہ نظام موجود تھیں۔ "فتویٰ زبانی"
 کے لئے کہ ایک فن ہے۔ لیکن یہ فتویٰ لکھی بغیر قضاہت کے ممکن نہیں اور قضاہت میں ممانعت بعد علوم پر
 گہری نگاہ اور تمام علوم و فنون پر عبور کے بغیر ممکن نہیں۔ مشہور فقیر صدر ابی یحیٰیم فتویٰ بحر الانوار کے مؤلف ہیں
 قدسی کی العادی سے نقل کرتے ہیں۔

اعلم ان معنى الفتوى في اللغة الوقوف والاطلاع، وفي الترميز، الوقوف
 الخاص، وهو الوقوف على معاني المصوب وإشاراتها ودلالاتها، ومضمراتها
 ومقتضياتها والعقيد اسم للوقت عليه (بحر الانوار ص ۱۰۵)

ترجمہ: جانتا ہے کہ الفتویٰ فقہ کے معنی واقف ہونے اور اطلاع دانے کے ہیں اور شرعیات
 میں وہ ایک خاص واقفیت ہے۔ جس سے خصوص شرعی کے معنی اس کے افہام میں اتوار پر وہ
 دلالت کرتے ہیں اس کے مضمرات اور حوالہ کا اقتضا ہو۔ یہی سبب واقف ہونا دفعہ تکلف ہے اور ان
 بعد امور سے جو واقف ہو اسی کا نام فقیر ہے۔ گویا قضاہت، خصوص شرعیات یعنی قرآنی کریم جس کے
 بارے میں ارشاد فرماتا ہے: "لا تفتنى، جہانہ" (اس کے عجائبات غم نہیں ہوتے) اور کون حدیث
 جس کے بارے میں وہاں نبوت گواہ ہے بعثت جمہامع الکلام، (جملہ جامع کلمات کے ساتھ
 ہوا کیا گیا) کے نہ صرف ظاہری معنی پر "وقوف، ضروری ہے بلکہ اس کے اشارات، دلالت،
 مضمرات اور مقتضیات کا بھی گہرا اور وسیع علم ضروری ہے۔ خصوص شرعی سے استنباط اور مسائل
 کا استخراج ہر کہ وہ کام اور ہر شاکہ و دقت و دشواری میں نہیں، علوم و آئینہ، علوم و روش اور ان کے
 مختلف بعد علوم کا گہرا علم ضروری ہے جس میں ادب و بلاغت اور بعد علوم آید آجائے ہر کہ اس کے
 بغیر قرآن و حدیث کے ظاہری معنی بھی کسی کے لب کی بات نہیں، پس مفتی کے لیے فقیر ہونا ضروری
 ہے اور فقیر کامل کے لیے علوم اسلامیہ کی دشواری اور گہرائی کو سمجھنا ضروری ہے۔ حدیث شریف
 میں آتا ہے۔

لا يقوم بدين الله راق من اعطاء دين كودى غنى كاف، قائم بکتاب و احکام

من جمیع جوانید و کثر اسلامیت کما فیہ منہم علی تمام جانب کا سامنا کے لئے ہے۔

پس خلیہ کامل کے لئے مشترکہ صورت اور بنیاد علم اسلامیہ کا اور ہر تاد فرقہ اصولی فرقہ اور اس کے عزائم و عزیمات کا اور ہم کثرت ضرورتی ہے۔ دوز ہر قدم پر مغربی پا کا اندر خدشہ ہے۔ یاروں کیجئے کہ علوم قرآن و حدیث و فرقہ تو ان میں ایک کے بغیر دوسرے کا پورا نہیں ممکن ہے۔ اور ایک میں بصیرت کے بغیر دوسرے میں حفاظت مشکل، قرآن و حدیث اصول و مذاہب ہیں اور فرقہ ان کے ثمرات و نتائج جگہ تو ان میں تنازعہ میں توفیق کے بغیر حدیث کا کچھ مشکل ہے۔ اور حدیث میں رسالت کے بغیر قرآن دانی ناممکن ہے۔ اور ان علوم تک رسائی کے لئے دیگر متعلقہ علوم (ادب و بلاغت و کلام و فہم) کی ضرورت ہے۔ علم قرآن و حدیث کی فہم و عمق کے لئے ایک کامل مفتی اور ماہر فقیہ کو جملہ علوم اسلامیہ پر چھوٹی ضرورت ہے۔ فرقہ برکن موجودہ دور میں جب کتنے کتنے مسئلے کتنے کتنے سوال سامنے آتے ہیں بقیل حضرت سید اللہ نور اللہ مرقدہ۔ مغربی تصنیف قرآنی اور اسلامی فرقہ اور احکام کے درمیان تطبیق اگر ممکن ہو اور قانون اسلامی کی ترجیح اگر تطبیق ناممکن ہو ضرور جو نازک لیکن ساتھ ہی حدود جو ضروری کام ہے، اس کے لئے ایسے وسیع النظر اور عمیق مفتی اور دیندار علما کی ضرورت ہے جو اس جیسے شیر کا حصول ممکن کر دیں اور اسلامی قانون کی فزیت، اہمیت، اوجہ و افاقیت کا دنیا سے آگاہ کر دیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ مسرحد تھا۔ جو طویل ہو گیا۔ عرض کر رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ میں، قضاہت اور فتویٰ فہم کی صلاحیتیں کامیاب و درخشاں تھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف سے فتوہ اور فتاویٰ کی جو غیر اعتدال خدمت فی اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ وہ ابتدائی دور میں فقہ کے فتاویٰ کا جو عظیم الشان ذخیرہ حضرت شہید برکات اس کے دور میں جمیل اللہ فتویٰ الشہید یعنی حضرت حکیم الامت فتاویٰ قدس روحہ اور مولانا مفتی محمد رفیع اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تجزیہ و ترتیب نو اور قدیمی ہدیہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ملے۔ اس عظیم مفتی فتاویٰ کا عظیم ذخیرہ عربی میں منتقل ہو رہا آفرقا دی ما لگیرہ کی طرف عالم اسلام میں ایسے مستند ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کے ہاتھوں کے مقاصد میں بات بھی ہے کہ ان کا کارنامہ ہو گا۔

(اشرف)

لے مذکور کے نام فتویٰ کا اضافہ بھی کتبہ فتوہ فتاویٰ ہے۔ عام مفتی کے لئے وہ کتابت کر سکتے ہیں لیکن ایک ماہر و مدقق کامل مفتی و فقیہ کے لئے فخریہ جو بات عرض کی ضروری ہے۔ (اشرف)

ہوئی۔ دوسری طرف فتاویٰ کا ایک عظیم ذخیرہ جو دو لاکھ فتوؤں سے تجاوز ہے حضرت کے قلم کا بیعت ہے۔ اس میں جہن مغنی مسائل مستقل لکچر کی کیفیت رکھتے ہیں۔ جس کا مجموعہ اپنے وقت کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو گیا ہے۔ یہ حادثات و حوادث مسائل پر جس صاحب نے علمی و ادبی تفسیر و تفسیری حالات حاضرہ سے انگریزی طریق سلف اور زندگی کی روش کی پیروی کا نذر پریش کیا ہے۔ اور خصوصاً ان شرعی تصنیفوں کی حرمت کا پاس رکھتے ہوئے وقتی مصلحتوں پر ترجیح دی ہے۔ وہ صفت کی یاد آواز کرتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جیون کی ترویج و ترویج جدید کے ساتھ شائع فرمایا ہے وہ امداد الفتاویٰ کے نام سے تین ہزار چار سو پینتالیس صفحات پر مشتمل ہے جو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ کے فتاویٰ (درمیان الفتاویٰ) ترویج و ترویج کے ساتھ جوبت فتاویٰ دیوبند کی پہلی دو جلدوں پر محیط ہیں اور صفحات کی تعداد آٹھ سو تیرہ ہے فتاویٰ دیوبند کی دواغری میں (امداد الفتاویٰ) حضرت مفتی صاحب کے ان فتاویٰ کے ایک حصے پر مشتمل ہیں جو ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۶۶ھ تک تیرہ سال میں دارالعلوم دیوبند کے صد مفتی کی حیثیت سے دیے گئے فتاویٰ تقریباً چالیس ہزار تھے، یہ فتاویٰ آٹھ سو پینتالیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

برادر محرم جناب مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام ظلہ العالیین رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند، آفرین کے ان فتویٰ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ آپ و حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے قدیم و جدید تقریباً ایک لکھ فتاویٰ ہیں سے تقریباً ایک ہزار کا مجموعہ ہے۔ جو منظر عام پر آیا ہے۔ باقی بہت بڑا ذخیرہ دارالعلوم دیوبند کے دفاتر میں^{۱۱} اسی طرح ایک عظیم ذخیرہ دارالعلوم کراچی کی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ان فتاویٰ کی حیثیت کے بارے میں تقلید و حرکت نہیں ہونا چاہئے کہ ان کو کئی کئی جہوں کے اہل علم و دیوبند اور حضرت حکیم اوست فتاویٰ نے ان پر اعتبار فرمایا ہے۔ اور ان فتاویٰ کی شہادت سے پہلے حضرت مفتی صاحب نے اپنی قرائن

۱۱۔ کاش جناب مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی ہی کو نہ خیر کو جوبت اور کئی صورت میں شائع فرماتے تھے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے اہل علم و دیوبند میں اضافہ ہوا۔ ان کے بچے صدقہ مارے ہوئے اور جلدوں کے کاغذ ایک ہی طرحی خدمت ہوئی۔ (داغری)

اور اعتبار کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ طبع و کلام مفتی سہیل خورشید صاحب دیکر
علامہ سے بھی نظر ثانی کرائی اور ان کے مضمونوں سے بعض اصلاحات بھی لڑائی ہیں۔

(قادیانی دارالعلوم دیوبند ترجمان المصنف ص ۱۱)

آگے بڑھنے سے بیشتر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے علم ہی سے چھٹے عربی امتدادی اور ہندو
امدادی افیش کی تدوین کے ضمن کچھ مسمیٰ لیجئے۔ اہم مقام فرماتے ہیں۔

یہ کتاب عربی الفارسی اس ذخیرہ قادیانی کی پہلی قسط ہے جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی
استاذ العلماء علامہ الاولیاء مفتی محمد نعیم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ کے قلم سے
لکھے اور دارالعلوم کے جنابوں کی ہمدردی و تحریک و ترویج میں مدد ہو سکے جس میں سے وہ مہلک کے فتاویٰ کو
مکملات اس مجموعہ میں آئے ہیں۔ یہ قادیانی پہلی دفعہ ہندو مفتی دیوبندیوں ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۶۱ھ تک قسط
آٹھ جلدوں میں شائع ہوئے۔ آخری نے اس کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔۔۔

(حضرت مفتی عزیز الرحمن کے قلم سے) ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ تک پینیس سال کی طویل مدت
میں میرا کچھ متعلق تمام ضروریات اسلام پر مشتمل ہزار و ہزار فتاویٰ تحریر میں آئے۔ دارالعلوم دیوبند کی مرکز و
شہرت کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا رجحان اس طرف ہوا۔ اور ہر سال کو علامہ و اساتذہ فاضل و فاضل
کہتے! ابھی اختلافات کی بناء پر طے نہ ہو سکتے وہ بیان لیجئے جاتے۔ اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ
کا ہر جواب خدا و علمی قابلیت اور تفقہ فی الدین کا ایک خاص مظہر تھا۔ اس لیے یہ گرد قادیانی و غیر
علامہ کے لیے کچھ علامہ و اساتذہ فاضل و فاضل کی ترتیب کے لیے بھی ایک نہایت مشکل و مہموزہ بنا ہے۔ جو دارالافتاء
کی تیر و چودہ ضخیم جلدوں میں منظرِ عدل ہے۔ لیکن چونکہ اندراج قادیانی کا سبب ترتیب سرائی کیا جاتا ہے
اور ابواب و فصول کی ترتیب اس میں قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کسی خاص فتویٰ کا اس عظیم فضیل
ذخیرہ سے نکلنا اور اس سے فائدہ اٹھانا مستعد ہو گیا تھا اور اسی بناء پر یہ علمی جہاں بہت کا و غیرت نظر دیا
بیچارہ دکھا ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ اس کی ابواب فضیلتی پر ترتیب دی جاتے۔ تاکہ بروقت ضرورت
پر منکر کا استخراج آسان ہو سکے۔

غیر کثرت و مشاغل کی بناء پر اس نقل کی مطابقت اصل کے ساتھ نہ ہو سکے کی وجہ سے تمام
قادیانی افادہ کا بہت سے مرتب ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس پر نظر ثانی کر کے تصحیح کی جائے۔ اس

مکارہ خطابی کو منت سے یہ خیال تھا کہ اساذر حوالہ الشیخ کی یہ عمر عمر کی کوئی بزرگراشدہ علمی و فاضلہ و شریف ہے
 اگر اس طرح سبب اور منصب ہر کوئی شایع ہو جاوے۔ تو اکابر و اعلیٰ العلوم کی تجویز معلوم ہو تو ۱۲۴۲ھ کے
 مطابق عام اہل اسلام اور علماء و اہل فتنہ کے لیے ایک شایعہ مجلس بہا منیدہ ضرور ہو جاوے۔ اور
 حضرت محمد کا یہ صدقہ ہمارے کام میں لگ جاوے۔ اس کام کی اہمیت و کثرت اور حرجی مجلس
 ہے بجا حق اور ہجوم مشاغل جو اس پر اقدام کرنے سے روکتے تھے۔ ہاں اگر حق تعالیٰ نے ہلچل کے نام
 سے ایک ایسا کاروبار کے اجراء کی صورت بعض اکابر اور بہت سے اصحاب کے دل میں ڈالی۔ جس
 میں کام کی تدبیر پر نظر کوکے ہمت و جوش۔ تو نام خدا تعالیٰ اس کام کو شروع کیا۔ اور اس شایعہ
 میں جو امور بطور اصول و ضروریہ نظر آئے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) جس میں خود علمین و موجدین۔ ان کو ابتدا سے ترتیب میں شروع کیا۔

(۲) ترتیب اصحاب فقہ پر رکھی۔ جسکی ضرورت ہر جگہ کے شروع میں لگادی گئی۔

(۳) بالفصل ہر طبقہ کی ترتیب جدا جدا رکھی گئی۔ مثلاً ایسا نہیں کیا گیا کہ ابتدا سے ۵۴۰ تک کے قلم

درجہوں سے کتاب الطہارت کے مسائل کا انتخاب کر کے ایک جگہ لکھا جائے پھر اسی طرح
 کتاب صلوٰۃ و زکوٰۃ و غیرہ کا کیونکہ اس صورت میں طول بہت ہے۔ بلکہ ایک جلد سے طہارت
 کے مسائل کا انتخاب کر کے لکھ دیا گیا۔ پھر اسی جلد کے مسائل صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ لکھ کر مکمل کر دیا گیا اس
 کی تکمیل کے بعد دوسرے درجہ کی اسی طرح ترتیب کیا گیا۔

(۴) ایک ہی مسئلہ اگر کئی جگہ آیا ہے تو کثرت کو ختم کر دیا گیا۔

(۵) اصطلاح کی اصلاح اگر ہولت و بدیع یعنی ہر سببی ترمیم کر کے خالص کر دیا گیا اور میں مسئلہ
 میں صحت مشکل ہوئی اسے ترک کر دیا گیا۔

(۶) بعض جگہ سب ضروریات و فاضلہ و حاشی کا اضافہ بھی اشرفی طرف سے ہوا۔

(۷) اگر کسی مسئلہ میں حق کو علمی طور پر کوئی شبہ ہو تو دوسرے اکابر کے مشورے کے بعد اس کی اشاعت
 یا عدم اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔

اصول مذکورہ کے تحت صرف دو ضروریات کے فائز ہی بہانہ الحقیقی و دلیلہ کی آٹھ جلدوں میں
 خالص ہوئے تھے مگر اس میں ترتیب و ترتیب کا پورا اہتمام نہ ہو سکا۔ اور وقت و وسائل کے سبب

تصویر بھی پوری نہ ہو سکی۔ اخلاط کا کہنا ہے سب روگئے۔ اب جمادی الاول ۱۲۸۲ء میں ترکی طبع ثانی کے وقت۔ برصغیر دار عزت مولوی محمد رفیع سلمہ میں دلائل معلوم کر لی گئی۔ اس کی کتب تصحیح کر دی گئی۔ وہ اس طرح کہ اٹھنی کی پوری آٹھ جلدوں کے سب فتاویٰ کو ابواب غیبیہ پر یکجا مرقب کر دیا گیا۔ مرقبیں کہیں ملائی کہانہ نامہ جمع کر لگائے۔

ماضی جب مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اشاعت کا خیال آیا۔ حضرت مفتی حکیم الاسلام تھیں
سے بطور مشورہ عرض کیا۔ حضرت نے بہت پسند فرمایا اور اشاعت کی ترغیب دی۔ ساتھ ہی یہ مشورہ دیا
کہ اپنے فتاویٰ کا ایک سلسلہ اس کے ساتھ شروع ہوتا ہے تو بہتر ہے۔ اور میرے قریب رکھ دو فتاویٰ کا نام
بھی حضرت قدس سرہ نے امداد المفتین تحریر فرمایا۔ کہ چونکہ وہ حضرت کے فتاویٰ کا نام امداد السنائی رکھا
ہا چکا تھا اور پھر خاتما تھا دوسری میں جب فتاویٰ کا نام حضرت مولانا محمد رفیع صاحب کے سپرد ہوا تو ان کے
فتاویٰ کا نام حضرت نے امداد الامام تحریر فرمایا۔ پھر مولانا عبدالحکیم صاحب گھنٹل نے جب خاتما میں فتاویٰ
کا نام ضروری کیا۔ تو اس کے سلسلہ فتاویٰ کا نام امداد السنائی رکھا۔ اسی سلسلہ امدادیہ کے تقاضا کے ساتھ
آخر کے نمبر سنائی کا نام امداد المفتین رکھا گیا۔ سال ۱۳۵۴ء میں بنام خدا تعالیٰ فتاویٰ کے دو فرائض
کی اشاعت شروع ہو گئی۔ حضرت الاسلام دسویں مرتبہ مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتاویٰ بنام عزیز مفتاوی
اور آخر کے نمبر سنائی بنام امداد المفتین شروع ہونے لگے۔ تاثر سال بعد ایشیہ سلسلہ جاری رہا۔ اور دونوں سلسلوں
کی آٹھ آٹھ جلدیں تیار ہو گئیں۔ اس قسم میں میں عزیز مفتاوی کی اشاعت تو اصل مقصد تھی۔ اور اپنی فتاویٰ
کو شروع کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اہل علم کی نظر سے گزریں گے تو مصلح ہو جائیں گے۔ چنانچہ اب جب
اصل و عدم کی طبع غائی کے وقت یہ دونوں جلدیں حضرت مولانا عبدالحکیم گھنٹل مفتی خاتما دسویں مولانا محمد رفیع
صاحب و حکیم مفتی مظاہر العلوم سد فخر کے لیے پیش کریں حضرت مولانا محمد رفیع صاحب و حکیم نے کو فرمایا
کہ احتیاج نہ ہو فرمایا۔ اور چند تاریخ میں اصولی مسئلے بھی تحریر فرمائے۔

جو اپنی اپنی جگہ ہوا شی کے ثبت کر لیا گئے۔ اور بعض مواقع میں ان کے مشغول کے مواقع اصل کتاب میں تحریر کر دی گئی۔ اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ احقر کے کثیر القدر و ثانی پر حضرت امیر علیؑ مولانا احقر حسین محدث دارالعلوم بھی نظر فرماتے تھے اور اہم قاعدی میں سید عظیم دست قدس سرہ راظرہ اصلاح کا بھی شرف حاصل ہوا۔ مگر انھوں نے کام کرنے کے وقت اس کا اہتمام نہ ہو سکا کہ اپنے سب

فتاویٰ پر ان حضرات کے دستخط یا کم از کم ان کی نظرسے گزرنے کی کیفیت کھنڈی جاتی۔ بعض پر کبھی کبھی بعض پر نہیں۔ بہر حال سب ان حضرات کا ہر کی نظر و اصول کے بعد امید ہو گئی کہ یہ مجموعہ بھی ایک معتبر مجموعہ ہو جائے گا۔

وما افلق علی اللہ بعزیز

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمات و تہذیب فقہی کی کثرت کے بارے میں مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی یہ تحریر بہت اہم ہے۔

”آپ کے فتاویٰ کی چار چار جلدیں شائع ہوئی ہیں وہ بارہ سال ویس کہ آپ صد مفتی دارالعلوم دیوبندھے کے مجری فتاویٰ کا پندرہواں حصہ بھی نہیں، اگر وہ سب فتاویٰ شائع کئے جائیں تو آپ کے اس تیسروں سالہ دور میں تقریباً سترہ سو ساٹھ ضخیم جلدیں میں سما سکیں گے اور جو فتاویٰ اس زمانہ میں مدنی رہبر نہیں ہوتے ان کی تعداد بہت ہے، وہ ان کے علاوہ ہیں۔ یہ سب اصل و شمار تو صرف ان فتاویٰ کے ہیں جو آپ نے صد مفتی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے تحریر فرمائے ہیں پھر اس کے بعد ۱۳۶۲ھ تک جب آپ دارالعلوم دیوبند سے استعفی ہو گئے۔ تو عام و خاص کے بجز شد و رجح کے باعث اور حضرت فتاویٰ کی ہدایت کی بنا پر افتاء کا سلسلہ اب بھی جاری رہا۔ تحریریں بھی اور فتاویٰ بھی۔“

۱۰ افرسیت کہ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۱ھ تک (نوسال کے عرصہ میں) جو فتاویٰ جاری کئے گئے ان کی فصل بہشروں میں واقعہ حضرت کی جاسکی نہ ان کی تعداد کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے :

۱۱۵۲ھ سے ۱۳۵۹ھ تک آخر سال کی مدت میں دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے (حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے قلم سے) ستر ہزار نو سو بارہ نوے جاری ہوئے ان کے علاوہ مجلس فیصلوں اور فتاویٰ فتووں کی تعداد بے شمار۔

(کلام ہائے خاص میں مرقاۃ المستوفی (رقمۃ دیوبند ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے پہلے نو سال اور بعد کے ستر و سال کے فتاویٰ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر وہاں سے چند لکھنے پڑھنے تک یہ عالی خدمت جاری تھی۔ عہد اللہ تعالیٰ مدظلہ العالی

مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اہمیت قدما کا یہی نظر ہے۔ حضرت مولانا محمد رفیع اس زمانے کے رئیس ائمہ و الفقیہین تھے۔ جن پر آپ کی فتویٰ کتابیں شام وصل ہیں۔ حضرت مفتی محمد رفیع

رحمۃ اللہ علیہ کہ فتاویٰ کے بارے میں حضرت تھانوی قدس سرہ کا اعادہ حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کے لیے اس دور میں جسے بڑی سند ہے۔ بارہا آپ نے متعدد خطوں کی غرضی تحریریں اور فتاویٰ میں سے لکھا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی علمی تحقیق کو فرمایا۔ کہی بارہا نے ذاتی معاملات میں ان سے استفتاء فرمایا اور اس پر عمل فرمایا ایک بار اس قسم کے ایک ذاتی معاملہ کے استفتاء کے جواب میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ ملنے پر انہیں غلطی میں رہ کر فرمایا۔ آپ کا فتویٰ جو اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و رزق کو سے بڑھ کر دو غریبوں جو فی ایک تو اس کی کہ علم حاصل ہوا اور سری اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کہنے والے موجود ہیں: حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ اور مفتی صاحبی پر تعجب اور تعریف کی عبارت کئی مقام پر ملتی ہیں۔ تطویل کا اندیشہ ہے اس لیے مختصر قی عبارتیں نقل کرتا ہوں حضرت مفتی صاحب کے رسالہ نیا سادہ الادب فی خلیات السبب پر مشتمل تقریظ واصل السبب فی فضل السبب کے نام سے تحریر فرمائی اس کے مرتبہ چند جملے فرمودہ عبارت کے لیے کافی میں لکھا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یہ رسالہ لکھ کر میرے پاس بھیج دیا۔ مطالعے اس کی ناغیت کا مشاہدہ کر کے بے حد مشتربہ ہوئی اور دعویٰ دئی۔ یہ ہر جگہ رسالہ کے کافی دانی ہونے کے بعد کچھ کہنے کی حاجت نہ تھی مگر چونکہ خزان کے فتاویٰ سے بھی بعض فتاویٰ نسخ میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے چند سطریں بصورت فراموشی کے لکھ کر اس رسالہ کو لکھا ہوں کہ آپ رسالہ کو پڑھ کر میں چھ میں اس کا تمہ لکھ دوں گا (جواب لکھا) (۱۱/۱۱)

صحت قدس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے ایک فتویٰ کی تصدیق و تصریح پر یہ الفاظ رقم فرمائے: بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میں نے اس فتویٰ کو دیکھا منکر ذیہ کبھی میں کافی دانی پائی جس سے میں حیرت و حیرت میں ہوں اور سہولت تعبیر کیلئے اس کو تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال طلب کرتا ہوں ہوں آپ کے رسالہ وصول الاموال الی وصول الاکابر پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام فرماتے ہیں۔ مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر جامع رافع و رافع رسالہ لکھا جس پر ہر یوں میں بھی اچھا لگا مگر ان کی تقریر و تقریر سے قریب سند صحت ہو گئی وہ مختصر و باریک جاتے گا میں نے اس کا نام رکھا ہے وصول الاموال الی وصول الاکابر

حضرت مفتی صاحب کی اس مفتی بصیرت اور فتاویٰ پر اکتفا کی وجہ سے حضرت تھانوی قدس سرہ

غالب کی تصنیف کی ضرورت محسوس فرمائی اور متاخر اہل تصنیف کی وجہ سے یہ کام نہ کر سکے تو اس نے تصنیف کا کام حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمایا۔ خلافتِ اہل بیت، اندک بجز اصحاب کے بغیر اجزاء وغیرہ اسی طرح احکام القرآن کا کام بھی دیگر علماء کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کے حوالے فرمایا اور علماء جہوں میں ہمارے پڑھنا سنا تھا اور اپنی عزائی میں یہ کام شروع کر دیا۔ اسی طرح اپنی بعض دیگر تصانیف میں ان کو کسی وجہ سے شریک فرمایا شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلسِ شان اور علمی مقام سے کرنا ادا تھا ہے۔ باوجود حضرت مفتی صاحب کے اسناد ہونے کے فاقہ فانی کے بارے میں ان پر مجبور کرتے اور اس کام کو ان کے سپرد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ محقق کے اسناد اور مہربانی تھے مگر غایت قاضی سے فاضل کا کام محقق کے سپرد فرماتے تھے۔ انہوں نے شریعہ پر آپ کا سالہ شائع ہوا اور حضرت علامہ عثمانی نے تقریباً تصدیق فرماتے ہوئے رقم فرمایا۔ بلکہ لازمِ باب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا یہ زمانہ میں نے طبعی طور پر مستند ہوا اس قدر تحقیق و کاوش آپ ہی کا حصہ تھا۔ جن تعالیٰ الجہات خیر سے مجھے اس کے محققان سے اتفاق ہے۔ یہی وہ کسی حضرت میرا لکھت علامہ یہ یہی مذہبی نور اللہ تعالیٰ حضرت سے پاکستان نظریات لائے قیام پاکستان کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ راجہ صاحبانوں کو ان کے علاوہ اور علماء ان پڑھے ملک میں اس منہاج گرانہ کو رکھنا چاہتے تھے اس کا کوئی اور کھٹکشی کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ ایک دینی غیر پڑھے حضرت والا قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت مفتی صاحب نے نظریات لائے باقر میں آپ کی اجرت اور ہندوستان واپسی کا ایک روپے چل نکالا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا اور اسام آگر میرے ہندوستان ہمارا گھر میں نہیں آتا۔ حضرت مفتی صاحب کی اتنی سی بات پر آپ کو پاکستان میں مستقل قیام اور ہجرت کے بارے میں شرحِ مسد ہو گیا۔ اور پاکستان میں مستند حضرت کے اسناد فرمایا۔ حضرت میرا لاقدس سرہ کی نظر میں حضرت مفتی صاحب کی مفتی ہائے کی جرحہ مفتی اس کا اسناد اور صرف اس ایک واقعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح ہند کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ سے جمعیت علماء اسلام کی صلاحیت قبول کرنے کے لیے فرمایا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مولانا انکار فرمایا حضرت ابو صوف کے امر پر فرمایا کہ جمعیت علماء شخص کی ہر رائے کو ضرور سنا ہوا تھا اور اس کے اثر کی وجہ سے قبول کرے گی

اس لیے صلوات قبول کرنا مشکل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہمارے اکابر کا مسلک یہ ہے کہ حق بات قبول کریں اور غلط کو رد۔ اس پر حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ غامض ہو گئے کہ یہ صلوات قبول فرمائی۔ رسالہ امداد میں شرح کی تقریر و تصدیق کے سلسلہ میں رقم فرمایا۔

۱۰ رسالہ معادیر شرح طبرستان کے گزشتہ نمبر میں ضروری تحقیق فرمائی، آپ اجازت دیں تو اس کی تائید و تائید میں شائع کر دوں میں خود اس میں بہت قدر و ثناء گرج کہ صاحب جیسے طرہ نگاہ نہیں اس نے کبھی دیکھی تھی اور یہاں ہوتا تھا رسالہ سجاد صاحب مرحوم کی بھی تحقیق مولانا عبدالحی صاحب مرحوم علی سے مختلف تھی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے فیض دے۔

حضرت خاتونِ جنت کے علاوہ دو بہنوں کی شہنائی فرمادہ دی ورنہ اس دور کے علماء و اہلِ فضل و فضیلت اور متقیان عظیم حضرت مفتی صاحب مرحومؒ کی فتاویٰ اور فتاویٰ فریسی کی مہارت و کمال پر متفق تھے و ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔ عرض فقر و قناعت میں حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی حضرت مفتی صاحبؒ کی تائید و تائید میں لکھی ہوئی ہو سکتی۔

چونکہ استیلا ہو چکی ہے اس لیے فقر و قناعت کی فریسی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب مرحومؒ علیہ السلام کی بعض اہم اور ضروری تصانیف و رسائل کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو اس فنِ شریف کی جس قدر خدمت کی توفیق عطا فرمائی تھی اس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ عصر حاضر کے ایسے مسائل جو موجودہ مضر فی النظر و آتی، تمدنی، سیاسی و اقتصادی وغیرہ خصوصیات سے پیدا ہوئے ہوں ان کی تفصیلات کتبِ صفت میں نہیں ملتی ہیں پر آپ نے متعدد رسائل فرمائی ہیں اور بعض مضامین پر بار بار لکھا ہے اگر نئی تحقیق سامنے آئی یا علامہ نے قریب و دُور کی قلمانی رائے یا انہیں کی اصلاح اپنی رائے سے جمع فرمادہ اس سلسلہ میں آپ کے بے شمار حق دینی کے علاوہ آپ کی مستقل تصانیف تحقیقی مقامات اور رسائل میں صرف فقر پر آپ کی تصانیف ایک سر کے قریب ہیں جن میں سے بعض چند صفحات پر مشتمل ہیں جو بعض دیگر کتبِ صفت سے متماثل ہیں مثلاً ہی زمانہ حاضر کا کوئی مسئلہ جو جس پر غیر اہلِ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بصیرت کے مطابق اپنی رائے کا اظہار فرما کر دینی اور فقیہی رجحان فرمائی ہو جن پر سب کو بڑی بڑی اکابر یا اس کام کے کرنے سے عاجز ہیں جو اس دورِ نشیب و رکوب میں لکھنے کے رکھنا دیا۔ ذالک من فضل اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و علیٰ اصحابہ و لکن اظہر ان اس کا دشمنوں و جوسف کا بھی کاشی امت مسلمہ کے تمام طبقات اور خصوصاً

طریق ان چارہا میں کو جانا نہ تھا کہ قرآن مجید نام نہاد زعماء اور زعمانیوں کی کتابوں کی تصنیف نہیں
حق سراج سے مدد نہ کر دیجیے۔ واللہ المشتکی وهو المستطاع۔

یوں تو حضرت مفتی صاحب کی فقہانہ افتاد طبیعت کی بنا پر ان کی اکثر کتابوں میں ان کا
ملک حبشہ بڑا ہے لیکن چونکہ ان میں اور مسائل فاقہ دینی درجہ (اعلاہ المفتین) کے علاوہ اہم میں ان کا
اجالی تذکرہ کرنا ہوں اگر معلوم ہو سکے کہ اس پر ہائشیں فقیر نے است کے فرائض علمی و فنی کو کتنا
گراں کیا۔

۱۲ احکام القرآن عربی۔ حضرت تھانی نور اللہ مرقدہ کو مذہب حنفی سے جو شفقت و اشتغال تھا
اس کا قضا تھا جسے بعض ایسے ذہن کے حنفی مسلک کے بارے میں بے جا اعتراضات نے شدید کر دیا
تھا کہ فقہ و مسلک حنفی کے اور کہ قرآن و حدیث سے مزہ و مل اور منع کیا جائے اس کے لیے حضرت
نور اللہ مرقدہ نے علماء کرام کی ایک جماعت کو مقرر فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب کی تخصیص یہ تھی کہ
انہیں اپنے ان جواہر اور سورۃ الشوریٰ سے سورۃ النجرات تک کام سپرد کیا اور مسائل کے دلائل و طریقہ
نور بھی بیان فرماتے تھے اور حضرت مفتی صاحب اپنی جگہ پر ان کو انہیں جو یہ عقیدہ کریتے تھے۔ وہ کہ قال
مُؤْتَدِیٰ رَحْمَۃُ تَعَالٰی، عزیز بھائی اپنی تحقیقات کے ساتھ انہیں پر آمیت کے ذیل میں منع کرتے جلتے
تھے۔ اس سے احکام القرآن کا وہ کما کما انجام پڑا جس کو دیکھ کر انہیں استعجاب و حیرت و مسرت
کے جذبات میں گرم ہو جاتا ہے۔ بعض آیات کے ذیل میں تحقیق کا استنباط و استنباط، مزاج کی
کمزرت مصنف کی احتیاد و انصاف فقہانہ و ثروت نگاہی و رفیقہ دینی مواد کو جیسے ہوئے مستقل مسائل
کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس کی دائرہ دہی لوگ سے سکے ہیں جن کا ان کا مباحث میں وقت گذر رہا ہو۔

فَلَا وَجْنَ اَنَّا مَن رَّسُوْلٍ اَللّٰهُ اَلْحَدِیْثُ کِی تَنْسِیْ اَسْمٰی اَلْخَبِیْثِ وَ تَنْسِیْ لِمَا اَلْوَحِیْثُ کِی عَزَّوَجَلَّ
سے ۱۴ صفحات پر دو مختلف فصلوں میں کی گئی ہے پہلی فصل کا نام ”النامی علی التلاویح“ اور دوسری
فصل کا نام ”کشف الغامضی و صفت الغامض“۔ انی فصلوں کی وسعت و علمی ذہاب اور بے ادب کا اشتیاق
اور قول فیصل مصنف کے علم و وقوف و فہم کے بارے میں قادی کی مسرت آمیز صحت میں مثال
دیتا ہے اور بے اختیار اظہار ہے کہ شاید اب کوئی مصنف اس پر انداز نہیں کر سکے گا۔ یہ علمی
الجز پر سے سرگئے میں مکمل ہوا (احکام القرآن ص ۱۲۱)

طوالت کا خوف قلم کو رکنا ہے ورنہ اس عجیب کتاب کے بعض جزئیوں کو نقل کرنے کے بجائے
بے غرضی سے انہیں پہلے لکھ دینا چاہیے۔

میں چاہتا ہے احکام القرآن جلد خامس و سولہ و سولہ شراعت سے صرف جہالت تک، میں تعذر بناچار سو عزائم کے تحت علوم و معارف کا خزانہ جمع کیا گیا ہے جس کا افادہ کتاب کے پڑھنے ہی سے ہوتا ہے خلا میں جہالت کے لغزش کو خط بھیجتے کی آیتوں کے تحت جس فائدہ کی سرخیاں قائم کی ہیں ان کے کتاب کے ساتھ کا افادہ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ فرمائیے۔ ۱۔ الفاظ مستعملیہ الیہ ایات۔ ۲۰۔ جہاز برمال الکتاب الی المکتبہ۔ ۳۰۔ رعایت
 ۱۔ ادب مع الملک مندوب۔ ۴۰۔ میں ادب الکتاب الی المکتبہ اویات فی اعانہ۔ ۵۰۔ فائدہ فی الکتاب
 سلطان فی اسی لسان کا کافی ہی خط۔ ۶۰۔ میں السنۃ تقدیم اسم الکتاب علی اسم المکتبہ الی فی الکتاب
 ۷۰۔ السنۃ تقدیم بعد علی مضمون الکتاب۔ ۸۰۔ بجز دفع کتاب فی بعض آیات القرآن الی المشرک۔
 (احکام القرآن ص ۱۰۰)

حقیقت ہے کہ کتاب اسلام کے حقیقی و علمی حوزہ کا ایک پیش بیاہتی ہے۔

۲۔ جوہر الفقہ۔ دو جلدوں میں ایک جہاز صفات پر مشتمل ہے اور اسم باطنی ہے اس میں
 حضرت مفتی صاحب کے چالیس ناوہ فقہی رسائل کو جمع کروا گیا ہے جو وقت کے اہم مسائل کے بارے
 میں عجیب و غریب فقہانہ فقہی مباحث اور اسی کے دینی احکام پر مشتمل ہے۔ یہ مجموعہ حضرت مفتی صاحب
 کی فقہی بصیرت و ترقی پسندی، علمی عمق اور وسعت فنی و فروعی و کجہ و دلیل قاطع و شاہد ساطع ہے ہر
 دماغ میں مسئلہ کو دلائل قرآنی سے منبج و دلائل فرائض و اس کے شرعی حکم کو انتہائی و ضریح کے ساتھ یہاں فرمایا
 شواہد متفقہ و واضح اور ان اتنی شگفتہ ہے کہ قاری کے سامنے سے شک و ریب اور اشکالات کے
 پردے اٹھ جاتے ہیں اور مسئلہ اپنی حقیقت کے ساتھ اپنے اصل حکم میں جلوہ گر ہو کر قلبی و فنی گردن
 جہاں دل گڑا ہی دیتا ہے۔ اور حرحر وہ کہتا ہیں اور حرحر آگاہ دل ہیں

شریہ جو نہیں سکا کبھی و عولتہ اطل ہیں

طوالت کا اندیشہ ہے ورنہ ایک ایک موضوع پر تفصیلی بات کہے اس کے خزانہ کو بتایا جاتا۔
 مجموعہ عزائم اور مختصر تعارف پر گفتار کا ہوں۔ قارئین عزائم کے شروع اور ہم تعلیمی ہی سے
 و مجموعہ کی اہمیت اور وسعت و رنگارنگی اور صفت کی جامعیت و علم و فن پر مہر کا افادہ کر لیجے
 ۱۔ دماغ و مصلحہ افکار فی اصول الاکابر۔ یہیں تکفیر کے اصول۔

اس زمانہ میں افراط و تفریط سے بچ کر کفر و اسلام کا معیار بتایا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت

کی گئی ہے کہ کیا کسی مسلمان کھلانے جانے والے شخص کو مرد یا عورت اور اسلام کہا جا سکتا ہے؟ اور وہ
کوئی گمراہ یا ایسی جو انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ نیز جو ان دس شخص میں سے کسی ایک اور انسانی
فرقوں کی صحیح و سچی حیثیت بتائی گئی ہے۔ نیز کہ نزدیک امام احمد حضرت شیخ علامہ ابن کثیر
قدس سرہ کی اکتلا علیہ السلام کے بعد اپنے موضوع پر مدد حاضر کا استثنائی جامع جامع اور نافع بصیرت افزا
رسالہ ہے جسے قدیم کے علاوہ جدید طبقہ کے ہر اس شخص کو چاہئے جو کفر و اسلام کی حدود اور
کاملاً سمجھنا چاہتا ہے۔

۲۔ تحذیر الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام یعنی قرآن کا رسم الخط اور اس کے احکام۔
اس مسئلہ میں حضرت عثمان کے اتباع کے متعلق تمام ضروری احکام جمع کر لیے گئے ہیں
قریباً جو موجودہ دور میں ضرورت کے زیر اثر امتیازی ایسے لوگوں کی وجہ سے جو انہی طرف سے کسی بات
پر ایسی سوچاتے ہیں کہ جو بات بھی آگئے ہیں، کیا حق عربی جو حضرت عثمان کے مطابق ہے اسے وہ کسی
زبان کے علم غلاموں پر ناظر ہوا ہندی دوسری ہوا کرتی اور کہا جا سکتا ہے انہیں؟ اور کیا ایک صحابی ایک
کلام پر مبنی قرآن کریم اور اہل بیت علیہم السلام کے ہاں ایک ہے؟ انہیں؟ ایسی صورت میں یہ رسالہ موجودہ دور کے مسلمان
سے اشد تاکید کا شافی جواب ہے۔

۳۔ حیاتیۃ القرآن عن تغیر الزم والقسم کیا قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کیا جا سکتا ہے؟
اس مسئلہ کے بارے میں جو فیروں کی تقلید سے بعض مسلمانوں کے ذہن و عقل میں آنے لگا ہے
اثر اور بعد کے مذہب کی روک تھام میں کافی کام کیا گیا ہے۔ رسالہ اپنے موضوع پر قابلِ دید ہے اور
تہذیب کے لحاظ سے حضرت کا حضور و نبی کریم کے بارے میں جو تہذیب و نبی کے بارے میں جو تہذیب اور آیت
جبروت ہے۔
۴۔ مسئلہ شخصیت۔ جو کفر و سرور و سرور سے یہ مسئلہ مستوری اور غیر متعلقین میں متحرک اور اوجیت
انبار کے بارے میں ہے اس کے بارے میں مستقل رسائی کئے جانے کا اہتمام رہا ہے۔ اپنے
استاد حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ کے تقلید کے بارے میں چند پیش کردہ سوالات کا جواب
حضرت مفتی صاحب نے اپنے خاندان و طالب علمی میں دیا تھا۔ طالب علمی کی یہ تحریر حضرت مفتی صاحب
کی "امدادی" اور "پندرہ سو" کی دلیل یا پراست "حنانیت" کی طرف تشریح ہونے کا واضح ثبوت
ہے چند بعد کی تحریریں اور حضرت قطب الاکرام مولانا رشید احمد گیلوی رحمہ اللہ فرما کا ایک خط
اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ کہ چند اخلاص علیہ علیہ شامل کر دیے گئے ہیں

یہ عالم اور اہل فتنہ کی رہنمائی کے لیے صحت و قیادت اور تقویٰ کی اہمیت پر برہان سامع ہے۔

۵۔ احکام الخیر فی الافکار: ہندو مذہب کے پیروں پر فتنہ دینے کے حدود و اصل پر اہل علم اور اہل فتنہ کی رہنمائی کے لیے اس موضوع پر عربی میں ایک یادداشت ہے جس کے آخر میں ملاحظہ کے حوالے سے یوں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اہل علم عالم اس دنیا سے نارک اور اہم موضوع پر بحث کرے تو حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ وہ اس مسئلہ کی شناخت کو واضح کر سکے۔ اہل علم کے یہ یادداشت بہت کارآمد ہے۔ کاغذ اہل علم میں سے کوئی شخص اس کام کو سنبھالے اور آگے بڑھائے تو ان اقل کے لیے صدقہ جاریہ کے ثواب کے ساتھ فوائد و عطاوات کے اس دور میں امت کی حیرت و رہنمائی کرے۔

۶۔ فتویٰ جماعت اسلامی، جناب مولوی صاحب دارالافتاء کی جماعت کے بارے میں حضرت مفتی محمد
کافری فرمائی ہے۔ مولوی صاحب کے عقائد اور تشنبہ پہ پہلے پچاس سال سے تعلقات علما کے
تحقیق نے دکھائے ہیں۔ مولوی صاحب کے عقائد علیہ السلام صاحب کرام اور ملت صاحب کرم کو جس طرح
اپنی تصدیق کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ ہر دو سو سال کی کاسبت چھٹی گنت کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ حضرت
امام تاجدار سید محمد رفیع رحمہ اللہ کے آخری اثر کے رسائل اوستہ و مولودہ دی اس بارے میں
عرفت آفریں ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے انتہائی نرم و صلحاہ و خراج رحمتہ کا موقف کے اور جو اپنے علمی
کرنس کر دو گ نہیں سکے اور اپنی آخری مفتی نے اس مفتی میں اظہار فرمادیا۔ کاش مولوی صاحب
طرک کے اس آخری دور میں کسی جامع شفیق کی آواز پر جاوے کہ کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف اور اعتراف
کرے کہ وہ مفتی احمد ان بیٹے۔

۴۔ ہر موشہ کا فتنی اختلاف : یہ ایک غلط فہم اس کا وہ بات ہے جس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب دہر اللہ تعالیٰ کی ایک مسئلہ کے بارے میں ایک دوسرے کی رائے سے علمی وجہ کی بنا پر شرح صمد مذہب نے حضرت تھانوی کی بے غرضی اور حضرت مفتی صاحب کا شیخ کے جواب کی رعایت کے ساتھ مسئلہ میں اختلاف کا تذکرہ ہے جو کچھ کل کے زائنین اور تھانوی کے پیروں میں بصیرت ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ادب و احترام کی جملہ حدود و قیود کو اپنی نگاہ سے اٹھائے بغیر علم کے میدان میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ تعذیل الہادی فی تعذیل الایمانیۃ۔ درست ہر کسی اور قدیم ہر کسی (۱۲۱۴ھ)

اس زمانہ میں پہلے حضرت شیخ محمد عابد سندھی کے ایک مقالہ جو اس عنوان پر ہے اس کی تفصیل کی گئی

ہے پھر ضرور اور احوال فقہ سے اس باب سے میں اقتباسات جمع فرما کر بے نظر تفتیش کی گئی ہے یہاں
کا سبب کی بات بھی تحریر ہے۔ اور رسالہ بھی تجریب و تجرب اور منکر میں قریب آفرود ہوا۔

۹۔ مزاج سیرت کی کئی اور اس کی شرعی حیثیت، روح و دود میں عید و عید الفیصلی علی اللہ علیہ وسلم اور
سیرت کے نام پر بدعت کا جو شریع ہوتا ہے اس بارہ میں قابل و دیدار ہے۔

۱۰۔ مرقہ مطرۃ و سلام کی شرعی حیثیت، یہ ایک استفادہ کا جواب ہے جس میں بعض حیثیات
کے کھڑے ہونے و سلام کے طریقوں کی تشریح اور اس بارے میں صحیح عقیدہ اور طریقہ بتایا گیا ہے
بڑا مفید رسالہ ہے۔

۱۱۔ صاحب کی فنی شغل اور ان کے مفاد، اس رسالہ میں ایک استفادہ کا جواب ہے جس میں
صاحب کی اسلامی ہیئت کے بانی تھے اور یہود و نصاریٰ کے معابد اور دگر ایسی بدعتوں سے روکا گیا
جو مفاد پیدا کرنے والی ہوں۔

۱۲۔ تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال، سمت قد
سمت قد کی شرعی حیثیت اور سمت معلوم کرنے کے طریقے کے بارے میں ایک معرکہ آرا مقالہ
ہے جس کے ساتھ بعض دیگر حضرات کی تحریریں بھی شامل ہیں مشرقی صاحب کے قبل کے بعض میں غامض
کا بھی خوب رد آیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی رہائی و ہیئت دانی کا بھی بہترین نمونہ ہے جنہوں
کے ساتھ اسی صفات پر مشتمل ہے۔

۱۳۔ دفع الملازمة عن القيام عند اول القیامة، اقامت کے وقت متنبی کا کھڑے ہوں
اقامت غار کے وقت امام اور متنبی شروع اقامت کے وقت کھڑے ہوں یا بعد میں مزاں کے
کے کسی کلمہ پر ایک فتویٰ مسئلہ ہے دونوں طریقے شرعاً جائز ہیں افضل اور اولی ہونے میں اختلاف ہے
بعض مقلدوں نے اس مسئلہ کو بھی ماہا النزاع بنایا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول وقت
وفز سے اس کا عقائد و مستفاد اور مسئلہ و فتویٰ فیصلہ کیا ہے جو طریقہ کے دیکھنے اور عمل کر کے فہم
۱۴۔ دفع التفتاد عن الکلام الغدار، حرف ضار کا صحیح مخارج اور اس کے احکام عن الغدار

کا صحیح مخارج کیا ہے غدار کے خلاف ہے یا دال کے اہل جہم کے پہلے جو لوگ اس کا قتل نامہ خط ہے
اس پہلے یہ مسئلہ عدلیوں سے بحث کا موضوع بنا رہا ہے کہ کیا اہل جہم اگر صحیح تلفظ کریں تو کو سکھیں
تو اس کا کیا حکم ہے اور کیا صحیح مخارج کے اعادہ کرنے سے غدار ہوگی یا نہیں۔ حضرت مفتی صاحب
قدس سرہ نے علم آوری کا روح المعانی سے ایک فتویٰ نقل کرنے کے بعد اپنے معلوم تفہم اور صرف

نکاحی سے اس پر سیر حاصل اور مال بہت کی سب اور آخر میں خلافت فتویٰ نقل کر دیا ہے۔ چونکہ
مناز میں ضار کا قنط ہو تا ہے اور اس کی ضرورت شدید ہے اس لیے اسے اصل گئے دیا ہوا
تھوڑا بڑھاتے ہیں۔

۴۔ خلافت فتویٰ۔ الفرض صرف ضار پہلے مخرج و صفات کے اعتبار سے تھا۔ خاص ہوا لڑے
دوں سے اکل جہا اور ایک مستقل حرف ہے اس کو سب طرح وال سے ہل کر (عوام کی طرح)
پڑھنا غلطی ہے اس طرح ضار خلاص ہل کر (بعض قرائن کی طرح) پڑھنا بھی غلطی صریح ہے لیکن
ضار نماز کے بارے میں فتویٰ اس پر ہے کہ اگر جان بوجھ کر ایسے پروائی سے باوجود قنط حاصل کرنے
کے ایسا تغیر کرے کہ ضار کی جگہ وال یا ضار خاص پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بوجہ اذیت
اور تیز ایسا سرزد ہو جائے اور وہ اپنے نزدیک بھی گئے کہ میں نے حرف ضار پڑھا تو نماز صحیح ہو جائے گی
جس کا حاصل یہ ہوا کہ عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل و تفتیح کے بہر حال صحیح ہو جاتی ہے خواہ غلط پڑھیں یا اصل
تار وغیرہ۔ کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی ہی ہیں کہ ہم نے اصلی حرف ادا کیا ہے اور قنط مجبورین کو
علاء کی نماز کے جواز میں تفصیل شکر ہے کہ اگر غلطی قصداً یا بے پروائی سے ہو تو نماز فاسد ہے اور بھت
سانی یا عدم تیز کی وجہ سے ہو تو جائز و صحیح ہے (تنبیہ) لیکن نماز کے جواز و عدم ضار سے یہ ثابت
نہیں ہوا کہ بے غور ہو کر ہمیشہ غلط نہ پڑھنا جائز ہو گیا اور پڑھنے والا گناہ گار بھی نہ ہے گا۔ بلکہ اپنی
قدت و گناہی نقل کے مطابق صحیح حرف پڑھنے کی نشتی کرنا اور کشتی کرتے رہنا ضروری ہے نہ
گناہ گار ہو گا۔ اگر یہ نماز فاسد ہو درجہ برائے ۱۳۹۰ یہ رسالہ در علماء کے فتاویٰ کے ساتھ مضمون
پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ علامہ ابن سیرین خطبہ المعروفہ۔ خطبہ جمعہ عربی زبان میں کیا گیا ہے۔ (صفحات ۲۱)

جدید جیش کے شہید و داغ کی ایک صفحہ یہ بھی ہے کہ خطبہ جمعہ مکی زبان میں ہونا چاہیئے اس
رسالہ میں اس کا کافی و ثنائی جواب ہے۔ رسالہ کی اہمیت کے لیے حضرت عظیم الامت الشہید
کی تقریبہ خطا کا لی ہیں۔ بعد الحمد والصلوة میں نے رسالہ مولانا جامع کلاں کے سلیہ مولانا محمد رفیع صاحب
مدنی مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند دام فیضہ، خانیہ شوقی و رفیت سے دیکھا جو پند کیا بلا تکلف کہ
سکا ہوں کہ اس موضوع پر ہے نظریہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور نجات کا دافع فرمائے نہ.....
۱۶۔ قنوت نازلہ۔ دعا کا طریقہ اور متعلق مسائل۔

۱۷۔ احکام و احادیث مبارک و مسائل زکوٰۃ مختصر سالہ دس صفحات پر مشتمل ہے اور عامۃ الناس کے فائدہ کے لیے لکھا گیا ہے۔

۱۸۔ مکرم السعادت فی زیارۃ المساجد و مساجد صغیرات (۱۰۰ بیت کی فہرست شدہ نماز، روزہ و حج، زکوٰۃ، اور دوسرے واجبات کی اصل لکھی یا لکھا، و کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے جس سے وہ گناہ سے بچ سکے اور حق پر جائے اس مسئلہ میں بعض حقائق میں مرد و عید مساجد کا مکمل شرعی تذکرہ کیا گیا ہے اور قوتہ نماز و روزہ و حج کے صحیح مسائل و احکام صحت کے لئے ہیں۔ صوبہ برصغیر کے وہی حقائق ہیں اس سال کی اشاعت کی بہت ضرورت ہے۔

۱۹۔ روایت جلال کے شرعی احکام۔ ۱۰ صفحات۔ یہ مختصر سالہ حضرات مولانا محمد عظیم عثمانی، علامہ محمد رفیع ندوی، محمد امجد علی اور مفتی رشید احمد صاحب کے اشراک سے است کہ اس مسئلہ کے احوال میں اختلاف سے بچنے کے لیے لکھا گیا حکومت اور عامۃ الناس سب کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

۲۰۔ اشراج اذہا قول فی الموازین والمکفی۔ اندلسی شرح

۲۱۔ صفحہ ۲۸ کا یہ مقالہ حضرت مفتی صاحب روضۃ اللہ علی کی علمی کاوش، تحقیقی و فہمیت کا ایک عظیم ماحم اور قابل فخر شاہکار ہے جس کی دارالعلومین علم نے دی ہے، اس سال میں دہم و بیار، اصلاح و ترمیم، میل و خیر و کی مکمل ترمیم اور سرور و انوائی و یہ ناول کے مطابق ان کی ترمیم و ترمیم کی گئی ہے ہمارے جدید و باطنی دان کا دل جہاں سے ہو۔ یا نشین فضلہ کی ان شخص کو جانتا اور قدر کرتے۔

۲۲۔ احکام عید الاضحیٰ و قربانی۔ یہ مختصر سالہ ہے جو عامۃ الناس کے فائدہ کے لیے حضرت ذی الحجۃ کے فضائل، عجیب و غریب، نادر و عید قربانی کے وجوب و احکام وغیرہ پر لکھا گیا ہے۔

۲۳۔ رفع الاضغیٰ علی عبود افغانی۔ مجرم قربانی کے احکام اور بعض پریمی علماء کے اس فہم کے جواب میں ہے کہ مجرم قربانی فرد و سنت کیلئے کے بعد بھی اختیار کر دینا جائز ہے۔ دلائل قرآنی سے ثابت کیے کہ مجرم قربانی فرد و سنت کرنے سے پہلے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور اختیار کرے یہ بھی دے سکتا ہے اور خیر و مساکین پر صدقہ بھی کر سکتا ہے یہی اگر وہ یہ جس کے عرض فرماتے کہ دینا تو خود کی سنت سے فرد و سنت کیا ہو اس کو صدقہ کر دینا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا صرف صرف خیر و مساکین ہیں اختیار کر دینا عازمین و مقبضین کی تفریق میں یہاں نہیں ہے۔ ۱۲ ص ۱۰۰۔

۲۳۔ البیہقیست فی احکام المرافقت۔ بین مواقیت احرام اور ان کے مسائل (صفحات ۳۸)

اس رسالہ میں مواقیت کے بارے میں علمی و فقہی دلائل کے ساتھ حدود حرم میں داخل ہونے والوں کے لیے احرام باندھنے کے مقام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشرق و ہندو پاک سے ہوائی جہاز میں آنے والوں کو توجہاً پروردگار ہوتے ہی احرام باندھ لینا چاہیے۔ بحری جہاز والے اگر عیلم کے لحاظ سے باندھیں تو بہتر ہے حضرت الامام زکریا رضی اللہ عنہ فرمادے گی بھی یہی بات ہے اور حضرت مفتی صاحب کے نزدیک بھی احتیاط اسی میں ہے تنصیحت رسالہ میں دیکھی جاسکتی ہیں رسالہ اپنے موضوع پر خوب ہے۔

۲۴۔ منہج طریقہ الفیض عن الغنیم۔ ج اول اور اس کے احکام۔ (۲۴ صفحات)

اس رسالہ کا اصل موضوع وہ ہے کہ حج و عمرہ کرنے والے قرآن یا تہجد کر سکتا ہے یا نہیں نزل میں دوسرے مسائل بھی جمع کر دیے گئے ہیں۔ حامل فرائض کی ہے جہاں تک ممکن ہو حج و عمرہ میں فرائض کیا جاسکتے۔ بعض مجاہدوں میں تمتع کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

۲۵۔ حاتی قوانین پر تبصرہ۔ (۳۸ صفحات)

یہ رسالہ حدود و تقاضا کے دوسرے اقدار میں نافذ ہونے والے ان غیر شرعی حاکمی قوانین پر دینی اور فقہی لحاظ سے ہمدردانہ گرفت ہے جس میں تہذیب پرست کی میراث، اعتقاد اور دینی احکام، صغر سن کا تکلیف، نکاح کا رجحان، بیوی پر غرضی علمی و عقلی نہیں لگتی ہیں اور ان کے لئے زمانہ قوانین کی شہادت واضح ہو گئی ہے اور پھر قبائل و جمہور پر پیش کی گئی ہیں۔ کاش اہل حکومت عدالتے برائیتیں کی اپنی قصاصت سفارشات کو مان لیں کہ راستہ کو غیر دینی قوانین کے علم سے بچائی۔ رسالہ ہر قانون دان اور موضوع سے دلچسپ سمجھنے والے کے لیے پڑھنے کے لائق ہے۔

۲۶۔ ۱۱۰ احکام کے نکاح میں مرد اختیار۔ (صفحات ۱۰۵)

یہ فرائض اس مسئلہ کے بارے میں ہے۔ باپ بھائی کے مسائل کا خیال رکھے بغیر شواہد کیا ہوا اس کے منہج کی کامرور ہے۔

۲۷۔ فتاویٰ الاسریہ فی غیبات النساء۔ اسرار اور نسبی و تہذیب (صفحات ۶۲)

یہ نسبی احکام کے بارے میں ایک اہم رسالہ ہے جس میں تین عنوانات پر علمی اور دینی بحث کی گئی

ہے (۱) بنیاد مساوات اسلام کی حقیقت اور انساب اور پیشوں میں تقاضی (۲) نسب پر تقاضی (۳) دوسرے انساب کی طرف جھکی نسبت کرنا۔ رسالہ مضمون پر عجیب و غریب معلومات کا ذخیرہ ہے بعض کو تاہ جنہوں نے رسالہ کے بعض عبارت کو نہ سمجھ کر شکایت کی تھی۔ اس کا جواب حضرت عظیم حضرت نور اللہ مرقدہ نے۔ سابع الغلط لدفع الشطط کے نام سے لکھا اور رسالہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع کر دیا گیا ہے۔

۱۶۸۔ حکم از مولیٰ مع اعتقاد دینی از ادراج۔ مختلف المذہب ذویں کے احکام۔ (صفحہ ۲۱) یہ مقالہ حضرت تھانویؒ کی تالیف۔ الیومہ انابزہ کا ذخیرہ ہے جہاں کے ارشاد پر لکھا گیا ہے کہ اگر مختلف المذہب جہاں عالمی میں کوئی فرقہ ہو جائے۔ ان کی مختلف صورتوں کے احکام بتائے گئے ہیں۔
۱۶۹۔ اعلام السؤل عن اعلام السؤل۔ علم غریبی کی تحقیق۔ (صفحہ ۵)
صنوار از مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے جہنم کے بارے میں بعض غریبی سوالات کا جواب اور جہنم کے تحقیق ہے۔

۲۰۔ طریق السداد فی عقوبۃ الودعہ۔ مرتد کی سزا اسلام میں۔ (صفحہ ۱۵)
اس مختصر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھنے قدیاریوں کے اس غلط دعویٰ کی تردید کی ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

۳۱۔ شریعت اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات۔ (صفحہ ۱۵)
اس رسالہ میں محمد ہندوستان کے حالات کے پیش نظر غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کی شرعی نوعیت اور حدود و قیود بتائے گئے ہیں۔ رسالہ بہت نافع و جامع ہے۔
۳۲۔ وقایۃ المسلمین عن ولایۃ المشکین۔ کل یا مسقط میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرعیہ۔ (صفحہ ۵۳)

یہ رسالہ تحریر کیا گیا ہے کہ ان کے زمانہ میں کیا کیا غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا
میں ہیں مفتی ہمارے پیش منشی ہے اور سبب تحقیق سے لکھا گیا۔ اس بنا پر ذاتی اہمیت کا حامل ہے۔
حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مفتی عظمت کے علاوہ ان کی سیاسی بصیرت کا میں خبرت ہے۔
۲۳۔ نقد السراج فی اعلام العشر والخراج۔ عشرہ خراج کے احکام۔ (صفحہ ۴۰)

یہ حضرت مفتی صاحب قد الشہر قدہ کی کتاب "اسلام کا نظام" (یعنی) کا چھٹا باب ہے لیکن
عشر و خراج کی حقیقت و مسائل کے بارے میں مستقل حیثیت رکھتا ہے اپنی نوعیت میں خاصہ
کی چیز ہے۔ اور اس عنوان پر اسلامی اقتصادیات سے بڑھ چکی نکتے دانے کے مطالعہ کے قابل ہے۔
۳۴۔ انتخابات میں دوث، موثر اور امیدوار کی شرعی حیثیت۔ (صفحات ۷)

پہلے موضوع پر جامع و مانع اور نہایت مفید مباحث اور احکام پر مشتمل قابل دید مضمون ہے۔
۳۵۔ قانون اسلامی بابت پڑھ دوامی صفحات (۱۲)

دوامی اجارہ کے بارے میں علامہ شاہی اور دیگر علماء کی مباحث جو کہ اکثر مضطرب میں کے مطابق
کلام و تحقیق کرنے کے بعد اس مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے مولیٰ ربینہ علیہ
الرحمۃ دوامی کے بارے میں خوب رسالہ ہے۔

۳۶۔ زیندار و بلی۔ ۲۰ صفحات

غیر منقسم ہندوستان میں حکومت برطانوی کی طرف سے زینداری کی شخصی کیفیت کے خلاف
ایک بل پیش ہوا تھا۔ اس پر تنقید کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا اس میں شخصی کیفیت کے بارے میں اسلام
کے موافقہ کو واضح کیا گیا تھا دیگر علماء کے فتاویٰ بھی ضمیمہ میں شامل ہیں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ
کے یہ فقرہ افغان آج بھی ہر مسلمان کے لیے اشتراکیت کے لیے شرف نصیرت ہیں

۱۱۔ انہوں اس کا ہے کہ مسلمان جو کے ہاتھ میں قرآن نہیں کا وہ دوشی نظام ہے کہ جانور
و تودہ کا جاسکتا ہے کہ دنیا کا اس جہی اور ہر مسئلہ ملک کا اطمینان اگر ہو سکتا ہے تو صرف اسی
کے ماتحت ہو سکتا ہے وہ بھی اس دور میں ہو چکے ہیں اور نہیں کہنے کہ اشتراکیت کا اصول قرآن کریم
اور تعلیمات نبوی کریم سے کھلی جفاوت ہے جب شخصی کیفیت ہی کا جرم کہ دیا تو پھر اگر وہ جفاوت
اور جاد و جانت میں کا وہ ہی شخصی کیفیت پر ہے اور ہر سے قرآن و حدیث میرا ہے ان کا قدر
ہی ختم ہو جاتا ہے۔ عبادات الہیہ کا سوال ہی پیدا نہیں رہتا۔ اس اصول کی حمایت خدا تعالیٰ اور
اس کے رسول سے کھلی جفاوت ہے۔

۳۷۔ إباحة التقلید من شراة الصنعة والتألیف۔ حق تصنیف اور حق تقلید کی شرعی حیثیت

(صفحات ۴)

اس مختصر رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اپنی کسی تعصیف یا ایجاد کو کسی سے رجسٹر کروا کر دوسروں کو اس کی اشاعت یا تصنیف سے روکنا جائز نہیں۔ ختم سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت پر بھی مفصل تنقید کی گئی ہے۔ ۱۳۳۴ھ کی تقریر ہے۔

۳۸۔ احکام اعتبار (۱۰۰ صفحات)

موجودہ دور میں معاملات میں طرح طرح کا جبر اور قہار کی صورتیں رواج پا گئی ہیں۔ اس معاملہ میں اللہ کی تصریح اور کتاب و سنت و فقہ کے مطابق الٰہی کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ گھڑہ دھڑ دھیرہ کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے۔

۳۹۔ تفصیل الأحكام فی رباہ الفاسدة والعلل المحرمۃ، ۲۰ جائز معاملات پر تعصیف کا ایک خاکہ ص ۷۷۔

حضرت مفتی صاحب کے دور میں دہلی کے مسلمانوں کی معاملات میں غلامی شرع کو آہوں اور اسلامی قانون کے بارے میں غفلت کو ختم کر دیکھتے ہوئے ایک نہایت مفید کتاب لکھے کہ اولاد فریاد حق اور انکار کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکے۔ مجدد کتاب کے عزائم بہت اہم ہیں کہ اس کو الٰہی علم اس خاکہ میں رنگ بھر کے اور سچے آحق حضرت مفتی صاحب کے لائق صاحبزادے باب محمد رفیع عثمانی صاحب ہیں

۴۰۔ اسلامی ذبیحہ (۵۶ صفحات)

اسلامی ذبیحہ اور اُس کے احکام کے بارے میں ایک نہایت ہی مفید، جامع و واضح مقالہ ہے جو موجودہ دور کے اسلامی ذبیحہ کے بارے میں اٹھائے ہوئے سوالات کا کافی جواب ہے۔

۴۱۔ احکام الخطاب فی بعض احکام الخلی والمفتاب، دارمی کے خطاب اور کھڑانے دھیرہ کے احکام (۱۵ صفحات)

دارمی کے دیکھنے و کھڑانے، اُس کی مقدار اور حقیقت رنگ کے خطاب کے بارے میں ایک شائع و افغ رسالہ ہے جو کہ ہر ایک کے دیکھنے کے قابل ہے۔

۴۲۔ تفصیل الکلام فی مسألة الإحسان علی المحرم (عربی صفحات ۱۷)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام الشکری (مذہب خاص و مسائل) کے ذیل بیانیہ

قرآنی مرقاات بعد انعت علی طعن المستنطیعین للمجربین کے تحت علم و محیض کی مانت اور اس عقیدے سے معاملات میں فساد کے بارے میں فتا کے تفصیلی احکام اس کتاب میں ملنے لگے تھے۔ بعد میں اس کا خلاصہ الاستبصار بعد النقیب والاہانتہ تراجم القرآن میں شائع ہو گیا۔ لیکن اصل رسالہ شائع نہ ہوا اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے شائع کر دیا گیا ہے۔

۴۳۔ ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت۔ (صفحہ ۶)

مذکورہ اصول پر عملی مسائل کا اردو خلاصہ ضرورت کی وجہ سے شائع فرمایا ہے۔ بڑی مفید تحریک اور خیال افروز باتوں پر مشتمل ہے۔

۴۴۔ آداب الفقہاء۔ اختیارات و مجوزات کی ذمہ داری ضرورت اسلامی اختیاراتوں کے لیے شرعی دستور اصل۔ (صفحہ ۱۵)

موجودہ دور میں اختیار یعنی جس طرح حکمران حکمران ہو گئی ہے اور اس کے مفاد میں ہر گرجا پیل گئے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے اختیارات کی غلطیوں پر یہ اختیار یعنی کے نام ان مفاد کی نقیض کیا قرآنی حق اور صحیح اختیار فرمیں کے اصول و ضوابط بتائے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنی عبارت میں حق کو دوبارہ فرمایا کیا اور حضرت حق تعالیٰ سے کھڑائی کر دانی۔ اور دوسری زمینوں معمول بیان فرمائے، بڑا مفید رہا ہے۔ کاغذ ہمارے اختیارات ان آداب کی کہ رعایت کر لیتے۔

۴۵۔ القول السدید فی تحقیق مہیرواٹ الحنفیہ المقلبہ بارقام العنیدہ۔ پرتے کی پیر صفحہ ۲۳

موجودہ دور کے متحدہ قریب نے اسلام کے منقذ قرائنی میراث کے خلاف دوزی کرتے ہوئے نام نہاد جہدوں کے نام پر تہمیت کی میراث کا فقرہ اٹھایا۔ حضرت مفتی صاحب نے ان تمام غلط دہائی اور منافقوں کا رد فرمایا اور حق تعالیٰ کا واسطے سکوت اور شافی جواب لکھا ہے۔ آخر میں دیگر علماء کی تصدیقات شامل کر دی گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی لغوی تصانیف کا ایک تعداد نامہ جناب ہلدی کریم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے جوہر الفکر کے آخر میں شائع فرمایا ہے۔ جو حضرت کی مناسبت اور اعادیت کی وجہ سے پہلے صفحہ میں شامل کرتا ہوں مگر اس کی بجائے رقم کی تحریر کے ساتھ اس کی غرضیت اس کے

ساتھ ششم کا پیر بھی ہوگا۔ پہلی قین کتابوں میں سے دو فتاویٰ والا اعلام دیوبند اور احکام القرآن عربی کا ذکر گذر چکا ہے تیسری کتاب "اسلام کا نظام اجتماعی" کا ذکر مستطاد آراہے اس لیے مختصری رفیع عثمانی صاحب مظلہ کی فرست میں سے جو بھی کتاب ہے ہی مذکور ہو رہی ہیں اور قرطب کی سورت کی جگہ سے وہی لبر ہزار لکھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب کا عنوان ہے حضرت مفتی صاحب کی فتویٰ تصانیف جو الگ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں پھر :- ۱۔ فتاویٰ والا اعلام دیوبند ۔

۲۔ احکام القرآن عربی ۔ ۳۔ اسلام کا نظام اجتماعی کا ذکر ہے پھر تصانیف حسب ذیل ہیں ۔

۴۔ آلاءت جدیدہ ۔ اس میں لاڈل پیکر، گلاروزی، فرزانہ لائی، ہوائی جہاز، ریڈیو، ایکس رے، ٹکٹن وغیرہ آلاءت جدیدہ کے متعلق پیدا ہونے والے جدید مسائل کا شرعی و فہر مسائل کے بدل میں حل پیش کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ۔

۵۔ آلاءت صغیرہ ۔ لاڈل پیکر کو آلاءت صغیرہ اور فتاویٰ استعمال کو نہ کے متعلق شرعی احکام، علاقے دیوبند، قندھار بھرتی، مسلمان پر اور وہی وغیرہ کی قدیم و جدید تحقیقات کا خلاصہ انگریزی فصیح پڑھنے والی زبان الگ شائع ہوا تھا اب ملائیت جدیدہ کا جزو میں کر شائع ہوا ہے ۔

۶۔ روایت جلال ۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں یہ مسئلہ صر سے متحرک اقلیت بنا ہوا ہے ، حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل شرعی اصول کے مطابق لکھی ہے ۔ چاند کھڑے میں شرعی حقیقت اور متعلقہ شرعی احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے ۔

۷۔ مسئلہ سود ۔ سود کی شرعی تعریف ، قدیم طرز کے مباحی سود اور سود قہم کے جہدتی اہل کے سود کی متعلق تحقیق اور عام شرائط کا جواب ، قرآن مجید کے اندر مباحات نہیں جو سود کے متعلق آئی ہیں ان کی مفصل تفسیر اور حرمت سود کے متعلق ، ہم اندر رش ، سود کی دینی روایتی فرامی و بدیہی کا مفصل بیان اس موضوع پر شایعہ شافی و کافی تصنیف ہے ۔

۸۔ بیہ زندگی ۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرعی اصول پر کی گئی ہے آخر میں دیگر علماء کرام کی تصدیقات پر اور بیہ زندگی ۔ پر اور بیہ زندگی پر نگاہ دایب ہونے والے جوئے کی تحقیق اور اس قدر پر سود کے نام سے ملنے والی رقم کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے ۔

۹۔ اسلام کا نظام تقسیم دولت ۔ سرمایہ داری اور کیرنزم کے درمیان اسلامی نظام کا اصل و بہتر نمونہ

دو فرقہ نظاموں پر نئی حیثیت سے بحث ۱۰۔ اس موضوع پر بہترین مقالہ ہے۔

۱۱۔ اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہوں گی؟۔ اسلامی کا معاشی نظام کیا ہے۔ اور اس سے موجودہ معاشی مسائل کیوں کر حل ہو جائیں گے؟ حضرت مفتی صاحب فاضل علم نے اس سوال کا مادہ ۱۰ عام فہم اور دلنشیں جواب اس رسالہ میں دیا ہے اس کے مطالعہ سے عام شعاکھ انسان ایک نظر میں یہ جاہی نکالے کہ اگر اسلام موجودہ نظام معیشت میں کیا فیاری تبدیلیاں لائے گا۔ اور موثر لازم کے بر خلاف اُن کے ذریعہ سرمایہ داری کی غرابیوں کا انکار کس طرح ہو سکے گا؟

۱۲۔ قرآن میں نظام زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کے متعلق آیات قرآنی کی تفسیر زکوٰۃ کی اصول پر قائم ہے اور اس کے نصاب اور مصارف کا تعین اور شبہات کا جواب۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں ہر عمر عمر برفی عثمانی نے زکوٰۃ کے متعلق احکام درج کئے ہیں۔

۱۳۔ احکامات انسانی کی بوجہ کاری۔ سر جی کے ذریعہ ایک انسانی کا معنی دوسرے انسانی کے جسم میں لگنے کی شرعی حیثیت کی مفصل اور عقل بخشی۔

۱۴۔ ضبط دولت۔ اس کی شرعی حیثیت اور مرد و خاتون مندرجہ بندی پر شرعی اور اقتصادی حیثیت سے ممکن بحث ہے۔

۱۵۔ تصویر کے شرعی احکام۔ تصویر کھینچنا اور استعمال تصاویر سے متعلق قرآن و حدیث کے احکامات اور مفصل احکام، فرد کی تصویر اور چھوٹی تصویریں اور آکے و حرکی تصویروں کے احکام صحیح جواب شہادت۔

۱۶۔ ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں۔ کفر اور اسلام اور مسلم و کافر کی شرعی تعریف کسی شعلی کو اسلام سے خارج کرنے میں کیا احوط لازم ہے۔ اور اس کے کیا اصول ہیں؟ اہل قید کو کافر نہ کرنے کی شکل تشریح اہل قید کے معنی قرآن و حدیث کے دلائل اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کی تصریحات نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب در حقیقت حضرت علامہ سیّد احمد شاہ صاحب قدس سرہ قادیان صدیقی دار العلوم دار بند کی ضخیم کتاب کلمۃ المصوب کا اردو میں خلاصہ ہے۔

۱۷۔ آداب سفر مع احکام سفر۔ سفر شرعی کی قرینت، مسافر اور سفر کے احکام، آداب سفر و عیش و جماع و عیث اور کتبہ سفر سے منع کی گئی ہیں۔

۱۸۔ آدابِ مساجد۔ اس میں مساجد کے فضائل و آداب، احکامِ اسلامی کاموں کا مفصل بیان ہے جو مسجد میں پابانہ و مکروہ ہیں۔

۱۹۔ احکامِ نماز۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی عربی تصنیف یعنی "استنباب الاحکام کا اردو ترجمہ جس میں نمازوں کے بعد نماز کے کاسنوں طریقہ ادا و شریعت سے ثابت کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس میں مزید اضافے بھی فرمائے ہیں۔

۲۰۔ شپ براءت۔ اس میں شپ براءت کے فضائل و برکات اور احکام کا مفصل بیان اور غلطی و محمول کی تردید ہے۔

۲۱۔ احکامِ حج۔ تمام ضروری احکام حج مفصلاً اور آسانی طریقہ میں لکھے گئے ہیں نہایت مفید اور کامیاب رسالہ ہے۔

۲۲۔ تاریخِ قرآنی۔ اس میں قرآنی کی مشکل تاریخِ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتمِ انبیاء صلی علیہ وسلم کے عہدِ مہد تک ہر قدر میں اس کی غنیمت مثنوی اور احکام ہیں واجب ہونے کی اور اس کے بدل میں قیمت کا نصف کافی نہ ہونے کی مفصل تحقیق قرآن و سنت کے رواف سے بیان کی گئی ہے۔ نیز منجانبِ حق کے اعتراضات کا کافی جواب دیا گیا ہے۔

۲۳۔ جلد پاکستان ۱۹۶۵ء۔ اس میں جہاد کے فضائل اور فضائلِ احکام بیان کئے گئے ہیں۔

۲۴۔ بیس اللہ۔ کے فضائل و برکات اور مسائل اور آخر میں اس کے خواص اور اس کے فوائد و نفع دینی و دنیوی فوائد۔ یہاد میں اور پریشانیوں کا علاج لکھا گیا ہے۔

۲۵۔ گناہِ لذت۔ اس رسالے میں چلے گئے گناہوں کا بیان ہے جن میں نہ کوئی ظاہری لذت ہے نہ کوئی معاشی بھروسہ، محض غفلت و دل پر دانی سے لوگ ان میں مبتلا ہیں اگر خدا بھی غلو کریں تو ان گناہوں کو فزائید کر سکتے ہیں اس رسالے میں قرآنی و حدیث سے ان گناہوں کے خلاف خطابِ پرہیز کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور آخر میں ایک روزِ رسالہ صفا و گناہوں کی فہرست کا لکھا گیا ہے۔

۲۶۔ فقہی رسائل جو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کا جزو ہی کر شائع ہوئے ہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں چوبیسوں پر مشتمل ہے پہلی دو جلدیں احکام، طرزِ امتدائی اور فتاویٰ دیوبند

کا نام اعداء المتقین ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دست بکراتم کے مندرجہ ذیل مسائل کا
کاجن ہی کر شائع ہوئے ہیں۔

۱/۲۔ الانصاف من تصرفات الحق والذواج۔

بنات اور اولاد کے تصرفات کے متعلق تحقیق (اعداء المتقین کتاب الایمان والعقائد)

۲/۲۔ روج الناس عن محدثات الأعراس، مرقومہ عروس عزرائیل کے شرعی احکام و اعداء المتقین۔

کتاب الایمان والعقائد، تقریر عاصم

۳/۲۔ مامل قبول فی ظلم الرسول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں اس کی
تحقیق (اعداء المتقین کتاب السیر والمناقب)

۴/۲۔ موزوں پر مسیح۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل اعراب، جس میں کپڑے کے موزوں پر
چڑھ چڑھا کر مسیح کرنے کے متعلق منقول تحقیق ہے کہ کس سمت میں مسیح جانا ہے کس سمت
میں جاننا نہیں۔ (اعداء المتقین کتاب الطہارۃ)

۵/۲۔ احکام الإحرام بالنکیر والخطام، جنتوں، ترائوں اور موزوں وغیرہ کے زیور و گونگہان کے
پلے اٹھانا اس کے متعلق حکم شرعی۔ (اعداء المتقین کتاب المصروف)

۶/۲۔ تنقیح الخلاف فی تعویذ الاستقبال، اس میں سمت قبلہ سے متعلق عقائد مشرق کی بجا کر دیکھی جاتی
کا واضح جواب بھی ہے اور اس مسئلہ کی مثبت افاد میں مکمل تحقیق بھی، فتاویٰ دارالعلوم میں اس
کا صرف دو حصہ درج ہے جو حضرت مفتی صاحب رحمہم کا تحریر فرمودہ ہے اور جواہر العقیدین
اس حصہ کے علاوہ بعض دیگر علماء کے فتاویٰ بھی اسی کے ساتھ شامل کئے گئے ہیں۔

۷/۲۔ الفول الفرضی فی إجابة الأذان بین یدى المطیب۔

جموں کی اذان کا جواب دینا اور بعد کی دعا پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی منقول تحقیق۔

(اعداء المتقین، باب الحجۃ والعمرة)

۸/۲۔ ادا طة التشکیک فی انا طة الزکوة بالتحلیک۔ زکوٰۃ کا عمل میں زکوٰۃ کی رقم تحلیک کے بغیر
خرچ کرنے سے زکوٰۃ لا نہیں ہوتی۔ اعداد اور زکوٰۃ کے لیے تحلیک ضروری ہے اس مسئلہ کی منقول
اور نقل بحسب اس مسئلہ میں بیان کی گئی ہے اور شہادت کا جواب دیا گیا ہے (اعداء المتقین کتاب الحجۃ)

۶۴/۱ - انجلیشی سے روزنامہ جرنل کی تحقیق اس مسئلہ پر میرا اصل مکتبہ ہے۔
(ادارہ الفتیں، کتاب الصوم)

۶۵/۱ - خیر الامور فی قدر المسعود - محمودی کے مکتبہ کے متعلق مکمل تحقیق۔
(ادارہ الفتیں، کتاب النکاح، باب المیزان والمهر)

۶۶/۱ - اقاعة العرف، مقام النبوت، فی سقوط بعض الحقوق بالسكروت - محرمات کے حکمت سے
میرمات ہوگا کہ نہیں؟ اس مسئلہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ بحث بھی آگئی ہے کہ زہری کی صفائی کے
لیے دانی کا سکوت: بیان کے قائم مقام کب ہوگا، کب نہیں۔
(ادارہ الفتیں، کتاب النکاح، باب المیزان والمهر)

۶۷/۱ - دفع الجور فی حکم وصیق الزوجة والعقد - اگر طلاق کو کسی کام کے نہ کرنے پر معلق کیا تو کب
کب نہ کرنے سے طلاق واقع ہوگی۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق۔
(ادارہ الفتیں، کتاب الطلاق)

۶۸/۱ - حکم الإحصاف فی الطلاق الغیر المصفاة - شوہر نے جس طلاق کی منافی ہوئی کی بھلے اپنی
طرف کی ہو، وہ واقع ہوگی کہ نہیں؟ اس کا مفسر و دافع ملک دہ دالہ و حقیقت حضرت مولانا
الرشاد کشمیری کی تصنیف ہے حضرت مفتی صاحب دہلوی نے اسے ترجمہ کیا و افادہ کے لیے
ادارہ الفتیں کا جز بنا دیا ہے (ادارہ الفتیں، کتاب الطلاق)

۶۹/۱ - نيل المصام فی حکم المسجد المنجوا بالمال الحرام - مالی حرام مسجد کی تعمیر میں لگانے کی مختلف
صور میں اور ان کا حکم۔ (ادارہ الفتیں، کتاب الوقت)

۷۰/۱ - الاثری بالقبول فی وقت العادة حل الزحف المنقول - لا وارث زہری پر مکتبہ قبضہ
کے کسی کو دوسے اس کو وقت کرنے کے احکام (ادارہ الفتیں، کتاب الوقت)

۷۱/۱ - توضیح کلام اہل اللہ فی ما اہل بہ تعذر اللہ - بقرآن و قبول کے نام پر مجھڑے ہوئے
بائوروں کے متعلق شرعی احکام۔ (ادارہ الفتیں، کتاب الصیغۃ النبیخ)

۷۲/۱ - سجدۃ تعظیم یعنی السجدة الرضیة فی سجدة الخیة - سجدۃ تعظیم کے متعلق مفصل بحث و تحقیق۔
(ادارہ الفتیں، کتاب الخطر، ولا باعہ)

۴۱۰۔ اشباح الکلام فی مصروف المصدقة من المال الحرام۔ مال حرام کو صدقہ کرنے کے متعلق بعض فقہین
و ادرا القیاس۔ باب ارباب فاسدہ و مال حرام۔

۴۱۱۔ فضیلت برائی جزاء حکام القرآن عربی کا جزوی کرشمہ برائے میں

۴۱۲۔ مسائل عربی زبان میں ہیں ان کا ترجمہ اردو میں ہو جائے تو شاء اللہ تعالیٰ اور نہ ہو ویسے ہو جائے

۴۱۳۔ تفصیل الخطایہ فی تفسیر آیات الخطایہ۔ محدثوں کے ہر دے سے متعلق تین آیتیں قرآن کریم میں

آئی ہیں۔ ان سب کی تفسیریں رسالے میں یکجا کر دی گئی ہیں اور ہر دے شرع سے متعلق چابھنٹ سے زیادہ

رداء است حدیث اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے روایات، صحیح کر کے ہر دے کے احکام مقل و مفسر

بیان کیے گئے ہیں اور ان میں کئی شہادت کا کافی جواب دیا گیا ہے۔

۴۱۴۔ اسمی الخبیثات فی تفسیر لہو الخبیثات۔ آیت قرآنی۔ و انما من لدنہ لغوی لہو الخبیثات۔

کی مسموم تفسیر ہے جس میں کھٹے بھولے اور ساج کی مختلف حالت سے:

۴۱۵۔ کشت العیب عن علو العیب۔ یہ علم عیب کے مندرجہ آیت قرآنی۔ روایات و ائمہ

فقہاء و صحابہ کی تحقیقات کو بہترین طور پر ہے۔

۴۱۶۔ تشکیل الخبیثات بسبب اعلیٰ القیاس۔ اس میں سوج سوزی کے محرکات و ائمہ پر قرآن و سنت اور

ائمہ دین کے روایات کی روشنی میں تحقیقی بحث کی گئی ہے۔

۴۱۷۔ کشت العناد عن وصفت العناد۔ اس میں غبار و غر امیر اور مومنین کے ارادے میں قرآنی روایات

کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کر کے مندرجہ مقل کیا گیا ہے۔

۴۱۸۔ إمعة الشغب فی کراہة اللہ و العقب۔ اس میں شغب کی باتوں کے احکام قرآن و سنت

کی روشنی میں جمع کیے گئے ہیں۔

۴۱۹۔ تنقیح الکلام فی احکام العتق و المصمم۔ یہ رسالہ آیت رقی اللہ و متبکاتہ یصلون علی العتق

کی مسموم تفسیر ہے جس میں حدود و سلام کے احکام تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

یہ سب پاس فضیلت تصانیف ہیں حدود ازین پیشا میں فضیلت کے۔ جو ہر قدر میں آگے ہیں اس طرح

صرف فضیلت موضوعات پر حضرت مفتی صاحب دہلوی کی تصانیف کی کل تصانیف کا نمونہ ہو گئی اور یہ بھی

موجودہ قائل و ترجمہ کا نتیجہ ہے جو کتا ہے۔ کہہ اور۔ مقل بعد میں مل جائیں جن تک اس وقت مقرر کہ

تقریر لکھی ہو۔

یہ سب تصانیف حضرت والدہ ماجدہ فاطمہ کی فیضانِ بصیرت کا ناقابلِ فراموش اور سراور اس مہدی کا عظیم علمی مسودہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلایاں علم و عمل کو ان سے ہمیشہ از ہمیشہ مستعد کی توفیق بخشنے اور تقریر کو بھی ان جلایاں علم و عمل میں شامل فرمائے۔ و سادۃً علی الدوام بعینہ۔

اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند احکام اراضی پاکستان و ہندوستان

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی عظیم کتابوں میں اس کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ خود ایک بدفقیر صوفیاء تھا کہ اس کتاب پر مجھے بہت زیادہ محنت کرنی پڑی ہے۔ مسلمانوں کے ملک کی ہندوستان کی پرستی تاریخاً مشکوک فرماؤں کے ذریعہ میں دیوثانہ خیالوں کو بڑھاتے اور جھوٹے دلائل اور حقیقت پر چکر کر سکتا ہے۔ عقائد و نظائر میں گہرائی شکوہ القاطع اس کتاب کی فیضیت و اہمیت کے لیے کافی ہیں کہ اراضی کے متعلق اسلامی و تاریخی میں جو سنہرے مسودات پائے جاسکتے ہیں ان کے ذریعہ اور علم و فن کی بڑی خدمت ان مسودات کو اس کتاب میں جمع کر کے انجام دیں۔ جہاں تک خاکسار کی مدائی ہے اس کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق جو ہر مسودات تقریباً اس کتاب میں سمٹ گئے ہیں مجھے اس کی بھی خوشی ہوئی کہ قرآن و سنت اور مفتی کتابوں کے ساتھ ساتھ مولانا نے تاریخ اور مصداقیت کی کتابوں کی مسودات سے مسائل کے حل کرنے میں کھائے استراحت کے کافی فائدہ اٹھایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب میں اراضی کے متعلق جس اعتبار سے احکام و فتوے کام لیا ہے وہ انہی کا مستند ہے کتاب کا یہ حصہ جو جواب پر مشتمل ہے جس میں تقریباً آٹھ سو کے قریب ذیلی تفریبات ہیں۔ جواب : ہیں۔

باب اول :- تمام دین کے لیے اسلام کا فرق اراضی۔

باب دوم :- مظلوم ہندوستان کے اراضی و احکام۔

باب سوم :- انگریزی عہد میں اراضی ہند کی حالت و غیرت متعلق احکام۔

باب چہارم :- تقسیم جہد کے بعد اراضی پاک و ہند کے احکام۔

باب پنجم :- اراضی اور حالت

باب ششم :- عسکر و خراج کے بارے۔

دوسرا حصہ فتوح البہرہ پر مشتمل ہے، اصل کتاب ”المکرم“ اسمی کے گھٹے کے سلسلے میں حضرت مفتی محمد
کوچھی آجلی کتب کے ذخیرہ کو گھٹا کر پڑا۔ اور اس میں دوسری قواعد کی آویختگی کی گئی ہے مفتی صاحب
کے قلم فیض رقم نے، ”فتوح البہرہ“ کے نام سے جمع فرما دیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بھی مفید و دلچسپ اور سب
معلومات پر مشتمل ہے۔

اگر حضرت مفتی صاحب کا مقصد آویختگی فرما کر، لیکن قواعد اسلامی کے سلسلے میں اپنی نایاب
تفصیلات آگئی ہیں، جس سے معاصر تابعین نال ہیں۔

اسلام کا نظام دینی جہادی فتوہ دکان کے چاہنے والوں، آویختگی دین طہارہ اور اقتصاد دینی امور پر کچھ
پلے بھی معلومات ملے اور فراموشی کا ذخیرہ ہے۔ کم فقہی کتابیں اس قدر دلچسپ ہوں گی۔
حضرت مفتی صاحب کی دیگر اہم تصنیفات، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیگر سوسے
نادر تصنیفات میں چند اہم تصنیفات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوا ہے۔

تفسیر بیان القرآن :- حضرت مفتی محمد رفیع اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”جامع العلوم“ اور ”جامع العالیات
والعقلانی“ بنایا تھا۔ آپ ہر دینی علوم میں سے فطری مناسبت اور اس میں مبادیہ و اصول کا درجہ رکھتے تھے۔
آج آپ کو جس علوم میں خاص الخاص جرح و فضیلت حاصل تھی۔ وہ فتوہ و تفسیر اور حدیث و تصوف تھا
آپ کا تفسیر کا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور عطیہ تھی، آپ کے ہاں گہرے اور براہِ عملہ فطرت
کے بے پناہ ذخائر تفسیری فرائض کے پیش باجواب سے مالا مال ہیں اور ان میں بعض ایسے قیمتی اور کتاب
انعامات ہیں، جن سے بڑی بڑی ضخیم تفاسیر غالی ہیں۔ آپ کے بعض مستفید ہیں اور ان کے کاغذوں نے
ان میں سے بعض انعامات کو مستفاد میں بھی کیا ہے۔ لیکن ہنوز وہ کام ختم و تکمیل ہے اس سلسلے میں
آپ کا بڑا گناہ اُردو کی اشرف التفاسیر ”تفسیر بیان القرآن“ ہے جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اُردو
ترجمہ و تفسیر کے علاوہ ”حق افادات“ کے نام سے اہل علم کے لیے ضامنت و جواز و اعلان و تفسیر
کے نکات مستفاد شامل ہیں۔ اس تفسیر کی تحریریت امام العصر حضرت علامہ ابو شاہ کاشمیریؒ اور حضرت
سید الملو علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسے اساطین کرچکے ہیں۔ لیکن یہ تفسیر لائقِ ہندی پروردگار کی وجہ سے مکتوب
کے مستفاد سے اور کچھ ہے علامہ کو اس کی افادیت عامہ کو عام کرنے کا خیال و اختیار کے مرنے والے
مفتی محمد رفیع حضرت سید الملو ندویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندو کی آخری ماحولی کے گشت ۱۹۵۲ء میں فرمایا تھا۔

کہ اگر کوئی اس سنّت میں شریعت آجائے تو میں پہنچتا ہوں کہ "بیان القرآن" کو عالموں کے اقدار کے لیے آسمانی زبان میں اچھا کرادوں۔ اور اس کا نام "تفسیر الیوم" رکھوں فقیر نے آؤں گی کو سعادت کھالوں میں کیا کہ اگلے سال ایم۔ نے سے فارغ ہو کر حاضر ہواؤں گا لیکن تقدیر الہی کی مشورہ تھا حضرت کے احوال نے اس منصوبہ کو پورا ہونے نہ دیا لیکن کارکنانِ قضاوت کو دیکھ کر اور بھی مشورہ تھا اور اس عظیم کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوستِ طربہ داخل حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہا کو منتخب فرمایا تھا جسے قدرت نے بغیر کسی پہچانے کردہ منصوبہ کے یہ کام سنبھالیا اور ظاہری صورت یہ پیش آئی کہ ٹیپو پاکستانی واصل نے مجھ سے شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۵۰ء کو حضرت مفتی صاحب سے اناس کی کہ وہ ہر جمعہ کو ریڈیو پاکستان پر قرآن کریم کی خاص خاص آیات کی تفسیر معارف القرآن کے نام سے کر دیا کریں۔ یہ مسئلہ مشروح ہوا اور تقریباً دس سال تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو حضرت مفتی صاحب کی اس عظیم مجلس اور مشرف آفاقی تفسیر کی تفسیر و تفسیر خیر بنا دیا ہے۔ جو اب اردو کی انہیں تفسیر تفسیر "بیان القرآن" ہونے کے علاوہ بے شمار ایسے مستند فقیہی مسائل القرآن پر مشتمل ہے۔ میں کی تقریر دوسری منزلہ اول تھا بیٹن نہیں ملتی۔

بھرا اشد تھا ہی ! اشد تھا ہی نے مندر مقام کی ! برکت زندگی میں ہی اس خیر کی تکمیل آئے بغیر نہیں رہتا
میں کو اسی جو ۱۹۶۳ء صفا سے پر مشتمل ہے اور اشد تھا ہی نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی حیات
ہی میں اسے خواص و عوام میں قبر سے نکلتی ۔ نوذ کے لیے صرف انھیں خواص میں سے ایک شخص کی رائے

پیش کرتا ہوں کہ اس آواز کا بغیر انگریزوں کے مصر میں نہ گونجے۔

مقیصۃ البیان فی شہی من علوم القرآن کے جدید اثبات میں نئی کتابیں تبصرہ کرتے ہوئے مدافعت القرآن کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں ۔

قولہ: معارف القرآن لأستاذ الکبریا الموفق
پہلی تفسیر ان مجیدہ تفسیریں استاد کبریا مکتوب

عالم مولانا الطبع مفتاح محمد شیعہ
علم مولانا شیخ محمد شیعہ دیوبندی کی تحریکات

الذی یزید فی طاعت عبادہ المبارکۃ فی ہر صبح و بعد از نماز صبح است شیخ سرور حقاری کی

عاقبة فی ثانی مجلدات مطبوعہ ۱۰

[illegible]

جاء جميع على التمام اور ان کے نزول کے واسطے میں قرآن کریم کی آیات اور ان سے حاصل ہونے والی احادیث
قرآن پر نظر فرمائی۔ امام ربیع کا مستحب یہ نہیں کیا گیا۔ نہ انہیں بنیاد بنایا گیا۔ اسطورہ امام ربیع مبارک
قریبی طور پر انہیں اسکا حال آپ نے ایک دوسری کتاب کا سر اور اگلاں یا جس کے متعلق ارشاد فرمایا -
واقصوت جيزة آخر السيرة الاظهر والا نلد مستغربة معصاة (نقطة العبد بعد مية صلا)

اس دربار کا نام - التفریح بالقرآن فی نزول المصحح رکھ کر اس کے بارہ میں حضرت امام سادات حضرت محمد

الجبوری فرما کر فراموش فرما گئے ہیں۔

التفریح بالقرآن فی نزول المصحح رسالة لطيفة
حصلت في اربع مئة صفة جميع الشيوخ اعمريت
نزول جليل عليه السلام من جميع المظان
من كتب الحديث مما انفرد اليه نظره
المصحح وفكره الخاص وطابعه الفريد
مطهره من المسانيه والمجاميع والمصالح
والاعلام مستغربة عن جميع سبعين حديثا
في هذا الباب بين المصنف وحسان وقوة
زوقه وكثيرا حل من سلعته من الامعة
من الامعة ممن حاولوا فيه التأنق وحسن
ان المصنف الشوكاني لم يترك في رسالته
التفريع فيها التفرع في المنظر والهدى والمصحح
بأن يجمع أكثر من تسعة وعشرين حديثا
مع سعة اطلاع وطرفة الاطلاع الفريدة
من كتب الحديث في بلادهم ومنهم اربعة من
آثار الصحابة رضي الله عنهم في هذا الباب

والتفریح بالقرآن فی نزول المصحح ایک لطیفہ
ہے جو ہمہ صفات میں مکمل ہے۔ جس میں حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول میں ہر قسم کی قرأت
کی کتاب سے ہرگز نہ دست سے وہ تمام احادیث
جمع فرمادی ہیں جو مکمل کی وسیع نظر اور غور و نظر
اور اس کی تفریح کے لیے انہوں نے مساندہا جمع اور
صالح و صحیح کی کثیر فضائل کا کمر لیا اور مستغنیہ کے
ساتھ مطہر فرمایا اور اس میں صحاح معانی شریفین
جمع کر دیں۔ آپ کے چوتھے آیت کے جوہرنگہ اس عنوان
پر جو احادیث جمع کر چکے تھے ان میں ہر ایک
کثیر تعداد کا اضافہ فرمایا۔ یہاں تک کہ بعض شراکت
اپنی وصحت اطلاع اور کتب حدیث کے مستند
ذات کی ان کے ان امور کی کے اور اس بار سے
میں انہیں امام ربیع سے زیادہ جمع کر چکے تھے۔
حدیث کثیر نے ان احادیث کے ساتھ ان تیس
آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی جمع فرمایا تھا۔ یہیں پر

ما اطلع عليها وهي نحو ثلاثين اثرا في ادب
مسالة مليحة عافلة في بابها بتيمة بين
اثرها وتبها احد اصحابه مفضل والعلما
الديوبندية محضرها و مولانا محمد
شفيع الديوبندي حنفي مي کو دام فخر دایہ علوہ دیوبند
لئے لکھا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب روضۃ الشریعہ صحن التفریح کے مقدمے میں حقانہ کشمیری کی کتاب
عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے رقم فرماتے ہیں :-

اور آیت اور سرورِ قدس کے واسطے سے اس کتاب (مکتبہ) کو
 دوسرا پختہ و مستحکم و تقویتاً علی الظہار —
 لکھا جانے لے، جمیع ہذا الاحادیث مبارکہ
 حبیبہ، و منفعة الناس عظیمہ جعلها
 حبلاً بڑا سے جمع جمیع ما انتہی الیہ
 النظر فی اکتب الحدیثۃ الّٰہی یحکم
 المصطلح علیہا واستوعب سائر التجلّٰت
 مستحکمہ فی المطالعہ لظہور ہذا النہا
 فیما بحمد اللہ منہا عدد لم یطبع علیہ
 کثیر من العلماء المتفقین فی فضلہ عن ائمتہ
 والاقراب حتی ان الشافعی الشوکافی —
 من علماء القرن الثانی عشر۔ لکھا
 فی هذا الباب رسالۃ مباحث التوضیح فیہا
 لشرقی المتظر والجمال والمجید علیہ السلام

الغزائیہ مع تفسیرھا مثل ۵۴
 مع اہل کی ایسی تفسیر کے جو ایسی اعاویث سے
 جو ہم نے پیش کی ہیں نہ تھے۔ وہ اپنی گنہگار
 ہمیں نہ کرے نہ قرآن و سنت تعصیت و ترک
 کے ساتھ متاثر ہیں تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ
 اس کا ادنیٰ تر ہی جڑ بھی پیش نہیں کر سکے گا۔
 وہ سب اس کام کے لیے ایک دوسرے کے دغا
 بھی ہی جائیں۔

حضرت منشی صاحب نے کتاب ذکر ربيع حلب موصوفہ پر فائدہ جلیلہ کے تحت ایک عجیب
 اور قادیانی دہائی کے خلاف ایک مسکت بات لکھی ہے جس کا افادۂ عام کے لیے نقل کرنا ضروری
 سمجھتا ہوں۔

اس وقت اس میں کچھ بچے لگا رہا چکے ہیں۔ اس سے آگے یہ جان لیا جا رہا کہ فقیر الہی نے اس
 امت میں کسی مودی نبی کی بعثت کو قطعاً ہی نہیں فرمایا بلکہ نبوت کے نام سے جو چیزیں مروج ہو گئے
 سید مرسل خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کھینچ کر فرمایا گیا۔ اور اس کی سچے بڑی دلیل دیا جاتا ہے
 کہ اگر کسی شخص نے نبی کا نام مقصد ہوا تو قرآن کریم اللہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خاریت بیخ اور
 استثنائی واضح الفاظ میں اس سے جحد کر دیا۔ فرمایا کہ قرآن و حدیث نے میرا بیخ علیہ السلام کو
 بیاں کیا ہے کہ جیسی علیہ السلام تو لوگوں میں اسلام سے پہلے اور اسلام میں نوازہ معروف شخصیت
 تھی۔ بخلاف انبیاء الہدیہ وراۃ عالم احمد قادیانی کے کہ مرزا صاحب ایک غیر معروف شخصیت ہے۔ پس
 لہذا اس کی استیلاج اور ضرورت تھی۔ کہ اس کا نام اہل کے والدین کا نام اس کی پیدائش اور قتل وراثت
 اس کی عمرو اس کا گھر وراثت وراثت اور اس کے اعمال و اخلاق اور اس کے زمانے میں لوگوں کے احوال
 اس کا وقت و مقام اور ہائے مدنی و غیرہ کو سیرۃ النبی علیہ السلام کے ذکر سے زیادہ مشہور کے ساتھ پیش
 کیا جاتا۔ چرچہ اب اس میں سے کوئی چیز بیان نہیں کی گئی بلکہ اس کا اشارہ محکم نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے خلاف

فصوص کلوت و قرات سے وارد ہوئے۔ اور جنت و سعادت کے قطعی انقطاع اور جنت و سعادت کے دلی
کے کفر پر آیات و قرائن اور عوارض متواتر سے عیث کے یکے فیصلہ کر دیا۔ اور باوجود اس کے کہ فصوص قرائن
مستند ہے اس کام میں جس کی اہمیت قیامت تک و شرقاً و مغرباً ہوگی کا احاطہ کر لیا ہے۔ اور مجدد متون
کی فلاح کی قیامت گنیل ہو گئی ہے۔ تاہم کسی نئی جہد کے آئے گا کہ اس کی حصول شاندار اور فی ثلثین تک
نہیں ہوگا اس وجہ سے جس بقیہ کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ حضور خدا کے بعد کسی نیا نبی صلاہی نہیں آئے گا۔
کتاب کے فوائد جلیہ کا صرف اس مختصر اقتباس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب صرف غرر دلی حضرت
علیہ السلام کے بارے میں ہی تحقیقاتی مادہ اور معلومات دہی اور فصوص ملاحظہ پر مشتمل نہیں بلکہ قیامت
کی دس ہائی علامات کے بارے میں بھی مصدقہ دستند معلومات کا گنجینہ ہے۔ جدید اثباتی جیسے علامہ
عبدالمکرم ابو ظفر نے بہترین حاشی و تعلیقات اور اصلاح کے ساتھ اور طباعت کی عمدہ کاریوں کے ساتھ
شائع کیا ہے۔ ۲۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر شمارہ کی میں پچھنے کے قابل ہے۔ کتاب کے آئندہ
میں حضرت مفتی صاحب کے نہایت مفید اردو و سائنس موجود کی پہچان کا عربی میں ترجمہ ہر ایک عزیز و
مقیم مراد نامہ مفتی عثمانی زکریا صاحب کے قلم سے "جدول کاشف باعتراف و المسنة من اعمال
المسیح الموصوفہ علیہ السلام" جو بیشتر صفحات پر مشتمل ہے ضمیمہ کے طور پر لگا دیا گیا ہے
جس کی طرح جلی علیہ السلام اور الشیخ الکذاب سوزہ بہاب مرزا اعظم احمد علیہ السلام کا اقیانوس و انوار
روح کی طرح نیا ہی ہو جائے۔

کاش تھو ختم جنت پاکستان اس مفید کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ کر دیتی تو اس کی خدمات عظیم
میں اضافہ ہو جاتا۔

ختم نبوت کامل

جیسا کہ پہلے گزر چکا مرزا غلام احمد کے بے سرو پا دعویٰ احمد اس کے باطل دلائل اور بیہودہ اسلام میں
ختم نبوت کی کچھ کوششوں نے حاشیہ کو عقیدہ ختم نبوت اور دیگر مسلم دینی عقائد کی علمی و دلی مخالفت کے

یہ بھی کر دیا۔ مہاجر خاندان سوسہ اور نظریہ نعم نعت کی حفاظت کا کام اٹھانے والی نے بھی تعلیم پاک و بیہودہ
تعلیم اس میں چاہے حضرت مفتی صاحب نور اللہ قدس سرہ کی۔

اگر بار تحفہ نعم نعت کے ایسے کو دان حضرت علامہ مرحوم صاحب مہذب نبوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ حضرت مفتی صاحب کی عبادت کے لیے بخاری ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب علامہ نقیب میں مبتلا
تھے تکیا نیت کے غلات میں وقت کی کاشتوں میں موم فرما کر چھوڑا انہوں نے کا اظہار فرمایا۔ چاہے
علامہ نبوی صاحب نور اللہ قدس سرہ نے جو باگ، آپ حضرت شاہ صاحب علامہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ اس میں جو کہ کر چکے ہیں، ہمیں ان معادلات میں کیے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور کمال۔

دراثر نیت اور تحفہ نعم نعت کے سلسلے میں آپ کی جو کتاب ہیں، اس میں ایک بڑے نظریہ کتاب
نعم نعت کامل ہے۔ نیز کتاب ہے کہ جو بھی تسلیم الطبع تھری اس کتاب کا مطالعہ کرے گا، اسے مرزا
غلام احمد اور مرزا نیت کے معادلی کے جوڑے ہو جائیں، ان کی شک بھی نہیں رہے گا اور حضور نور اللہ
عظیم کا ہر اقتدار سے خاتم امتیاز ہو جائے گا۔

نعم نعت کا مسئلہ تمام ادبی اور اجمالی ہے کہ قبول حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عظیم اس
پہلائی کی کتاب اور اس کا ثبوت پیش کرنا ایک بدیہی کو نظریہ اور کمال ہوئی حقیقت کو حیرت نہانے کے
مخلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مسئلہ کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی شخص مسئلوں کے ساتھ
نہا تھا، اللہ کا ثبوت پیش کرے۔ (نعم نعت ص ۱)

آہم مرزا غلام احمد تدریسی اور ان کے تلمیذ نے اس قطعی اور اجمالی مسئلہ میں غلط و شقاق کا
دوران کھولا اور غلام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر رہی تعلیم سے بیگانہ نظریہ کی یہاں حقیقت سے بے خبر
فائدہ اٹھا اور اس مسئلہ میں ان میں سے بعض کے دلوں میں طرح طرح کے اذیاد و شکوک پیدا کر دیے۔
وہ ان کی نظر میں اس بدیہی مسئلہ کو نظریہ بنادیا۔ اس لیے اہل علم و ادب دین کو اس طرف متوجہ ہونا چاہی کہ ان
کے شبہات و شکوک کو دور کئے جائیں، اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی میں ان کے سامنے رکھی جائے۔ اس دور
سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کتاب کھنی چڑی ہو کر حقیقت کتاب کا سبب مرزا غلام احمد تدریسی کا
نہی ہونا کہ لکھنے والا کے تشدد و سوال ہی، اس لیے کتاب کے شروع میں مرزا غلام احمد تدریسی کے تلمیذ

ادار کے مختلف عہداری کو پیش کیا گیا ہے۔ پہلا دور جس میں وہ ختم نبوت کے عقیدہ میں عبور مسلمانوں کے ساتھ متفق تھے۔ دوسرا دور جبکہ انہوں نے ختم نبوت کے معنی میں تعریضات شروع کیں اور اپنے غرض اور اقسام نبوت سے بعض کا انحصار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہونا چاہا اور اس جاری رہنے والی نبوت کے مدعی بن گئے۔ تیسرا دور جبکہ کچھ ہندو تشریف اور غیر تشریف نبوت کے مسئلے کو جاری قرار دینے لگے اور خود کو صاحب شریعت بھی قرار دیا۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے تین عنوانات کے تحت میں ملاحظہ فرمائی کہ۔

۱۔ ختم النبوة فی القرآن حاصل مطبع (۱۶۸)

اس حصہ کے شروع میں پہلے تفسیر قرآن کے صحیح مبیاد اور اس کے صحیح طریق پر کام کیا ہے پھر خانوہی آیت کو یہ ہے ختم نبوت۔ کے ہر پہلو کو ثابت فرمایا ہے۔ عربی پہلی آیت۔

ما کان عبداً اباً احد من رجاکم	نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سرور میں
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین	تو کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم
کان اللہ یکتی نوحاً علیہا	نبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ

ہر چیز کا جاننے والا۔

بہت اہل دشنام اور عظیم اور عیوب جمع فرمایا ہے وہ ہر نصف مزاج کے لیے اس موضوع کے بارے میں کفایت کرا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اس آیت کا تفسیر خود تفسیر کریم ہے اور احادیث مبارکہ و آثار صحابہ تابعین سے اور ہر مکرر مفسرین کے اقوال سے کی ہے۔

ایک جگہ نام نہیں میں عبور کے بیان کہہ سکتی ہیں تاہم میں خود صحابہ کا نام لکھنے کے بعد خود فرماتے ہیں کہ انہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہی ختم نبوت کے مدعی معنی باطل و غلط عقول اور ذات ہیں جو کہ عرض کئے گئے ہیں انحصار صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا مگر نسب میں کوئی احساس اور قیاس میں کہنے کا کچھ ان ہے تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی مسند عربی کا مفسر بھی ان چوتھے حضرات صحابہ کی شان اہل کے بعد جان سے دعویٰ کے ثبوت میں کسی قسم کا شک و شبہ

نہیں کر سکتا۔ دردِ بھرِ پادشہ و خلافت کسی بشر کے قبضہ میں نہیں :
 بَلِ الْأَمْرِ لَیْسُ بِدِ اللَّهِ يُصَوِّرُ کَیْفَ یَشَاءُ ۚ وَهُوَ

حضرت مفتی صاحب نے آخرِ تفسیر کے ایسے جامع مکتب اور ثانی دینی تفسیری کلمات نقل فرما دیے ہیں، جسے اگر کافر مسلمان بھی نظرِ احسان سے دیکھے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نبوت سے آخری نبی ہونے اور نئے نبی کے نہ آنے کے بارے میں کوئی خیر نہیں کر سکتا۔ حضرت مفتی صاحب رحمانہ تعالیٰ کا ہر نقل کر دے، اقتباس دیکھنے کے قابل ہے جس کی جامعیت و خوبی کا اندازہ کتاب کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے۔

اس کے آخر میں تقویدی جہالت کا مفصل جواب دینے کے بعد انہیں پہنچ گیا ہے کہ اسے منزلِ جاہلیت اور اس کے عقیدہ دانکان، اگر قرار سے دھنی میں کوئی صداقت کی ہمارے مکتوب میں کوئی نکتہ ہے تو اپنی بجا کردہ تفسیر کا کوئی ثابہ نہیں کہ وہاں اگر وہی جاہلیت مل کر قرآن کے نہیں پڑھتا ہے کسی ایک آیت میں، احادیث کے بغیر تصورِ حق میں کوئی ایک حدیث میں، اگرچہ ضعیف ہی ہو صحابہ صحابین کے بے شمار آثار میں سے کسی ایک قول میں، دیکھو دیکھو کہ خاتمِ جنس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی صورتِ انبیاء بننے ہیں۔ . . . لیکن میں کمالِ شہد قوتِ اعلاناً کر سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اور ان کی ساری امت کی لڑائی چوٹی کا نقد لگائیں، تب بھی ان میں سے کوئی ایک چیز پیش کر سکیں گے ولو کان بعضہم لبعض ظہیراً۔

اس صحر میں حضرت مفتی صاحب نے کل ۹۹ آیتیں تفسیر کے ساتھ ختمِ نبوت کی دلیل میں پیش کر دی ہیں اور پھر فرما دیا ہے : ”مسئلہ ختمِ نبوت کا ہر پہلو قرآنی، لسانی، عقلی، روحانی میں واضح ہو چکا، اس کی نماندہ آیتوں نے ہر سوتلے پورے کو بیدار اور بیدار کو چوشیار کر کے خدا کی حجت اعلیٰ عالم پر قائم کر دی۔ اس کے بعد ہی اگر کوئی ختمِ نبوت پر ایمان نہ دے تو اس کی قسمت : ”فہای حدیث بعدہ یومنون جس کے بعد وہ کوئی سی بات پر ایمان نہیں لگے :“

دوسرا حصہ ختمِ نبوت کی دلیل ہے۔ اس صحر میں مفتی صاحب نے دو سو سو احادیث کو پیش

کیا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو ثابت کیا۔ اس حصہ کے شروع میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے ختم نبوت کے منواتر ہونے میں کوئی خیر نہیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا منواتر بھی اس منہج کا منواتر ہے جس منہج کا انصورت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدات اور قرآن مجید کا قوا تر ہے۔ (ص ۱۱)

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے امارتِ صحیحہ سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نقل، ہدفی، تفسیری، اور تفسیری، انضامی یا استثنائی نبوت کا ابطال کیا ہے۔ دلائل کا یہ عجیب ذخیرہ دیکھنے کے قابل ہے۔

اس کتاب کا قیاسل احسنہ نعم النہیۃ فی الذنوب ہے۔ چھ صحن حضرت مفتی صاحب جلالہ تعالیٰ کے طور علمی و معیت مطالعہ اور وقت نظر کا نمونہ ہے۔ جس میں اجماع صحابہ، اجماع ائمتہ سے حضور الہی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر شخص کی نئی نبوت کے انکار کا ابطال کیا ہے۔ سب سے پہلے اجماع کی حقیقت بیان فرماتے کے بعد لکھا ہے کہ اجماع میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ قطعی اجماع صحابہ ہے۔ ۴۲۵۔

پھر یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کاسب سے پیدا ہوا جس سے ختم نبوت پر اس کا حکم
کے نزدیک واجب القتل ہونے پر ہوا ہے۔ صفحہ ۳۴ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
نے ان اسی جلیل القصد صحابہ کے سارے نقل کئے ہیں جو ختم نبوت کے ثابہ ہیں۔ اجماع صحابہ کے
بعد محدثین کرام، مفسرین عظام، فقہائے عظام، موصوفیائے عظام، متکلمین تمام کے اقوال اور شہادتوں
سے پوری استقامت و ثبات سے آج گمراہ عقلمندوں کے عقیدہ پر جمع ہونا ثابت کیا ہے۔ حضرت
مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش حیرت انگیز علمی و روحانی خدمت ہے جس کے بعد کوئی شخص
مذہب انھیں ختم نبوت کا انکار نہیں کر سکتا۔

ہمت کے اس عظیم دینی علمی دلائل کے ذخیرہ کے پیش کر دینے کے بعد کتب خیر کی کثرت و تعمیل
 خیر و خیر بہت کوشش کرتے ہیں۔ اس عہد مشرقی دلائل کے بعد عقلی دلائل سے مرزا کے اکابر و

وہادی کا تلخ کس اور ختم نبوت کا اثبات کیا ہے۔ کتاب کے انہیں مزائیکوں سے مدد ملنا نہ پہلی بے جاکلان
 انتخاب کی طرح روشن ریاضات و خصوصاً اور جزا میں واضح کو نیز نصب و غرضی کے دیکھیں مکان پر واضح
 ہو جائے گا اس کی مدایات کے ظہیر و غازیں کسی کی غیر تشریحی یا ظنی یا ہفتی یا طوی یا کھاری یا جودی یا
 غیر مستقل نبوت کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اور نبوت کی ہر قسم کا کی اختلاف انتخاب کی طرح واضح
 چار سو صولات کی اس کتاب کے مندرجات کو یہ غامی و قاصر رقم کیسے بیٹھے چند غفلتوں میں اتنا
 کیا جا سکتا ہے کہ وہ نہایت ختم نبوت پر اوروں میں ایک نہایت ہی قابل قدر و عظیم دستہ
 وائی متاثر و مطلع کتاب ہے جو مصنف علامہ کی فضیلت کی آیات و ریاضات میں شمار کیا جاسکتی ہے۔

حدیث المحدثین فی آیۃ خاتم النبیین

یہ کتاب حضرت مفتی صاحب اور رند و قند کا جوابی کی عمر کا وہ صولات کا لکھنا یا نبوت میں مدد و جواب بطور
 ہے جو اہم حصہ حضرت محمد نور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ارشاد پر لکھا گیا اور جسے بالآخر کلام حضرت علامہ حضرت
 بنوری و رند و قند نے اپنی اتنی عرض میں ایک لکھ چھپا کر عالم عرب میں تقسیم کرنے کا مقصد بنایا اور جس پر
 حضرت نور شاہ کشمیری، حضرت مفتی عزیز الرحمن، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی، حضرت مولانا اعجاز علی
 مولانا محمد رحیم بنوری جیسے اہل علم و فضل کی تائیں سے برقرار رکھ موجود ہیں۔ حضرت کشمیری قدس سرہ
 اختلاف نبوت اور ابطال قدیم نبوت کے بارے میں کتاب کے فوائد کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنی طریقہ کے
 انہیں لکھتے ہیں۔

وہا کہ رسالۃ تفسیریۃ حدیثیۃ	آپ کے ہاتھ پر ایک رسالہ پیش ہے اور اختلاف نبوت
کلامیہ تفسیریۃ و عید و الہک	اور قدیم نبوت کی تفسیری و عید کی کوئی طاقت پر مشتمل
کتاب ادیب۔ یسوی الفاضل	ہے عرب و ہنر و مال و مال ہے اس کے الفاظ و دل و
صداۃ الروح فی البدن و دفع	و خارج میں ایسے صریح کرتے ہیں جیسے جہاں میں مدح

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی کے در شمار میں صاحب کے وہادی و علوم میں اعلیٰ کیے ہیں۔

فی قلب المؤمن كحلولة الإيمان
وہجری فی العروۃ كحش اللہین
اور ایمان داخلے کے دل میں اس کا ذوق ایمان کی عداوت
کی طرح محسوس ہوتا ہے اور اس کے ثمرات لوگوں میں
خاص دور کی طرح نمودار ہوتے ہیں۔ (مشق ۱)

ان لوگوں کے ان بیش بہا تقاریر کے بعد اس کتاب کے بارے میں اس بات کا کچھ گھٹنا جوت نہ
حاصل حاصل ہے تاہم تعارف کے طور پر چند باتیں عرض کئے دیتا ہوں۔

۱۔ اتحاد میں مرزا صاحب کی کتابوں سے اس کے نبوت و فیوض کے دعویٰ کا اتنا محکوم و اجماع کیا گیا
ہے کہ جو ۶۰ مثنوی گیر کے دلیل و دعویٰ باطل اور صحیح و دلرب سے قاری کو مقصد ہونے لگا، اگر یہ کتاب
۲۔ پہلے باب میں ختم نبوت کا اثبات قرآن عظیم کی آیات کریمہ سے ہے نیز تیس آیتیں نقل کر کے ان

کی شرح کی گئی ہے جس میں آیت ما کان محمد ابا احد من رجبہ وکن رسول اللہ و خانم النبیین
کی تفسیر سب سے زیادہ شرح و مبسط سے ہے جو کتاب کے چار میں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور جس میں قرآن
کی صحیح تفسیر کا وسیعاریان کرنے کے بعد اہمیت کی تفسیر، ان عرب ۱۰۱، قرآن مجید ۱۱، احادیث مبارکہ
۱۱، آثار و مناقب ۱۱، احوال ائمہ کرام ۱۱ سے کی گئی ہے۔ اور ان میں ازاد انبیاء کے عنوان سے
مرزا نبوی کے شبہات باطل و تحریفات و اس کا طغی و سکت جواب دیا ہے۔

۳۔ دوسرا باب ختم نبوت کا اثبات احادیث مبارکہ سے ہے اور چار میں احادیث کی شرح اور لغات
مستطوع کئے گئے ہیں اس باب کی تمہید ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

لا یخفی علی المسلمین ان الاحادیث
الواردة فی ہذا الباب کثرت من
تخصی لا یشک فی توانہا المعقولات
کسی اور خمس دستاویزی میں مخصوص پر بات مخفی نہیں
چکہ ختم نبوت کے باب میں احادیث اس کثرت سے
وارد ہوئی ہیں کہ شمار سے زیادہ ہیں اور اس میں

ان حضرت تمام علوم و اقوال و تمام علوم و اقوال و تمام علوم و اقوال میں ہی ملے پر مدد دینی بعدی کو معجزی
نقطہ سے حریف ہے اور اس کے ساتھ کہ کافر و زور دیا ہے۔ وہ نہیں رہے کہ ہمارے لوگوں اور ہمارے حضرات و مومنین کی اس
کتاب کی بعض باتوں کو باقی و باقی سے کاشک و دعوئی کرتے ہیں کہ ایمان باطل حضرت مرزا و مومنین حضرت
صلی علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ ان کے نبوت کے قائل تھے۔ و قائل باطل علی الکفار ہیں۔

بل جنتہا کاتہ فیج میلغ التورہ عقلی
ایضا حتی قال ابن حزم الاندلسی ان
تواترہا کتواتر القرآن العظیم ونبوة
علیہ الصلوٰۃ والسلام العظیم حیث صرح
فی العلل ۱۰۰ ج ۱
وفد صرح عن رسول اللہ علیہ
سلم یقول ان الذی فی اللہ یؤمن
اعلامہ وکتائبہ اللہ یخبر انہ
یؤمن بعدی الخ
وقال ابن کثیر ما مر تفصیل
ہذا بعض التاخر ویدل علی
یروت الاحادیث المتواترة عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من حدیث جلیل من الصحابة
رضی اللہ تعالی عنہم
لقد اعلی اللہ ہدوہ وحقائقہ
وحواکم فی امتوائہ ببطلان

کوئی شک نہیں کہ یہ احادیث معنی تو اس کے یہی ہوتی ہیں۔
بلکہ ان میں سے بعض تو اس عقلی کلمہ کے یہی ہیں۔ وہاں تک
کہ علماء میں من و اویسی کے لئے کہا کہ ان کا تو تواتر یہی واضح ہے
وہ اس ہے جیسا کہ قرآن عظیم و اس پر علی الحدید و سہم کی
نبوت کا۔ جیسا کہ انہوں نے علی مرتضیٰ پر تصریح کی ہے
کہ یہ مراعت حضور الہی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کثرت و
حضرت نے نقل کی ہے جن کثیر تھیں حضرت نے آپ
کی نبوت، ہجرت اور ان کے کتب نقل کیا ہے، انہوں نے آپ
کا، ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا
اور جن کثیر نے کہا کہ جس کی تفصیل اور یہی
ہے جس کے بعض احادیث یہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے خاتم النبیین ہونے کے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے حدیث متواترہوں میں، جو صحابہ کی ایک
بڑی جماعت سے نقل گئی ہیں، یہی مذکورہ بالا حدیث کے
مواہم و حقائق ہیں، جنہوں نے حق نبوت کی احادیث کے کثرت
ہونے کی مراعت کی ہے۔ جس پر اس زمانہ واجب ہے جس
حق نبوت کے ملکہ کو کافر کہ جائے گا، جیسا حدیث میں مذکور ہے

[illegible]

ہے ولذا کفر و امینک وہ ضد، قال
السید الاوسی ما ضد و کونہ
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
ما نطق بہ الا کتاب صریح
بہ السنۃ واجمع علیہ الامم
فیکون فی خلافہ و یقتل ان الحق
لے کہ ہے۔ جس کی عبادت یہ ہے۔ حضور خود صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام نہیں ہوتا ایسی دینی بات ہے جس کے
بارے میں قرآن مجید کے تعویج و فرائی اور حدیث نبویؐ نے
صراحت طور سے ان کو بیان فرمایا۔ اور اس پر تمام امت کا
اجماع ہے۔ اس پسند کے ملکہ کا کفر بھی جائے گا۔
اور اگر ملکہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد خود اجماع بھیجیں سے، انا ہی صحاح ستہ سے اور، اور حدیث کی کتب جنہو صلی
۱۲۲ احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۴۴ احادیث ایسی ہیں جن سے ختم نبوت کے معنی عیناً پورے ہیں۔
۴۰ نمبر باب، ختم نبوت کائنات، اجماع امت سے ثابت کیا ہے۔ اس باب کے شروع میں صورت مفتی
صاحب رحمت نے طریقہ نام فرماتے ہیں۔

فأعلم ان الامۃ الامیۃ من لدن محمد
النبی اکرمہم صل اللہ علیہ وسلم ان یومنا
هذا عند اجمعت علی ان کل نبوة بعد
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم محضہ و مقطوعہ
وکل من ادعی ذلک کان کافرا جاحدا
اجمیع و قد مننت الذہور و انقضت
الفرق و وهو علی ذلک صلتا
جس کو کہتے ہیں کہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں
و حال ہے اور وہی شفق عصیہ پر ناسطہ صدیاں
گزر گئیں کہ وہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں
گزر گئیں کہ وہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں

صورت مفتی صاحب نور نے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد خود اجماع بھیجیں سے، انا ہی صحاح ستہ سے اور، اور حدیث کی کتب جنہو صلی
۱۲۲ احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۴۴ احادیث ایسی ہیں جن سے ختم نبوت کے معنی عیناً پورے ہیں۔
۴۰ نمبر باب، ختم نبوت کائنات، اجماع امت سے ثابت کیا ہے۔ اس باب کے شروع میں صورت مفتی
صاحب رحمت نے طریقہ نام فرماتے ہیں۔
فأعلم ان الامۃ الامیۃ من لدن محمد
النبی اکرمہم صل اللہ علیہ وسلم ان یومنا
هذا عند اجمعت علی ان کل نبوة بعد
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم محضہ و مقطوعہ
وکل من ادعی ذلک کان کافرا جاحدا
اجمیع و قد مننت الذہور و انقضت
الفرق و وهو علی ذلک صلتا
جس کو کہتے ہیں کہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں
و حال ہے اور وہی شفق عصیہ پر ناسطہ صدیاں
گزر گئیں کہ وہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں
گزر گئیں کہ وہ تمام دھوکا دہیوں پر ناسطہ صدیاں

ارند، او کھنر بقتل مدعیہ

جاستے، تو یہ دعویٰ اور کھنر کفر ہے اور اس کا منہ

فصل کیا جائے گا۔

اس قسید کے بعد چوتھا جہاں دیگر مری پر کے، اساتے گراہی نقل کئے گئے ہیں جنہوں نے حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نام نبوت کی تصریح فرمائی ہے۔ اور نبوت کے نام کا اطلاق جس بات پر بھی
ہو سکے اختراع قطعی کو بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد اچھا امت و اکابر جماعہ و فقہاء مفسرین اور صوفیہ
کے اقوال اس کی تائید میں نقل کئے ہیں۔ جو ہر لہجہ و پسند و نفی کے لیے حجت و دلیل و بران سالیح ہیں۔
اور اس کی تسلی و تسخیر کا سامان ہیں۔ آخر میں کتب اہم سابقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء
ہونے کو ثابت کیا ہے۔ مگر اب مسئلہ جو میں تصنیف ہوئے کے بعد جو اپنے موضوع پر غور و مفید
نافع اور چرچے سے بھر جائے کے کافی ہے۔ اس ایک سو چھ سو صفحات کی کتاب میں حضرت مفتی صاحب
نور الدین مرقہ نے اس عنوان پر قرآن و سنت اور اسفار و کتب و تراجم کا عطر و خلاصہ پیش کیا ہے۔
بندہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص بھی جو اسے ذہن اور حق کو شہ کی نیت سے اس رسالہ کو پڑھے گا اس کیلئے
یکافی و کافی ثابت ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مقام صحابہ

حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم انہیں کی پاک ہستیاں انبیاء علیہم السلام کے بعد شہادت
کا خلاصہ و سر امتیاز و شہادہت کا سینا و اونیہ تمام انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ
نگاہ و کرم کی پروردہ اور آپ کی زندگی کا کاد و سر ہیں۔ یہی قدسیوں کی جماعت آپ کے علم و عمل کی حامل
و امین و حامی اور ان کی زندگی کی شاہد و گواہ ہے۔ خصوصاً وہیہ قرآن کریم و احادیث نبویہ کے پہلے
رویہ صحابہ کرام ہی ہیں۔ اگر ان کی دیانت و تقیہ و ہمت کو ملاحظہ کر دیا جائے تو اسامہ اور سیدہ رضی اللہ عنہما
احسن و احسن صحابہ و صحابہ پر سے راہباز باللہ، اہتمام و کاسب سے حکم و تدبیر ملاحظہ ہو جائے۔ اور
یہی توہم کی عظیم ترین سند و حجت سے جاتی رہتی ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمات عالیہ
نزی و تاریخی خصوصیات نہیں۔ بلکہ ان کی حیثیت و دینی ہے اور دینی کی امتداد کی سب سے مضبوط
اور مستحکم کڑی وہی ہے۔ امت کے نزدیک یہ مسئلہ اور شرف و امر ہے کہ اسناد و دین ہیں۔ اس لیے

صحابہ کرامؓ میں سے کسی آدمی میں، بلکہ خود میں اور حضورؐ نور علیہ وسلم کی زندگی کے طبعی اور نظریہ میں اور حقیقت اسلام کی برتری و حقیقت کا ثبوت میں جن کی شخصیت پر خصوصاً قرآن اور روایات نبویہؐ کافی ہیں۔ یہی تو قدیموں کی وہ جماعت ہے جن کا ذکر امام ساجدؑ کے صفت کی زیست بنا، جو کبھی غازیان کی چوٹیوں سے تری اور کبھی تورات و انجیل کے سوز و آبی کی زیست تھی۔ اس شخص کی زندگی کی کرامت نے ہر دور میں اجماعی طور پر تفسیر سے بالا کھڑا کرنا نہیں دیا اور اوقات و احوال کے ساتھ اور نمود کا اپنے کو محتاج سمجھا اور ان کی زندگیوں کے نقش و نگار کو ان کی مجموعی زندگی کے عین پر کھینچا۔ اس طرح سجادؑ کی کرامت نے دین پر عمل کے سہرا کا دین کے، جتنا دینی مشہورات کی خصوصیت ایک نبی پر عمل کرنا کرے جو خدا کا سکوت اور صبر علیہ کو اپنا شیوہ بنایا اور ان کی مشاہدات میں بھی اپنا ہی ان کے ایسے نمونے تلاش کیے جس کے پیش کرنے سے باقی لوگ حاضر ہیں۔ ان کی زندگیوں کو معرفت تاریخی روایات کے ربط و وابستہ نہیں کر لیا گیا بلکہ انہیں قدوۃ الاسوۃ قرار دی گئی جو ان کی زندگیوں اور ان کے شعور و قدم کی جستجو و یافت ہو شان و نیاز سے کی گئی۔ اہل سنت و الجماعہ کا پیشوایہ مسلک و راہ انہوں نے انہیں، نور انہیں، نور انہیں اور فرقہ و فساد بلکہ تفریق تک کی نام موجود، غیر متقبل، موضوع و ماحول روایات سے صحبت خیر الایمان علیہ السلام علیہ وسلم کے عالم میں صبر کے، صبر و شہیدانہ طریقہ پر کوئی ایسا شخص نہیں ملے دی۔ اور ان کے متعلق بہت کامل احتیاط سے کسی اور پر قدم بچھو تک چڑھ کر رکھا اور معرفت صحابہؓ کو ایک خاص علم قرار دیا اس پر لے شمار پیش کیا گیا کہ انہیں گھسیں اور حقیقت یہ ہے کہ سید الانبیاءؑ حضورؐ نور علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب قرآنی کریم اور آپؐ کی عبادت مبارکہ کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپؐ کے تربیت یافتہ انہیں کتاب اللہ نے دو اور بن موز کے الفاظ سے نوازا کہ تورات و انجیل میں بکمال بات نقش قرار دیا ہے، صحابہؓ کے بارے میں اعتقاد عام احتیاط کی جاتے کہ حضورؐ نور علیہ وسلم نے تفسیر قرآنی تھی۔

اللہ اللہ فی احوالی لا تشددہم اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہؓ کے بارے
خوضاً من بعدی فمن اجتہد میں خیر و در جو میرے بعد انہیں اپنے ضمن تنظیم
فبحی اجتہد ومن ابغضہم ملامت و تنقید کا نشانہ نہ بناؤ اگر اصل بات یہ ہے
فبغضوا و بغضہم من اذاہم کہ میں نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے
نفذ اذانی ومن افانی نفذ ان سے محبت کی اور میں نے ان سے بغض رکھا تو

اذی اللہ فیو شک ان یاخذہ
(جمع الفوائد للشیخ ج ۲)
وہو اللہ تعالیٰ عبد اللہ
(ابن صفوان)

اور اصلاً میرے بعض کے سبب سے ہی ان کے بعض
دیکھا اور میں نے ان کو یاد دی اس نے مجھے ایسا
پہنچائی اور میں نے مجھے یاد دی اس نے ان کو
کو یاد پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو یاد پہنچانا چاہے
تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں پکڑے گا

حضرت صاحب کلام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت ابو نعیم احمد بن محمد بن یوسف بن عیسیٰ بن عروہ
مروانی نے عیبات کے قصہ میں خوب کہا ہے۔

اذا قلنا الرجل انه صواب اور انھیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالیک
بہ مزینہ و فضیلہ فی قرة ایامہ
شدۃ یقینہ و کمال اخلاصہ عن علو
حسن علمہ و ادق سیدۃ انارکما
عبد اللہ و زہد فی الدنیا فکاننا
اجتہا علی کمال و جمال و کمال فضل
و نبیل فاذا ذلک بلغ تعیرا و جہ
لا شمت فضل و کمال قال سیدنا
عبد اللہ بن مسعود و رضی اللہ
عند ذلک الصحابی الجلیل
الذی قالہ عبد سیدنا الطارق
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
علما و فضیلا فی اصحاب سیدنا
الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
او قولک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جب ہم کسی شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ صحابی
جیسے اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
دیکھی ہے تو صواب کی قوت و ایمان و شدت و یقین
کمال و علم و حسن عمل و جہاد اور اللہ تعالیٰ
کی مرضی و چیزوں کی ترجیح اور دنیا سے بے رغبتی میں
فضیلت و کمال سمجھنے کے لیے یہ لفظ صحابی اہم ہے
لیے کافی ہے۔ گویا احباب ہم کسی شخص کو صحابی یا اس
کے لیے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے
ہیں، تو اس شخص کے لیے ہم ہر کمال میں انصاف و
شرافت کو ثابت کر دیتے ہیں۔ ذکر لفظ صحابی میں یہ
سب کچھ موجود ہے۔ اس طرح صحابی کے لفظ کا
استعمال ضل و کمال ثابت کرنے کے لیے صحیح ترین
اور شہر ترین تعبیر ہے۔ صحابی جلیل سیدنا عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ و جن کے بارے میں سیدنا طارق
رحمہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم و فضل و جہاد و
تخلی میں ان (۱۱) میں مستثنیٰ کا ارشاد ہے وہ اصحاب

کانوا الفضل هذه ابراهيم عليا
 واعلموا عليا واقبلها انكفوا انكفوا
 الله الصفة تيبه صلى الله عليه وسلم
 ولا تأمروا منكم منكم منكم منكم
 وانتم منكم منكم منكم منكم
 استطعن من احل الله منكم منكم
 فانهم كانوا على الهدى المستقيم
 (حقیقت)

• صحابہ کرامؓ کو گناہ کیا بیان کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سراجِ خلافتی نبیوں کا نام نہ اور نہ وہ انصاف کی پیشکش تھے۔ نہ ان کا کچھ بڑا خاصا گناہ تھی جس سے ان کو ایک قرن سے زیادہ سزا مل سکتی ہے۔

اُنکے عشاق گئے وہاں نہ رات کو۔ اب انہیں ڈھونڈ چھوڑا رخِ نوبال کو
 اُنت ہیٹھ سِرِ جلوہ و خزانہ عالمِ طبع کی امتحانِ قد و منزلت کرتی رہی اور جیسا ہے ایک
 - تمام خاصہ کمال کجھ کر انِ نجومِ بڑیت کے طبعِ پانی رہی اور اپنی زبانِ دھرم کی تنقید و اعتراض سے
 بھرا ہے بلا کجا۔ اور اہل سنت و اجماعت کا ایک خصوصیتِ امتیاز یہ ہے کجا گی کہ وہ مخالفانِ محبتِ نبوت
 اور والدینِ موز کے اس زور و مقرین کو قد و درجنا بھگتی ہے۔ ان سے راہِ پانی ہے۔ اور اپنے کو
 "دوبین" جانی کر انِ نفوسِ قدسیہ کی جانچی و تنقید اپنے "زمینی و خود ساختہ" پرمانوں سے نہیں کرتی۔ اور
 زمینی تاریخی روایات و حکایات کے "طبع و راس" کو معیار بن کر ان خاصانِ خدا کو بدعتِ جرح بناتی ہے۔
 منہ جراتِ صحابہ کے بارے میں ان کا عمل رئیسِ اتباعین حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے
 اس نزدی و رشک رکھتے ہیں اور مکتوت ہے۔

وَقَدْ سَمِعْتُ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ
عَنْ قَتْلِهِ فَقَالَ قَتْلُ
شَهيد ۱۵ اصحاب محمد صلي

حضرت حسن بصری سے صحابہ کے باہمی قتال کے بارے
میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ ان کا قتال میں اصحاب محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے اس سے بدعت کی ضرورت

[illegible]

اللہ علیہ وسلم وعبداً وعلوماً
وجہلنا واجتہوا فاقبعت
واختلنوا فو قفساً
(تفسیر قرطبی سورہ حجرات)

یعنی ہے وقت تھے اور ہم غائب تھے اس لیے
حقیقت حال کو چوراہے پر نہیں جانتے اس لیے جس چیز پر
ان کا اتفاق ہوا اس میں ہم نے ان کی پیروی کی اور
جس چیز میں ان کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف کیا۔
سکوت اختیار کیا۔

کیا قیامت ہے کمال سنت والجماعت اور جمہور علماء امت کے متفقہ ملک کے خلاف اس حد
کے بعض اہل قلم نے یہاں تک کہ جو "تجدید ملت" اور "اصلاح امت" کے نام سے اپنی اور طریقہ سلفانہ
اہل سنت والجماعت کے تدوین اپنے کو شمار کرتے ہیں۔ نیز انھوں نے ان خیالات سے
آپس انھوں اور ان میں اصحاب جہل و ابلہ کے بعض ممتاز افراد اور خصوصاً اور باقی اصحاب
کو ملوث اپنی تعبد کا تحفہ مشق بنایا ہے اور ان کا العیا قرآن شدہ "حماستہ" عام ایمان اور جلال تاریخ
کی طرح عمومی مبارک تاریخ پر کیا ہے اور اسے عصر حاضر کی ایک ہم ضرورت قرار دے کر اپنے
ایک دینی فرض کی ادائیگی قرار دیا ہے۔ کہ وہ ان کے نزدیک صحابہ بھی تاریخ انسانی کے عمومی رجال
منصب دہاے تھے، اہل کائنات دینی مقام خاص نہ تھا اور نہ ہی "اسلامی جرح و تعدیل" کی مسدود قیود
اور مشابہت صحابہ کے بارے میں کتب احسان کی پابندیاں کوئی اہمیت رکھتی تھی۔ کاش شیخ
فیروز خان کا یہ حکیمانہ قول ان کے سامنے بڑتا۔

نہ ہر جائے مرکب تو اس ماضی کو جا جا سہرا یا یہ اندام خضی

تو وہ صحبت نبوت کے ان تاجداروں اور عظامی مشغرت و غفران اور ضائع حق کا مسلما نے دے
اس بزم و مندرگاہ پر اپنی نوابی ملندہ کرتا۔ اور نہ ہی صحابہ کے بارے میں جمہور امت کے چودہ و کار
کف کسان کے تدوین اصول کو توڑتا۔ امت کے اساطین عہد و فتوہ، مفسرین اور متکلمین، فیما
مضمر و بیہم کے بارے میں مذاہب کے جس اصولوں کی پیروی کرتے رہے ہیں۔ وہ انھیں وہاں سے
اور ہر دور کے علماء کا شافی و کافی جواب دیتے رہے ہیں۔ وہ بھی امت کے مسلک عقیدہ، جمہوریت
کے دینی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے ہر طرح اختیار کرتے۔ لیکن دوسرا! ع
تکسیر جن پتوں پہ تھا وہی ہوا دینے لگے

اس کے سوا کیا کہا جائے۔

غنی مدبر سیاہ پیر کعبان را تھا شاکن
کہ نوریدہ اشش روشن کند چشم زینکارا
قرآن کریم کی پانچویں کاش مشعل راہ ہوتی۔

تکانت امنۃ قد خلعت لہا ما کسبت لکم
ما کسبتکم ولا فتلون عتقا کا نوا
بعضیوں (۱۳۲۱-۱۳۲۲) کی کہ اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی۔

حضرت مفتی رشید صاحب دیوبند نور و نور اللہ کی کتاب "مقام صحابہ" اپنی کے طور پر
ہوتے اس قدر مفید پر ایک درد مند دل کی کرناک بکار ہے جسے حضرت مفتی صاحب نے مسند کی
بخشائی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اپنی عمر کے آخری دور میں بریلوی کی حالت میں لکھا۔

چنانچہ اپنی اس دلچسپ کتاب کی تصدیق میں انتظام فرماتے ہیں

"نور نظر علماء کرام" مقام صحابہ لکھا ہے: "ما کہ پہلے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم انہیں کے فضائل و مناقب کی کتاب نہیں اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں ان میں سے
ہیں اور تمام کتب حدیث میں اس کے ایک نہیں بہت سے ابواب موجود ہیں۔ اسی طرح
یہ کوئی تاریخ کی کتاب بھی نہیں جس میں افراد و رجال کے اچھے برے حالات درج ہوتے ہیں۔

مقام صحابہ میں مجھے یہ دکھنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماحی صحابہ کرامؓ اس ماحث
میں تمام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ
حالات کے تابع کیا جائے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ایک ایسے شخص گروہ کا نام ہے جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا علی کیا ہوا ایک واسطہ ہے اس
واسطے بغیر امت کو قرآن و احکامات کے درمیان اللہ تعالیٰ کے درمیان اللہ تعالیٰ کے درمیان اللہ تعالیٰ کے درمیان
علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے۔ تحقیق ملنا اس مسائل ایہم و ذرات اور اس کی تعلیمات کا
کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے ماحی آپ
کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے نزدیک و عزیز و دورانی جان سے نیا وہ عزیز گروہ والے آپ کے پیغام

کو اپنی باتیں قرآن کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کو سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جز ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ انھوں میں قرآن و حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاننے پہچانے جاتے ہیں جن کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ میں اس مقالہ میں اس مقام کو ”مقام صحابہ کے عنوان سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی ضرورت و اہمیت تو سبت زمانہ سے پیش نظر تھی۔ مگر اس کے کھینے کا یہاں قوی دماغ
جمود سے کامل کو متحرک کر کے اس میں لگا دے۔ اس وقت جبکہ یہ ناکام اپنی عمر کا چھترویں
منزل سے گزر رہا ہے تو فی جواب دے چکے ہیں مختلف قسم کے امراض کا غیر منقطع سلسلہ ہے
..... ان حالات میں یہ واقعہ قوی ہونے کا سبب ہو جو زمانے کے کچھ عوارض ہیں یہ سب
کو معلوم ہے کہ است کے گہرے فرقوں میں سے ایک فرقہ جو صمدی صحابہ ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم ہمیں کی خان میں گستاخی سے پیش آتا ہے اور سی بار پر عام است محمدی اس سے
منقطع ہے۔ گواہت کے سامنے فرقے خصوصاً جمود است جن کو اہل است و اجماعت کے عقب
سے ڈر کر کیا جاتا ہے۔ سب کے سب صحابہ کرام کے خاص مقام اور ادب و احترام پر متفق اور ان
کی حکیم شخصیتوں کو اپنی تنقیدات کا نشانہ بنانے سے گزر کر تے رہے اور اس کو بڑی بے ادبی سمجھتے رہے
مسائل میں اختلاف صحابہ کے وقت دو متضاد چیزوں پر ظاہر ہے عمل نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک
کو اجتماع دشمنی کے ساتھ اختیار کر لینا اور است ہے۔ یہ کسی شخصیت کو ہفت تنقید بنانے سے
منقطع چیز ہے۔

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں مسافر لائی گئی ہیں۔ ان میں ہر چیز کی تحقیق و تحقیق درمیان بھی ہے تحقیق و تحقیق فی غلبہ کوئی بری چیز نہیں..... لیکن اسلام نے ہر چیز کو درمیان کے کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان کے دائرے میں وہ کہ جو کام کیا جائے وہ مقبول و مفید سمجھا جاتا ہے حدود و اصول کو توڑ کر جو کام کیا جائے وہ فساد و حرہ و باہنا ہے۔ لیکن یورپ سے درآمد کی ہوئی ریسرچ و تحقیق نام ہی بلکہ قید اور نا تحقیق کا ہے اور اب احترام اور حدود کی رعایت اس میں ایک بے معنی چیز ہے۔

انہوں نے اس زمانے کے بہت سے اہل علم میں اس نئے طرز تفقید سے متاثر ہوئے بغیر کسی دینی و دنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد و جرح و تنقید کا ہدف بنایا۔ ایک علمی حریت اور حقیقی ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی۔ اسلامیت اور آمر دینی کی توہین و شتم بہت زیادہ سے جاری تھی۔ اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی۔ آپ کی اہل سنت و جماعت کئے والے بہت سے اہل فہم نے اپنی ریسرچ و تحقیق و علمی توانائی کا بہترین مصروف اسی کو قرار دے دیا کہ صحابہ کرام کی عظیم شخصیتوں پر جرح و تنقید کی مشق کی جاتے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کی تائید و حمایت کا نام لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد جبکہ پورے جنتی انہم کو بدعت تنقید بنا ڈالا۔ اور اس میں اب و احترام کو کیا اسلام کے علاوہ دوسرے حکیمانہ ضابطہ تنقید کی بھی ساری قیود و حدود کو توڑ ڈالا۔ اس کے باقی ماند دوسرے بعض حضرات نے فہم اٹھایا تو حضرت معاویہ اور عثمان غنیؓ اور ان کے ساتھیوں پر اس طرح کی جرح و تنقید سے کام لیا۔ نئی تعلیم پانے والے نوجوان جو علوم دین اور آداب دین سے اداعت۔ یورپ سے وراثت کی ہوئی تھی تمہیں ب کے دلا دے دیں۔ وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے اور ان حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن و ساز ہوئے لگی اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ کے دنیائی و دینی واسطہ ہیں۔ ان کو دنیا کے عام سیاسی پیشروں کی صف میں رکھا یا جانے لگا جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تہرا کرنے والا گروہ فرقہ تو ایک خاص فرقہ کی حیثیت سے جانا چھایا جاتا ہے۔ عام مسلمان ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اب یہ فرقہ خود اہل سنت و الجماعت کو لے کر لے مسلمانوں میں بھڑک پڑا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ فرقہ وارانہ اگر مسلمان صحابہ کرام ہی کے اعتقاد کو کھو بیٹھے تو پھر فرقہ وارانہ پر اقتدار جتا ہے۔ نہ حد بیشہ ہر فرقہ دینی اسلام کے کسی اصول پر اس کا حقیر کھل بے دینی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

یہ سبب ہوا جس نے ان حالات میں اس موضوع پر فہم اٹھانے کے لیے مجبور کر دیا۔

اللہ المستعان و علیہ التکلیف

اسی قسم کے خیالات کا اندازہ کتاب کے اختتام پر ایک دور منظر نگار شمس کے نام سے

کیا ہے۔ (ریحونہ ص ۱۳۳) اس گزارش کی ابتدا میں یہ شعر بھی نقل کئے ہیں۔

گرچہ شام سے بھی کچھ نہ ہوا ان تک اب کار سحر چلنے
دل مجروح کی صدا ہے یہ کاشش دل میں ترے اتر جانے

• مقام صحابہ: ۱۲ صفحہات پر مشتمل ہے۔ جس میں انہیں عنوانات کے تحت مقام صحابہ

کے بارے میں جملہ دنیاوی مسائل پر غور و فکر حاصل بحث ہے۔ اہم عنوانات میں صحابہ اور مشاہدات
صحابہ کا سفر، صحابہ کرام کی چند خصوصیات، خصوص قرآن کریم، صحابہ کرام کا خصوصی مقام
املائیث نبویہ میں، قرآن و سنت میں مقام صحابہ کا خلاصہ اس پر اہمیت کا اجماع، اہل صحابہ کا حکم
حدیث کا مفہوم، مشاہدات صحابہ کے مسائل میں امت کا عقیدہ اور عمل کو صحابہ کرام خصوص میں
بکرم خصوص قبول ہیں، مشفقین اور عقیدین کے اعتراضات کا جواب، مشاہدات صحابہ اور کتب
تاریخ..... یہی واقعات کا فیصلہ ہے یا تحقیق حق سے قرار۔

کتاب میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مقام صحابہ کے بارے میں اس مسلک خط فہمی کا جڑا
سبب حضرات صحابہ کو عام رجالِ امت کی طرح معرفت تاریخی صحیح و سقیم روایات کے آئینہ میں
دیکھنا ہے اور قرآن و سنت کی خصوص اور امت کے اجتماعی عقیدہ نے بھی امتیاز صحابہ کرام
کو طے کیا ہے۔ وہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ وہ امتیازی خصوصیات حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ
قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں رضی اللہ عنہم و رضو عنہم کہا اور ان کا مقام جنت پہونے
کا اعلان کر دیا اور جمہور امت نے ان کی ذات و شخصیات کو اپنی حرج و عقیدہ سے بالا کر رکھا۔
حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسلامی تاریخ کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے
کے باوجود یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں روایات تاریخی غلط و کمزور ہیں
فرد تو ہیں اس لئے دین اور شخصیات صحابہ کو توڑیں ہیں ان کی فیاداری کو تاریخ پر دھکی نہیں جا
سکتی اس بارے میں عجیب مباحث آگئے ہیں۔ تاریخ روایات تاریخی، حدیث و روایات حدیث
پر مباحث قابل و دید ہیں۔ صحابہ اور مشاہدات صحابہ کے مسئلہ کے بارے میں حضرت مفتی صاحب
رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

”پھر یہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی معرفت ان کے درجات اور ان میں

پیش آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام اور سچی عمل نہیں بلکہ صرف صحابہ کو علم حدیث کا ہم جنس ہے۔
 ہمدردی کے ساتھ اس صاحب میں حافظہ ابن جریر اور مقداد بن جہباب میں حافظہ ابن عبد البر نے وضاحت سے بیان فرمایا
 ہے۔ اور صحابہ کرام کے مقام اور باہمی تفاضل و درجات اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات
 کے فیصلہ کو علم امت نے حقیقہ کا مسئلہ قرار دیا اور تمام کتب عقائد اسلام میں اسے ایک متعلق
 باب کی حیثیت کے رکھا ہے۔ یہاں مسئلہ جو عقائد اسلام سے متعلق ہے اور اس مسئلہ کی بنیاد پر امت
 سے اسلامی فرقوں کی تقسیم ہوئی اس کے فیصلے کے لیے بھی ظاہر ہے کہ قرآن و سنت کی نصوص اور
 اجماع امت جیسی شرعی حجت و دلائل سے اس کے متعلق اگر کسی روایت سے استدلال کرنا ہے تو
 اس کو حدیث اصول عقیدہ پر چکر کرنا واجب ہے۔ اس کو تاریخی روایتوں میں مضموننا اور متن پر اعتبار
 کرنا اصلی اور بنیادی غلطی ہے۔ وہ تاریخی کتب ہی جیسے فقہ اور مسند علماء حدیث ہی کی نگہی ہوئی
 کیوں نہیں۔ ان کی فنی حیثیت ہی تاریخی ہے۔ جس میں صحیح و ضعیف روایات جمع کر کے کلام و کتب
 صحابہ کی معرفت کی اس بحث میں اختصار و اجمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے تو قرآنی آیتوں
 سے صحابہ کرام کی بین اور ممتاز خصوصیتیں بیان فرمائی ہیں اور ان کے ذیل میں ایمان مغربین و صحابہ امت
 کے اقوال سے ان کے اس خصوصی امتیاز و فضیلت کو برسر کیا ہے۔ پھر قرآن و حدیث نقل کر کے ان
 سے صحابہ کے مقتدا و امتداد و جہتیں اور افضل اناس بعد الانبیاء و علیہم السلام وغیرہ ہونے کو تسلیم فرمایا
 ہے۔ اور دلائل واضح سے ان میں دلیل فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

لہذا کورہ اصداً است قرآنی اور روایات حدیث میں یہی نہیں کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و سلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوان الہی اور حبیب کی بشارت دی گئی۔ بلکہ امت کو ان کے ادب و
 احترام اور ان کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ بلکہ امت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتداء
 کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی کو بڑھنے پر سخت و حدیث فرمائی ہے۔ ان کی محبت کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے۔
 صحابہ کرام کا یہی وہ درجہ اور منصب ہے جس کو زیر نظر مقالہ تمام صحابہ میں پیش کرنا ہے۔
 ایک دو گراہ فرقوں کو چھوڑ کر باقی امت محمدیہ کا ہمیشہ سے صحابہ کرام کے بارے میں اسی اصول
 پر اجماع و اتفاق رہا ہے۔ جو اور پر ان کی بدولت سے ثابت کیا گیا ہے۔

..... اس اجماع کا عنوان عام طور پر تنبیہ حدیث اور کتب ہذا میں یہ ہے کہ اصحابہ کرام کلمہ جملہ حاصل علوم اس شبلہ کا وہی ہے۔ جو اوپر کتاب و سنت کے حوالوں سے صحابہ کرام کے درجہ و مقام کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ ص ۳۰-۳۱

”اصحابہ کرام جملہ کے عنوان کی تحت میں نہایت شرح و بسط سے ساریین علمائے امت کے نہایت عمدہ دل نشیں، مدلل اقوال کا حوالہ دے کر صحابہ کی ”عدالت“ ”منظوریت“ ”مقبولیت“ کو ثابت کیا ہے۔ عجیب قابل دید و لائق مدعا بحث ہیں۔

اس کے بعد صحابہ کے باہمی جنگوں کو ان کا ”اجتماع“ قرار دے کر ایک گروہ کے عمل کو صواب اور دوسرے کے عمل کو خطا یا اجتماعی قرار دیا ہے اور اس بارے میں کتب لسان ”اور سکوت کو ہی مسلم قرار دیا ہے۔ اس کے بعد علامہ قرطبی کی تفسیر سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں سلف صالحین کے اقوال سے مشابہت صحابہ پر بہترین تحقیق کی گئی ہے بعد ازاں دیگر کتب سلف کی کتابوں سے اس بحث میں نہایت مفید عبارات نقل کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے عمل و فکر جو نئے پر اجماع و اتفاق ہے اور اس پر مبنی کران کے بیان پیش آنے والے مشاہدات میں غرض نہ کیا جاسکے یا سکوت اختیار کیا جائے یا پھر ان کی خان میں ایسی بات کہنے سے گریز کریں۔ جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے علامہ سفارینی کی کتاب سے دو اچھے شعر نقل کئے ہیں۔

واحذر من الخوض الذي قد يذرى بفضلهم مما جرى لو قد دوى

فان من اجتهد قد صدق فاستلوا ذل الله من طوره جد

ترجمہ: اور ہرگز نہ کرو صحابہ کرام میں پیش آنے والے جھگڑوں میں دخل سے جس میں ان میں سے کسی کی تنقیص ہو۔

کیوں کر ان کا جو عمل بھی ہوا۔ اپنے شرعی اجتماع کی بنا پر ہوا ہے۔ تو سوائے تنقیص کرنا۔ انذار لیں کرے اس شخص کو جو ان کی بدگوئی کرے۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے صحابہ کرام معصوم نہیں مگر مقصود معول ہیں کے عنوان کی تحت میں صحابہ کرام کے سات خصوصی امتیازات نقل کی ہیں۔ جن کی وجہ سے

ان کے ارے میں اہمیت کا یہ حقیقہ قرار پایا کہ ان کی طرف کسی عجیب و غریب کی نسبت ذکر نہیں بلکہ ان کی شخصیت
و توہمیں کے شانہ سے بھی گزر گئی کہ سلف صالحین نے عموماً ان معاملات و مشابہات سے گریز کیا ہے۔ ص ۳۳-۳۴

کتاب کے خاتمہ سے پہلے اس سلسلے میں متفرقین اور محدثین کے سبک اور مل جواب دیے گئے
ہیں۔ حواشی منہاج صحابہ تک کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ رحمہ اللہ نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا
اور ایک ایسے فنکار کی طرح اپنی لکھی مثنوی میں بہترین چیلان جس کے شروع سے پوری دینی عملات امتیاز با اثر
مقدم ہو سکتی ہے۔

فہمذہ اللہ تعالیٰ مناد من ماسنراق مدہ خیر الحمد

سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کے علوم خاصہ میں سیرت کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس امت کا انبیاء
حضور نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے نقوش نامہ ہری و باطنی اور آپ کا سونہ کاملہ
ہے جو قرآنی عقیم کی جسم و متحد تصویر اور نبوت کبریٰ کی جہاں تک تخیل اور کائنات عالم کا مروج خیر
ہے جس کی ہر کہن دہن کا نور جس کی ہر شعاع چراغ طہور اور جس کا ہر عمل جاذب رحمت اور خلق
اہل قرآنی، ہر گشتہ ذیل قرآنی، ہر قدم دستور نبوت انسانی اور ہر طرح کا شرف و شانہ کے ربانی اور ہر

نے۔ و قوم نے یہ سیرت سب سے پہلے اور جزیرہ کے ہم سے پہلے لوگوں میں جب بندہ نویس جامعیت میں تھا
انجمن اسلامیہ خٹک کے بنیاد و سلاسل دینی سکول کے نصاب میں پڑھی تھی اس کے بعد نے نقوش اور تصاویر
انداز اور جہان پر نور قرآن کا ہر خاکہ و راج میں اب بھی کچھ حقائق یہ تقسیم ہند کی وجہ سے غفلت گئی تھی۔
اس وقت جو کتاب ابتدائی و کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام جہان پوری پشاور کی ملکہ تھی۔ جو سب پشاور
یونیورسٹی اور پوری کا حصہ ہے اس کتاب بطور دم جس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت علامہ محمد رفیع
نوری نور اللہ رحمہ اللہ کے مضمون میں ہے ایک جگہ وقت کے تاثیر پر علامہ شریعتی کی علم تدریج پر اضافہ کئے ہیں۔

فان من ایچ المندرج فی علم التدریج (سید محمد یوسف بنوری ص ۱۰)

موجب سب مصلاتی ہے۔ ہمارے فیروز نے خوب کہا ہے۔

کریم اسحاق جلیل الشیم	نبی امیرا شفیق الامم
ہام ریل شہزادے سبیل	امین خدا مبط جبریل
شفیع امیری خواجہ بیت و فشر	ہام احمد علی صدر دیوان خضر
لکھیے کہ چرخ فلک عرواوست	عمر نور باد کو نور اوست
شفیع مطاع نبی کریم	قسیم جمیم نسیم و سیم
تیجیے کہ ناکدہ قرآن درست	کتاب خدا چند لغت بشت

حضور غروریدہ بر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دینی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر وقت نے ہر دور اور ہر ملک میں سیرت پاک سے اشتغال رکھا اور الحمد للہ الحق و تمام سیرت نگاروں نے اس فریق کو کامل خوبی سے ادا کیا اور ہر زبان میں سیرت پر بڑی چھوٹی اور معمولی کتابیں میا فرما کر نبیؐ انبیاء و اہل سلم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و جہان و آواز سے عالم کو روشنی بخشی۔ اور میں بھی سیرت انبیء و علیہ السلام کی روشنی و بصیرت سے ان مسطور پوری و غیرہ کی ضخیم تحفہات سے لے کر ادب کاں یوں اور دہار صفحات کے رسائل تک ایک بڑا ذخیرہ سیرت پاک پر میا جو چکا ہے۔ خوش نصیب ہر عبادت مند میں یہ تحفہ جو اس قدر ہی اہمیت و ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت شکاری کے شرف سے مستاز ہوتے ہیں خوش بخت متغنیوں میں ہمارے مسودہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں جن کی مختصر سیرت اور جزا سیرت خاتم الانبیاء ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں سیرت کی اہمیت اور اس کا کمال اور کی ہر زبان میں کثرت پر کام فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

”مؤرخان میں بھی قدیم و جدید سیرت ہی سیرتیں موجود ہیں جو اہل ہند کی طوط سے اس فرقہ کو ادا کر چکی ہیں۔ لیکن یہی نگاہ عرصہ سے اسی مختصر سیرت کو ملحوظ نہ رہی تھی، جس کو ہر گاہ باری مسلمان مسودہ سیرت میں غفلت میں غم کر کے اپنا ایمان چارہ کر کے اور اسے نبویؐ کو اپنا رہنما بنا کر کے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو کر اس میں اشتہار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جملی نقشہ مکمل طور سے پیش کر دیا گیا ہو۔ گو یہ کوئی رسالہ اور زبان میں بری نظر سے نگارہ اسی صورت میں بعض احباب غفلت نے اپنی اسلامی انجمن کے لیے ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے آنحضرت

نوافل کی توبہ اور اپنی کم علمی اور پھر اس کے ساتھ مشاغل تعلیم و تعلیم کے اس خیال سے تعلیم اٹھایا کہ اس وقت سیدہ کنویں صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں تو شاید کسی کو غرض میں اس کا کارنامہ ہی رہا ہے۔

پہلے ہیں کہ تائید رکھیں خود بیس مست

اس لیے تمام خدا تعلیم اٹھایا اور اس ذیل کا احترام کرتے ہوئے سیرت کی مستحکم ہیں کاتب بیدار اس رسالہ میں پیش کرے گا۔

۱۔ اس کا خاص طور سے لکھ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عرب و عجم کی حالت قبل از اسلام وغیرہ سیرت کا جز کے جاتے ہیں اور ایک حد تک مفید بھی ہیں۔ ان سے قطع نظر کہ صرف ان حالات پر اکتفا کرنا چاہیو خاص خصوصیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے پہلی طباعت میں اس کا نام دو جز اربعہ نیز بطور رکھا تھا یعنی نہایت مختصر سوانح عمری۔ لیکن چونکہ یہ نام عام فہم نہ تھا اور کتاب عجم ہی کیلئے بھی لکھی جاتی تھی اس لیے عربی نام میں پہلی نام کو برقرار رکھتے ہوئے عام شہرت کے لیے سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھا گیا۔

۲۔ اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت اچھے سے رہ جائے اور مجددی تمام مغربی واقعات تقریباً اس رسالہ میں لے لئے گئے ہیں۔

۳۔ مسائل جملہ واقعات و مذاہج وغیرہ پر جو غنائیں کے دو نام ہیں۔ ان کے بھی سوٹے سوٹے مگر شافی جوابات درج کئے گئے ہیں۔

۴۔ رسالہ کا اخذ کل معتبر اور مستند کتابیں ہیں۔ جن کے حوالے بھی ہر موقع پر بقید صفحات لکھے دیئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بڑا ہوں نیز شکر کہ اس نے اس ناچیز کو قبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خاتما ملا دیا کہ تصابیر میں داخل فرمایا اور خاتما کے اسرار رسالہ انور ابست، انشوال ۲۲۲ میں ضمن وصیت اس کا عنوان فرماتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی طرف رغبت دلائی بعد

صبت جلد بیچ ثانی کی نو بہت ثانی : والحمد للہ اولد و آخر : جیدہ لکھنؤ ضلع ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

حضرت مفتی صاحب نورانِ مرقدہ نے کتاب کے تقریباً تمام محققین اپنے قلم سے لکھ دیے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مختصر سیرت کی کتابوں میں یہ کتاب اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ سہولت، تاثیر و ایجاد کے ساتھ جامعیت کا اچھوتا نمونہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے سکول بوائز پر کروم کی دیکھیں۔ بھری ہوئی عام کتابوں کی بجائے اسے اپنے نصاب میں داخل کریں۔ کتاب کے مضامین کے تنوع و جامعیت کا سرسری اندازہ عنوانات پر ایک نگاہ ڈالتے سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تعارف کے لیے عنوانات نقل کر رہے ہیں۔

- ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف۔
- ۲۔ ولادت سے پہلے آپ کی برکات کا ظہور۔
- ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، اسحار۔
- ۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات۔
- ۵۔ رضاعت و زبانی لغویت۔
- ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات۔
- ۷۔ عید المطلب کی وفات۔
- ۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام۔
- ۹۔ دوبارہ سفر شام، خبر غرضی تجارت۔
- ۱۰۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح۔
- ۱۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے۔
- ۱۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں۔
- ۱۳۔ باقی ازدواج مطہرات۔
- ۱۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور مہر بھیاں۔
- ۱۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا۔
- ۱۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی کرنے والے۔
- ۱۷۔ جناب کعبہ اور قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتفاق میں تسلیم کرنا۔
- ۱۸۔ عطار نبوت۔
- ۱۹۔ دنیا میں ولادت اسلام۔
- ۲۰۔ اعجاز دعوت اسلام۔

۲۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ازدواج پر اس مختصر مضمون میں مفسرین کے اقوال

- ۲۲۔ تمام عرب کی مخالفت و عداوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت۔
 ۲۳۔ تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔
 ۲۴۔ کھانہ کارگوں میں نظرت پیچھا نا اہل اس کا لٹا بیخبر۔
 ۲۵۔ قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ مکہ طعن و زناد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔
 ۲۶۔ قریش کی ایذا و ساقی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت۔
 ۲۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا لہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جین مجبور۔
 ۲۸۔ صحابہ کے لیے ہجرت حبشہ کا حکم۔ ۲۹۔ فضیل بن عمر و سی کا شرف و سلام ہونا۔
 ۳۰۔ ابو طالب کی وفات۔ ۳۱۔ ہجرت طائف۔
 ۳۲۔ اسرار و طرح۔ ۳۳۔ اسرار نبوی پر یعنی شراعتیں۔
 ۳۴۔ غور کا قریش کی چشم دید مشاہدیں۔ ۳۵۔ مدینہ طیبہ میں اسلام۔
 ۳۶۔ سب سے پہلا مدبر مدینہ طیبہ میں۔ ۳۷۔ ہجرت کی ابتدا۔
 ۳۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ۔ ۳۹۔ غار ثور کا قیام۔
 ۴۰۔ غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی۔ ۴۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجبور۔
 ۴۲۔ ام مہدی اور ان کے خاندان کا اسلام۔
 ۴۳۔ سراقہ بن ہکک کا مدینہ میں پہنچنا اور اس کے گھوڑے کا زخم میں دھنسا۔

بقیہ صفحہ کے خدایات ہمارے شائق و مؤثر جوابات دے دیے ہیں جن کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ ہمیں سال
 چند دیکھیں ہیں پڑھے ہوئے یہ دیکھ لیں اب اس قدر ہی کی تشنگی کا سامان ہیں حضرت نے خود لکھا ہے اس مختصر
 میں تفصیل کی گنجائش نہیں دینا دیکھ لیا جانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ قصہ نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی
 خصوصیات پر مبنی تھے نیز اگر یہ دیکھتے تو بہت سے احکام و عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچا سکتے
 تھے نہ محض یہ جانتے کہ قدر ہے بھائی اور سہیلی چہ کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قصہ نوازی
 کو خدائی خواہشوں پر محمول کیا جائے۔ اگر باطل پرستی کے قتل و کاس کو نہیں کیا یا تو کوئی کافر بھی یہ مانیں
 کر سکتے۔

- ۴۳۔ سرفرازی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف۔
 ۴۵۔ نزولِ قبا
 ۴۶۔ حضرت علی کی ہجرت اور قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔
 ۴۸۔ اسلامی تاریخ کی ابتدا۔
 ۴۹۔ بدر طبرستان میں داخل ہونا۔
 ۵۰۔ بدر و حنین جہاد
 ۵۱۔ سرحدِ عترہ اور سرحدِ حبیبہ۔
 ۵۲۔ اسلام اپنی اشاعت میں مکیوں کا قتل و غارت نہیں۔
 ۵۳۔ مذہبِ نبوی کامل نہیں مگر میں سیاست نہ ہو۔ یہ سیاست بھی مکمل نہیں جس کے ساتھ تم کو نہ ہو۔
 ۵۴۔ انقشہ غزوات و سراپا۔
 ۵۵۔ اہم غزوات و سراپا اور واقعات متفرقہ مسطورہ
 ۵۶۔ تحویلِ قبلہ۔
 ۵۷۔ غزوہ بدر۔
 ۵۸۔ سرحدِ حبیبہ کی فتح۔
 ۵۹۔ غزوہ بدر کے واقعات متفرقہ۔
 ۶۰۔ ایرانی جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک محمدؐ کے مدعیوں پر بنوں کے بچے بنی۔
 ۶۱۔ اسلامی مساوات
 ۶۲۔ اولوالعالم کا اسلام

۱۔ اس عنوان کے تحت جہاد کی حکمت و اہمیت پر عمدہ بحث ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کو جہاد نہیں چھوڑنا۔ اگر نہ تو جہاد کیا ہے۔

یہی فرماتے رہتے تیغ سے پیلا اسلام

یہ نہ ارشادِ جہاد کو پ سے کیا چھوڑا ہے

۲۔ بقولِ قبائل

دشمن کے لہجوں سے تو گداہ برہمن کا طعنے

معاذِ جہاد جو تو گھیس ہے کارِ بے بنیاد

حضرت مفتی صاحب نور اللہ بریلوی کے جہاد و اسلامی کے بارے میں جو کلام فرمایا ہے۔ یوں تو سب قابلِ ملاحظہ۔ تاہم نوہ چند جملے نقل کرتا ہوں: اسلام میں جس طرح غرضِ خداوند جہاد کو فرض کیا گیا ہے۔ اسی طرح حفظِ اہتمام اور دافعِ تبلیغ کو راستہ سے چلانے کے لیے جہادِ جہاد بھی قیامت تک کیلئے ضروری کیا گیا ہے۔

- ۶۳۔ اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم۔
- ۶۴۔ غزوہ غنہماں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق عظیم کا مجموعہ۔
- ۶۵۔ حضرت مختصر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح۔
- ۶۶۔ غزوہ احد (واقعات متفرقہ) ۶۷۔ سسٹو سرہ منندہ بجانب ہر مومنہ۔
- ۶۸۔ قریش اور یسویہ کی شہر سازش اور غزوہ احزاب۔
- ۶۹۔ غزوہ احزاب اور واقعہ خندق ۷۰۔ واقعات متفرقہ۔
- ۷۱۔ سسٹو صلح حدیبیہ۔ بیعت رضوان ۷۲۔ سلاطین دنیا کو دعویٰ خطوط۔
- ۷۳۔ حضرت خالد ابن ولید اور عمرو ابن عامر کا اسلام۔
- ۷۴۔ سسٹو غزوہ خیبر فتح فک ۷۵۔ غزوہ قضا۔
- ۷۶۔ سرہ موت ۷۷۔ فتح مکہ منظر۔
- ۷۸۔ فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک۔
- ۷۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غنمی تعلیم اور ابوخیلیہ کا اسلام۔
- ۸۰۔ غزوہ تبوک ۸۱۔ غزوہ طائف ۸۲۔ عمرو بن عبدود۔
- ۸۳۔ غزوہ تبوک اور اسلام میں چندہ کا رواج۔
- ۸۴۔ چند ہجرات ۸۵۔ مسجد خرو کوڑاگ لگاؤ۔
- ۸۶۔ فوج کی آمد اور جوق در جوق اسلام میں داخلہ۔
- ۸۷۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امیر مقرر ہونا۔
- ۸۸۔ حجۃ الاسلام ۸۹۔ خطبہ عرفات ۹۰۔ سرہ اسلام۔
- ۹۱۔ مرض وفات ۹۲۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت۔
- ۹۳۔ آخر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ۔ ۹۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات۔
- ۹۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و خصائص و معجزات۔
- ۹۶۔ صفات میں اتنے عزائم کو سمونا اور ضروری سطوات خوشرو دل نشین زبان میں بکلی کار
- حضرت غنی صاحب نور اللہ و قدسہ کا کارنامہ ہے۔ انہیں چندوں کے بے حجاج حکم کے نام سے چل چلا

بیچ فرادی ہے ہر شخص ہمارے پیش کے محبوبوں پر مشتمل ہیں۔

حضرت غنی صاحب نور اللہ بقولہ کہ اس شخص کو جان سیرت کا شہادت کا حق ہے یا بھلا کیا کہنے کا بغیر
کے تو ایک حضرت حکیم امام احمد رضا ہادی قدس سرہ کا مکتوب گواہی اس کتاب کی وقعت و اہمیت کہنے
سب سے بڑی ممکن شہادت ہے اس لئے اس اثر مبارک کو نقل کرتا ہوں۔

باز شرف علی علیہ السلام

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الغالب اس لئے نہیں لکھا کہ مجھ میں نہیں آیا۔ آپ کے دانا ہمارے صاحب کے تسکینات موت
پر نظر کر کے تو حیرت مٹ گئیے کہ دل ہا جتنا تھا لگتا آپ کے کلمات دیکھ کر اس لکھنے کو بے ادبی سمجھا اور
اگر کلمات پر نظر کر کے اس سے بڑھ کر کھوں تو حضرت استاذی مولانا محمد متغیر صاحب کا مفروضہ
مبارک اس سے بڑھ کر تھا۔ اور شاہ فرمایا کہ زبان تخلیص انشاء ہے خصوصاً میں کو لکھنا تو سچا اہمیت
ہے اس کو بھی دل کو لڑا کرتا تھا۔ انور سلام ہی کو الغالب سے غنی سمجھا، آپ اصل دعا عرض کرتا تھا
آپ کا دعا مزاج محبت نامہ تھا۔ جس میں دودھ غلامیں ہیں، ایک اصلاح یہ دعا مست تو
ایسی ہے جیسے اعراب سے غنی کو کہا جائے۔ نظر دعا نظر پچھلے بھی پڑتے نام تھا اور اب توبہ بھی
رضعت ہو گیا، بدو بعض جگہ تو سوسو کا تب نظر آیا، شفا ابو طلحہ ہی، آپ کا امام اور ابو طلحہ ہی، بیشک کا
ہم نظر آیا۔ بعض جگہ دعا بات میں آیا اور پڑتا ہے کہ بڑے کسی انسان سے چھوڑ دیا گیا ہے۔
مگر یہ احکام نہیں تھے، جس میں ایسا کہ مصر ہو، پھر آپ کی ادنیٰ توبہ سے ان کا تدارک ہو سکتا ہے۔
دعا میں دعا مست قرآن کی کئی چیز ہے ہیں دیکھتا ہوں کہ تحقیق قرآن میں تو خود قرآن کی
ماریت کی بعض شرط ہے جس کا عقدی مجرم ہیں، ہے اور مری قرآن رسم پستی اور غرض دل جوئی
ہے، دستہ کی جو طبعاً پسند نہیں، اس سے ہر سائے قرآن کے ان واقعات کا ذکر کہ دل میں جو
مدار کے مطالعہ تفسیر کے وقت پیش آئے جو بالکل سچے اور سادہ سے ہیں، انھیں کہ اثر افروز

۱۔ ابو جزیسیہ، ۲۔ شرف، ۳۔ صاحب۔

۴۔ اس درجہ طبع ثانی میں، حضرت نے کہنے سے فرمایا کہ سب اس کے مداح فرمادیں، چاہے اس کے مداح میں کس کا کیا ہے۔

کے اعتبار سے خواہ کسی کو تفریق خیال قرار دیا جائے اور نہ پریشانی خیالات کو لگائے بہر حال مخلوق کی فطرت میں داخل کر کے نظر انداز کر دیا جائے۔ وہی مذہب اور بھی بہت سے جہانی اور دنیاوی امور سے پیدا ہونے میں سے سمجھنے اس وقت سمجھ نہیں رہے اور بعض کی تعمیری تکلف ہو جائے۔
ہاں ایک بات اور یاد رکھنی کہ مولف سطر سے محبت بڑھ گئی اور ایسے نظریات لگے کہ پچھلے سے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ خصوصاً عبادت کا انداز میں سے واقعات اصلی حالات پر جاندار نظر آنے لگے۔ مذہب یا پھر کس کو اس وقت چھوڑنے کی رائے دی جاتی ہے۔ مذہب یا جو حقیقت کو مقبوس کر رہا ہے۔
بہر حال رسالہ ہر پہلو سے محبوب اور دلکش اور پڑھنے والوں کے کلمات کا آئینہ ہے۔ اس کو ختم کر کے جازم ہائے دینا ہیں کہ اس کے درس سے کسی کو غالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مثنوی سے یہ اس طے کر کے قبول کریں گے، اس سب سے پچھلے میں غفلت سطر سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جہوں کا دوسرے نام کریں تاکہ میں اپنے مخالفین کیچھوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں۔
والسلام۔ اس کے ساتھ ہی میں چچو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ:

جواب میں دوسرے لیے جوئی کہ شروع کر کے چھوڑنے کو بھی نہ چاہا اور فرصت ہوئی نہیں اس لیے جب سب دیکھ لیا اس وقت جواب لکھا رسالہ دیکھ کر جیسی خوشی ہوئی ہے اس کی حد نوکریاں ہی کروں۔ بھانجے حد بیان کرنے کے یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا کے تعالیٰ ایسی ہی خوشی اس کی جزا سے آپ کو دے۔ میں نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا اس میں ایک حوت تکلف سے نہیں لکھا اس سے ناگزیر میرے ذائق کے خلاف ہے۔ اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے اور پھر اپنی مخالفت کے اجماعی رسالہ انور بابت ۱۱ شوال ۱۳۴۵ھ جنسین تحریر وصیت اعلان فرمایا کہ اور جو ایسے غیر اہل سنت و جماعت کی شیعہ صاحب دیوبند کی مخالفت کے ابتدائی نصاب میں درج کی گئی اور دوسروں کو بھی یہی راستے دیتا ہوں۔

از مخدذ صیون - ۲۰۔ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۹۱ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس سنی مشکور کی جزائے خیر دے اور اللہ ہم سب کو اس کتاب مستطاب سے استفادہ فرمائے۔ آمین۔

مہمت الوداق یا کشکول

ہمارے بہت سے قہریم علما کا دستور تھا کہ دوران مطالعہ جو مفید بات نگاہ سے گزرتی ہے اپنے استفادہ یا عمومی افکار کے لیے جواز ترتیب مضامین، اپنے پاس نقل کر لیتے تھے۔ عموماً جس کو اسے ایک اپنی پریرہ نوادرات اور قیمتی جواہرات سمجھے جاتے تھے، اسے یہ خیال نہ کہتے تھے، ایسے لمحوں میں بڑے کام کی تجدید مل جاتی تھیں، جو ان حضرات کے ہزار ہا نثر مصنفات کے مطالعہ کا حاصل اور ثمر ہوئی تھیں۔ اس قسم کا ایک عجوبہ ہمارے ممدوح حضرت مفتی صاحب نورانہ مدظلہ کی کتاب ثمرات دورانی کنگول ہے۔ جس میں مفید و عجیب علمی، فنی، تاریخی، ادبی، اسلامی نوادہ مضامین اور جہر کا ذکر ہیں سے صبح کر دیے گئے ہیں۔ یہ کنگول خرد نظم کے بھی کارآمد حکیمانہ پرطلعت مضامین و جہادات پر مشتمل ہے اس سے ہر ذوق کا کاروی اپنے شائق کے مطابق منتخب اور مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہوئی ہے۔ ۱۲۴۰ مصنفات خرقہ کے بانی نظم کے ہیں۔ شعرو علمی کا مجموعہ مفتی صاحب کے باکیزہ ذوق شغری کا نمونہ ہے۔ اس میں حضرت کے ممدوح انارسی اشعار بھی شائق فراویہ گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے اشعار کا لکھا سا نمونہ ذیل کے اشارے سے لکھا جا سکتا ہے۔

مصلحت دیدست اور شاد شیعہ خاندانی
 ہیں ہمدردی ہر دم غم آنکھ باید زلیستن
 نمودہ اردو

یہ زمین میرے لیے ہے آسمان میرے لیے
 اور ہے مصروفِ خلافت کل جہان میرے لیے
 میری ہمتی میں ہے منظم رستی عالم کارزار
 ہے ہر سب اور غور کسی ٹکان میرے لیے
 کیوں نہ ہو دوزِ اول میں ہو کچی تقسیم کار
 میں ہوں مالک کے لئے اور کل جہان میرے لیے
 یہ دوزِ عشق دیکھ آنے چلیم ترافش اندھو بچہ
 دوزِ غم جاکیں یہ پار مار سوانہ ہو جائے

دل میں اُلفت کا داغ رکھتے ہیں غفلتوں میں چراغ رکھتے ہیں
 شکر صد شکر ہم بنیض جنوں مہجنتوں سے فراغ رکھتے ہیں

تم بدلتے ہو دوزِ قول و قرار مجھ کو یہ دل گئی نہیں آتی
 لوگ دل داوہ ہیں بہت لیکن تم کو خود دلبری نہیں آتی
 ہو کچی ہے جو غفلتوں میں بسر میرے وہ زندگی نہیں آتی
 عمر رفتہ کا رتہ پڑھ لوں اس سے بترصدی نہیں آتی

دارِ احزان ہے یہ دنیا سب اس میں ممکن نہیں فوں سے نہایت
 وقتِ رحلتِ قریب ہے ناخال گئی غنیمت یہ عمر کے لمحات
 دوزِ کھو ہے غفلتِ کیش اب بھی کر لے تلافیِ امانات

یاد رکھ قول سرورِ روحانم
اکثر ما ذکر اہم العبادات

حضرت مفتی صاحب نور اللہ برقعہ کے اشعار کے بعد فارسی اور دو قدیم و جدید شعراء کے کلام کا انتخاب حکمت اشعار کے نام سے ہے۔ یہ انتخاب بقول مرتب موصوف علم و حکمت و حفظ و حافظ کے اعتبار سے کیا گیا ہے خوب ہے۔

حصہ نثر میں تقریباً طبعی موضوعات کے تحت عجیب و غریب پڑاؤ پر حکمت مضامین نقل کیے، ایک مختصر اقتباس نمونہ افضل کرتا ہوں۔

حکومت و ملت اس جگہ دنیا میں کثرت وائے کی حکومت ہے لوگوں نے رضی اللہ عنہ سے گزر کر دنیا میں ہی ہی اصول بنایا ہے مگر اسلاف امت اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

وہ اس نگاہ سے ہر وقت معلوم ہو جاتی ہے حضرت فضیل بن یزید فرماتے ہیں۔

اتباع طوق الہدی	تم راہِ جاہلیت کا اتباع کرو
ولا یضلوا قلۃ السالکین و	اگر کس پر چلنے والے کم ہوں تو وہ تمہارے
ایالہ و طوق الہدایۃ و	یہی نظر نہیں اور گمراہی کے راستے سے بچنا چاہت
لا یقترب کثیرۃ الہادیکی	میں چلنے والوں کی کثرت سے دھوکا مت کھاؤ۔
اور علامہ شاہی فرماتے ہیں۔	

وہذہ سنتہ اللہ فی الخلق ان	اور اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے بارے میں سنت
اہل الحق فی جنب اہل الباطل	ہے (عدالت باطنیہ کا الٰہی حق دیکھو) متقابل الٰہی باطل
تلیل لقولہ تعالیٰ "وما اکثر الناس	کے تھکاوٹ میں کم رہتے ہیں حق تعالیٰ کا اور رشاد ہے اور کث
وہ حوصت بمؤمنین" و قولہ	لوگ، یہاں لانے والے نہیں، اگرچہ آپ اس پر یس پڑا
"وخلیل من جباری الشکور"	انصار رشاد ہے۔ اور میرے بندوں میں فکر کی تربیت
(الاختصاص بالمصلح)	کم ہیں۔
الاضحیٰ انہی فرماتے ہیں۔	

اسکو سید الحق کا لقب دیا گیا تھا۔ تم حق کے واسطے پرچو اور اس سے نہ گھبرو کہ اہل
حق تھلا دیں گے۔

(اختصاص بر حلقہ) کشکول صفحہ ۳۳-۳۴

پاکستان کی قسم کے علمی چہرے کا خیرینور ثابت قیمتی تقریبات کا موقع ہے جو اپنی مکتوبت
کے ساتھ دلچسپ اور پر تعلف بھی ہے۔ عربی زبان بہت سی ایسی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جو عام
علاقہ کی دھڑوں اور دھڑوں میں نہیں پائی۔ اس لیے یہ کتاب عامی اور عام ہر ایک کے فائدہ کی ہے۔ بہادر اور
جبر کا اچھا ذخیرہ ہے۔

اسلام کا نظام تقسیم دولت

حضرت نور علی اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "خیر تقی المال میری امت کا خزانہ ہے۔ یوں تو ہر
نوا میں اس ارشاد نبوی کی تصدیق کرتا رہا۔ تاہم موجودہ دور میں امت و اجابت ہر راستہ و صورت اس مال خیر
کی پیٹ میں کچھ ایسی آتی ہے کہ زمین و آسمان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مغرب کے ہاتھ میں اس وقت دھرم عالم
کی رہنمائی قیادت ہے اور اس کے مال نظام ہی پورے عالم کو اپنے چوہ استبداد میں جکڑے ہوئے ہے۔ ایک
طرف یہودیت کے اصلی مزاج و اثر و افی تو ہم اہل ... بقول دین کے دلائل میں سونے کے پھڑکے کی قیمت
پر مبنی گئی ہے۔ اور دوسری طرف دین و دنیا کا رشتہ دینیت کے خلاف نظام کی صورت میں ہوا۔ اور دوسری طرف اس نظام
کا رد اہل یہودیت نہیں ہی سے آخر تکیت و استقامت کے بغیر نظری نظام کی صورت میں ہوا اور حقیقت یہ ہے
کہ افراط و تفریط اہل و در اہل کے ان دونوں نظاموں کا نتیجہ اور منشا اصل حسب الہی ہے اور
اس وقت ہر عالم ان دونوں ہی نظاموں کی پیٹ میں ہے۔ جس نے انسانی ہوا پر کو ختم کر کے اسی حاصل
اور نظام و حدوں کا بار گرم کر رکھا ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان اختلاف کی وجہ سے ہر عالم نے جتنی
حق اپنے لیے چاہی ہے سب کی نگاہ سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اس وقت دنیا اس سماجی مسئلہ کا حل چاہتی
ہے اور اس رہنمائی کی طلب ہے جس میں مال کا گنبد نہ ہو۔ ملکیت و اختلاف محدود یعنی کا پابند
ہو کہ افراط و تفریط کے ان دونوں نظاموں کے درمیان کو نہایت بخشنے جس نے انسانیت کو طبعی
جنگ اور آزادی و علم کا جہنم بنا رکھا ہے۔ حضرت مخفی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ نے اپنے دھرم اسلام کا

نظام تقسیم دولت میں اس مادہ و نظام کے تحت و حال کی کامیاب اور جزوئی حالتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ نظام دولت قائم اور مقصور کی رہنمائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ گوئی کی اصطلاحات کا استعمال نہیں، تاہم اسلامی معاشیات کا قیام اور مستحکم کر دیا۔

بقول حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلی، رحمت اللہ علیہ،

”طریق تقسیم باطل و غلط فہمی کے رنگ کا مادہ ہمیں عبادت میں غیر مصلحتات میں کے حاصل کئے ہوئے اسلامی معاشیات کو پانی کی طرح حل کر دیا ہے۔“

دہلی کی غارتی اور لٹیرگی کا اعلان اس سے کیجئے کہ ہماری جامعہ پشاور کے اس وقت کے رئیس طہار علی صاحبیت اور مولانا فرقہ کے تعلق رکھتے ہیں، بندہ سے اس دہلی تقریر پائین سو کے قریب اردو و انگریزی کے نسخے ملے کہ وہ طہار علی صاحبیت کے تعلق رکھنے والوں میں تقسیم کر گئے۔

یہ سارا اصل حضرت مفتی صاحب کا ہوتا ہے جو انہوں نے فروری ۱۹۱۰ء میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس لاہور میں پیش کیا تھا۔ اور جس میں مولانا صاحب نے کراچی میں شیعہ کتب پر سے عالم اسلام کے بہت سے علماء و مکتبہ جیج تھے اور اس منتخب مجلس میں یہ تمام لٹیرگی سے سنائی اور پسند کیا گیا، مگر ان کے ذیل عنوانات سے اس کی مختصرات و نکات انگیزی اور جامعیت کا اعلان ہو سکتا ہے۔ گویا دیا بجا ہے اور اہتمام کثرت جہت سے اس کا مصنف ہے۔ نمید میں اسلامی معاشی نظریہ اور دیگر نظریات کا یہی فرق نمایاں کر دیا گیا ہے پھر عنوانات کی ایک لمبی فہرست کی تحت میں اختصار سے ہم مسائل کو دیکھا جیسے عنوانات یہ ہیں۔

۱۔ معاشی مسئلہ کا اتمام ۲۔ حق کا حصول کو پہنچانا ۳۔ دولت و ملکیت کی حقیقت۔

۴۔ تقسیم دولت کے اسلامی نظام ۵۔ ایک قابل عمل نظام معاشیات کا قیام

۱۰۔ ازکا ز دولت کی پرچ گئی۔ ۱۱۔ تقسیم دولت کا اسلامی نظام۔

۱۲۔ تقسیم دولت کا سرمایہ دارانہ نظام ۱۳۔ تقسیم دولت کا اسلامی نظریہ۔

۱۴۔ دولت کے عمومی معنی ۱۵۔ بیشتر یکیت و اسلام ۱۶۔ سرمایہ داری و اسلام۔

۱۷۔ آجر سرمایہ اور محنت سے الگ نہیں۔ ۱۸۔ انفرادی کام و بار۔

۱۹۔ شرکت ۲۰۔ مضاربیت۔ ۲۱۔ سود کا کام و بار۔

۲۲۔ کرانہ اور سود کا فرق ۲۳۔ حرمت سود کا اثر تقسیم دولت پر۔

فضائل و برکات احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ بھی فرماتے ہیں۔ اور اس راست میں جو اعمال مسنون ہیں ان کی ضرورت بھی تحریر کی ہے تاکہ عام مسلمان اس راست کے بیشبسا فضائل و برکات سے بہرہ اذوقہ ہو سکیں مگر انھوں نے کہ بہت سے لوگ غفلت و جہالت سے اس کے ثواب و برکات کو غائب و نقصانات سے جہل سمجھتے ہیں اور اپنی شرعی اعمال سے طرح طرح کی بدعتیں اور قبیح رسمیں ایجاد کر کے ہر ایک برکت کو اپنے لیے مصیبت بنا لیتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان غزافات اور لطوایط کی بھی تذہیب کی گئی ہے مثلاً ہم آتشزدہی جس میں لاکھوں روپیہ اور کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے، رسم طرہ، چڑھاؤں کی رسم، مسجدوں میں اچھلنا اور غمخ و شغب وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب شہادت و دروہندی سے مسلمانوں سے یہ گزارش کی گئی ہے کہ مسلمان ان اغوی غمخوں کو غنیمت سمجھ کر ان سے نفع اٹھائیں اور اس مہارک راست میں اعمال مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سوتے کہ مسلمان کر لیں، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو ان گناہوں سے تو بچائیں جو اس مہارک راست میں ثواب کچھ کر کے بہت ہیں۔ یہ کتاب آخرت کا قوس جمع کرنے کے لیے ایک موثر ذریعہ ہے بشرطیکہ مسلمان اس کو پڑھ کر اس پر عمل ہو جائیں۔

(۸) بسم اللہ (فضائل و احکام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایک ایسا مقررہ جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت و مشقت ہے نہ کوئی وقت صرف ہوتا ہے مگر اس کے آثار و برکات شہادت و دروہندی اور عظیم اضافی دینی و دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

اس مقررہ سالہ میں حضرت مفتی صاحب نے بسم اللہ کے شرعی احکام و خواص بسم اللہ کا قدردانہ تفصیلی ذکر فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقررہ سالہ کی اصل مسلمانوں کو اسی غفلت پر تنبیہ کرنا ہے کہ اور کچھ نہیں ہو تا تو اس بے محنت کام سے قوم نہ بچائیں اور اس کے فضائل و برکات کو بلاوجہ ضائع نہ کریں۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں احادیث کی روشنی میں ان مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے اور اس کی تاکید آئی ہے، پھر اس کے کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں اور

مناجات اور شانِ آفرینِ وضع و مسکنیت اور ستارہ فرست سے چمکتا غبارِ آسمانی بھی انکھوں میں بھر رہا ہے۔ یہ پہلی ملاقات تھی جس میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت و رحمت نے نورِ انوارِ اہم و اہم آخر اس دور میں کی نہائی۔ اس سفر میں بندہ کو دور سالے مرحمت فرمائے جو سلمِ نیک اور اسلامی سیاست کے بارے میں تھے۔ پھر کوئی کتاب حضرت نور اللہ مرقدہ کی شلایہ جی چھپی ہو جو بندہ کو ہدیہ مرحمت نہ فرمائی ہو ایک بار مصافحہ انفرادی کی پہلی جگہ بازار سے خریدی کراچی کی معاصرہ کے وقت تذکرہ کیا تو فرمایا آپ نے بازار سے کیوں خریدی۔ آپ پر حیرانہ ہو گیا اور پھر وہی جگہ ملگرا کر اپنے دستخط فرما کر ہدیہ عطا فرمائی۔ آج وہ عنایتیں اور شفقتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ سوز آتا ہے اور آنکھیں پر زخم ہو جاتی ہیں۔ ایسی فرشتہ صفت اور شفیق شخصیتیں اب کہاں سے قیصر آئیں گی۔ جب تک صحت تھی جب کبھی کراچی معاصرہ ہوتی۔ یہ بندہ بھی خدمت میں پہنچنے کے لیے کار سے اتارنا نہ تھا کہ مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اسند سے اٹھ کر نکلے پاؤں طرک پر تشریف لے آتے اور محبت و شفقت کے وہ کلمات فرماتے جو اس پیرِ نیک کے لیے یہاں مرادِ سعادت اور انشاء اللہ آخرت میں نورِ انوارِ نجات ہوں گے۔

ایک بار گھر پر معاصرہ ہوتی کوئی خادم موجود نہ تھا۔ چنگ سے خود اٹھے۔ مطحانی اور کیلے اداوی سے نکال کر لائے اور بندہ کے سامنے رکھ دیئے جسے بندہ نے کمالِ ندامت سے سعادت سمجھ کر کھایا اور اس تکلیف فرمائی پر سعادت کا اظہار کیا تو فرمایا اس میں کوئی ایسی بات نہیں، آپ تو بڑے دور کے پیارے سماں ہیں۔ ہر سماں کا حق ہوتا ہے۔ آپ نہایت محسوسِ ذکر ہیں (او کائنات) ان واقعات سے حضرت کی کمال بنے نفسی اور تواضع رعایت حقوق اور پابندیِ شریعت کا اندازہ ہو جائیگا۔ ان پر کثیف و دروغ ملاقاتوں کے واقعات و کوائف بہت ہیں۔ اس نگاہِ نورِ شانِ داستان

اجتہادِ عالیہ اور حضرت مولانا خرمشانیؒ اور حضرت مفتی صاحب کی تلمیذوں میں از سلم نیک اور نیک پاکستان کی حاجت و ناکا
تو شلایہ جی چھپی ہوئی کتاب میں جو کہ راجہ رام کلاچہ فروری ۱۹۷۱ء میں شہدِ شریکِ اسلامی حیثیت سے گواہ ہے۔ اس
دور ہندی قاعدہ جگہ رحمت اور سچے صاحبِ ادب صاحبِ رجحان ہیں۔ یہ سروس میں عبد اللہ رائے صاحب کی قیادت و راہنمائی
کا کلمہ کو قرار دیا جان چکا ہے۔ ان کے خلاف کیا کوئی جانتا ہے۔ (والی اعلا شکر)۔

کے لئے مستقل صفوں چاہیے۔ دینی بات اپنی آخری ماضی کے ایک ماضی پر ختم کرنا ہوں۔ بندہ جلدی
 شہادت میں آخری بار حاضر ہوں۔ حضرت مفتی صاحب نور اللہ قادری قدیم ماضی میں صاحب فرائض
 تھے۔ بندہ کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھے۔ فرمایا، آپ کو دیکھتے ہی جان پڑ جاتی ہے۔ تھوڑی سی بھائی بدینہ
 پیش کی۔ فرمایا آپ خود بھائی ہیں۔ بھائی کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ بندہ کے ساتھ عزیز گرامی۔ قدوسیہ
 محمد صاحب بخاری سلم صاحبزادہ حضرت علامہ محمد رفیع بخاری نور اللہ قادری تھے۔ ان کے بے عرض کیا کہ
 دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد محترم کی میراث عطا فرمے۔ باطنی علی و دنیائی کائنات بناتے۔ وقت سے دعا
 فرمائی اس شخص میں بندہ نے جب بارگاہی جناب نور اللہ قادری سلم اور صاحب مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کی
 دینی و ملی خدمات کا تذکرہ کیا تو تھوڑی سی محنت کے طور پر فرمایا کہ محمد اللہ تعالیٰ کا ذکر کا ذکر
 ہے کہ خدا کی زندگی ہی میں ان دونوں نے میرے کاموں کو سنبھال لیا۔ مولوی محمد رفیع صاحب نے آخری
 عقد کا کام لے لیا ہے اور دیگر کاموں کو مولوی تقی سلار کر رہے ہیں۔ پھر فرمایا میں تو میرے چاروں بیٹے
 ماشاء اللہ خوب ہیں۔ لیکن میرے علمی کام سنبھالنے کے اعتبار سے یہ دونوں بیٹے خاص ہیں۔ اور سب
 دھڑوں کے لیے دعا فرمائی۔ آخری مجلس میں باوجود صحت و تقابلیت کے ڈیڑھ گھنٹے تک قرآن مجید کرشمہ کرشمہ
 عالیہ سے خواندہ رہے۔ یہاں تک کہ نذر حال ہو گئے۔ براہِ رحم مولوی تقی میاں نے دعائی کی گولی دی۔
 قرآن پڑھ گئے۔ بندہ نے نصرت چاہی تو تمنا کی پڑتا پڑتا غیر محسوس دعا یہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ دعا فرما
 لگاؤ شہادت اس آخری ملاقات کی پڑتا پڑتا غیر محسوس تھی۔ دعا یہ پڑھ کر دم تک دھیرے کی توجہ اللہ تعالیٰ
 رحمۃً واسعۃً

علو فی الحیاة و فی السمات لعل انت احدى المعجزات
 علیہ غیۃ الرحمت نسوی برحمات غواب راغبات

دل گرفتہ بیچ میرزا محمد امجد علی

محمد اشرف

صدر شعبہ دینی پیشاور یونیورسٹی

۲۰ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

مولانا فیض احمد صاحب

استاذ دارالعلوم، کراچی

حضرت مفتی اعظم کی اصلاحی تصانیف

فقیرہ ملت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ رحمہ اللہ کو جہاں اللہ تعالیٰ نے توفیق العزیز کی دولت عظمیٰ سے بالمال فرمایا تھا وہاں اصلاح قوم کے جذبہ خیر سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ حضرت تھانویؒ کو قوم کی ذہنی مالی اور فکری مصائب زندگی کی اصلاح کی ضرورت لاحق رہتی تھی جس کو اپنے وقت ہی کی وہ سینکڑوں تصانیف ہیں جو انہوں نے اس مسئلہ پر عرصہ کی اصلاح کی خاطر تصنیف فرمائیں۔ اسی فکر و جذبہ کا ایک بڑا حصہ حضرت مفتی صاحبؒ کو پندرہ سو کی سیرت میں ملا تھا۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بھی بیسیوں ایسی کتابیں لکھنے پر مجبور کر دیا جن کی عام مشکلات کو انتہائی شہور ضرورت تھی اور جو افکار اللہ ایک طویل مدت تک اس قوم کو رام و ہاریت پر چلتے پھرتے میں محدود مصلحت ثابت ہوتی رہیں گی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کو ہمیشہ اس بات کی فکر رہی کہ کسی مذہبی طریقہ دینی کی باتیں عام مصلحتوں تک اس طرح پہنچ جائیں کہ وہ آسانی کے ساتھ سمجھ کر اپنی پر عمل کر سکیں، اگرچہ حضرت کی یہ سب کتابیں بحیثیت فقیرہ مفتی اعظم کے محض عقائد اور اخلاق امور کو آواز دہاوت پر مشتمل ہیں، لیکن یہی طور پر آپ بحیثیت مرشد کمال کے ایسی کتابوں کو پسند فرماتے تھے جن سے عام الناس کو فہم پہنچے، آپ کا مزاج اس سلسلہ میں موجود زمانہ کے عام مصنفین سے بالکل ہٹ کر تھا، چنانچہ آپ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ مضامین کو انتہائی سہل انداز سے آسانی اور سلیس زبان میں بیان کر دیں جہاں تاکہ اس سے کم تعلیم یافتہ لوگ اور گھوڑے حدیث زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں، اور یہ وصف

آپ کی تقریر و مباحث میں بھی اور تقریرات و تصانیف میں بھی کیسی طویل و جہیز اتم پایا جاتا ہے۔ نیز آپ دوسرے مصنفین کی ان کتابوں کو بھی غور و تحقیق دیکھتے تھے جن میں یہی جذبہ کا فرما ہو۔ چنانچہ آپ کی سرگزشت آقاؑ تصنیف تفسیر معارف القرآن میں جو غالباً اس وقت اُمڈ کی کتاب میں سب سے زیادہ مفصل اور سب سے زیادہ جھول ہے اسی بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ یکے ہی خاص اور مشکل ترین تفسیری مباحث کیوں نہ ہوں ان کی اس طرح بیان کر دیا جائے کہ تھوڑی بہت اُردو جاننے والا شخص بھی ان کو بآسانی سمجھ سکے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تفسیر کو اس قدر شرف اور تہنیت عطا فرمائی ہے کہ ہر خاص و عام اسی کا طالب و محنتی نظر آتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے غلت الرشید حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے حضرت کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک سالہ کے مرید نے جو حضرت کے مزاج اور آپ کی تحقیقی تصویف سے قطعاً بے خبر تھا حضرت کے چند ایسے رسالے کو دیکھ کر جو عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے آسان زبان میں لکھے گئے تھے اپنے ادا میں یہ تبصرو کیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی تصانیف کا رنگ و بھناؤ کم اور اعجاز و فصاحت زیادہ ہے اور یہ تبصرو اس انداز سے کیا کہ اگر یہ حضرت کے علمی مقام اور مرتبہ کی تحقیق مقصود ہو، ناقص و ناقص فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اداریہ پڑھ کر بہت انوس ہو اور میں نے حضرت والد صاحبؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ اس نے ایک لحاظ سے صحیح تبصرو کیا ہے اور فرمایا کہ اگر اصل بہت سے مصنفین کا یہ مزاج ہو گیا ہے کہ وہ کتابیں اس نیت سے نہیں لکھتے کہ وہ مسئلہ اور آسان ہوں جی کہ پڑھ کر عامۃ الناس میں پر عمل کر سکیں بلکہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ خاص طالب اور محققانہ مباحث ہوں تاکہ علماء اور خواص ان کو پڑھیں اور لکھنے والوں کو دار تحقیق پیش کریں اسی نظریہ اور فیضیت سے تبصرو لکھنے میری کتابوں پر تبصرو کیا ہے حالانکہ میرے نزدیک آج امت کو تحقیق کی کم اور عمل کی زیادہ ضرورت ہے اور ایسی کتابوں کے متبادل میں جو تحقیق کے درجے میں بہت اعلیٰ ہوں مگر عملی اعتبار سے ان سے صرف ایک مخصوص طبقہ کو فائدہ پہنچتا ہو ایسی کتابیں زیادہ مفید ہیں جو غموس کے ساتھ عامۃ الناس کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ اور مادہ زبان میں لکھی گئی ہوں۔

نیز نظر محال میں حضرت مفتی صاحبؒ کی اپنی تصانیف میں سے چند کا مختصر تعارف کرنا مقصود ہے جو فیاضی طور پر اصلاحی تصانیف کی خدمت میں آتی ہیں۔

جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اگر کوئی منظر نامہ اور مجاہدانہ فہمیت سے ملے ہو کر قبل حق کی نیت سے اپنے قریہ مقرر سالہ اس کے تمام اوصاف و مشکلات اور مشکوک شدات کو رفع کرنے کے لیے کافی دشمنی ہوگا۔

تعدد انداز کے سلسلہ میں مخالفین کے شدات کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔
 اگر کوئی شیعہ چشم آفتاب نبوت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ کے اعلیٰ اعمال و تقویٰ و عبادت زہد و ریاضت اور مقدس زندگی کے تمام گرد و پیش کے حالات سے بھی آنکھ پٹائے تو خود ان متعدد نکاحوں کے اوقات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدد انعام یقیناً کوئی فانی خواہش پر مبنی تھا اور نہ ساری عمر ایک ہی دہیہ عورت کے ساتھ گزار دینا، یکہین سالہ کو اس کام کے لیے مجبور کرنا کسی انسان کی عقل و فہم پر کھینچنے کی چیز ہے۔
 خصوصاً جب کہ کفار عرب اور رؤساء قریش آپ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب جہنمی بھال آپ کے قدموں پر تار کھینچنے کے لیے بھی تیار تھے۔ یہاں کہہ دیجئے کہ سیر کی معجز کتابیں اس کی شاہد ہیں، اور اس سے قطع نظر کہ ہائے تو خود مکملوں کی جمیت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچی تھی جن کی ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو بھلا طور پر نکل دلیں سمجھتی تھیں، یہ سب کچھ شاکر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک حضرت خدیجہ تھیں جن کی عمر بوقت نکاح پچاس سال تھی، پھر ان کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لیے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحب اولاد تھیں، امت کی بے شمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں، اس مقررہ سالہ میں تفصیل کی گواہی نہیں دے سکے کہ آپ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے وہ سب غنیمت رہ جاتے۔

اس پر دو بیگانہ کے جواب ہیں کہ اسلام ہندو شریعہ سے بڑھ کر ایک جگہ قرآن فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہندو شریعہ سے بڑھ کر آیا ہے کیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان کو تو یہ چاہئے کہ ان کو یہ کہنے کو توڑ چینی تھی جو نہ صرف مسلمان بنے بکر اسوع کی

(۱) سیرت خاتم الانبیاء

تعارف :- سرور کائنات، مظلوم و مظلوم علی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پڑھنے پر بعد کے کی ضرورت سے ہر شخص واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا ہے ہر زمانہ ہر دور اور ہر زبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کلمی جاتی رہی اور یہ بات بلا خوف ترویج کی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے کا نہیں کیا گیا۔

آئندہ زمانہ میں بھی بہت سی سیرت کی کتابیں موجود ہیں اور اہل ائمہ کی طرف سے اس فریضے کی ادائیگی ہو چکی ہے مگر آئندہ زبان میں ایک عرصہ تک ایک ایسی مختصر سیرت کی تلاش تھی کہ جس کو ہر کام دہائی سلطان سرور و عصمت، پیر بڑا چند مجالس میں پڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پرے اسوۂ حسنہ سے واقف ہو کر اپنا ایمان تازہ کرے اور اس کو اپنا راہِ خدا بنا کر اس پر عمل کر سکے۔

حضرت مفتی صاحبیت سے بعض اصحاب نے اسلامی کالج کے لیے سیرت پر ایک رسالہ تصنیف فرمانے کی درخواست کی جس میں اختصار کے ساتھ آسان زبان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اجمالی نقشہ مکمل طور پر دیا جائے۔ میں امتیاز کو ذرا نظر رکھ کر کھینچا گیا جو مفتی صاحبیت نے اس درخواست کو قبول فرمایا اور ۱۹۶۶ء میں ایک اختتامی گفتگو کے ساتھ کتاب جو تمام ضروری اور اہم واقعات کے ساتھ بہت سے محرکات و آثار و مسائل مثلاً تعدد انبیاء، جہاد اور واقعہ مولیٰ و غیرہ پر مختصر کتب کے اہتمام و اشاعت کے سلسلے میں لے کر شافی جوابات پر مشتمل ہے تحریر فرمائی۔

مفتی صاحبیت نے اپنے مخصوص خراج کے مطابق اس میں ایک نو اس بات کا اہتمام فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت انتہائی مشکل اور سادہ زبان میں عوام الناس کے سامنے آجائے جس کو پڑا آدمی ایک مجلس اور شیکہ چند مجالس میں جتنا بقیہ پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل پیرا ہو سکے۔ اسی اختصار کی بنیاد پر اس رسالہ کا نام اجزائے سیرت طیبہ لکھ کر تحریر فرمایا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی پورا اہتمام فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر روز زندگی کا نقشہ معتبر کتب تیج و حدیث کے حوالے سے سامنے آئے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وصال تک کے تمام واقعات اس رسالہ میں سامنے ہیں اور ساتھ ہی بعض اہم مباحث کو مسل کے اقتدار

حمایت میں تیار اٹھائے اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے پر راضی ہو گئے کیا وہ بے سلا سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمار بن قحطانہؓ، عمار بن حارثؓ، اور علی رضی اللہ عنہما نے تیار جلائی قید یعنی لاشعل کو کس نے دیا تھا اور تمام انصار دین پر کس کا زور تھا، ہر وہ اسلامی کو کس نے مجبور کیا کہ ستر آکھریوں کی جماعت کے کمر بند کے دست میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ گئے اور ہضار و درجست مسلمان ہو گئے، ہاتھ باغی بادشاہ ہمیشہ پر کون سی تیار ملی تھی کس کا جہاد اپنی شوکت و عظمت کے قبل از ہجرت مسلمان ہو گئے؟

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس قدر قبولیت عام عطا فرمائی کہ تقریباً تمام عالمی دکانوں کے قریب اس کے نسخہ کنی مرتبہ شائع ہو کر تمام دغواں میں پھیل چکے ہیں، ہندوستان کے بہت سے لوگوں اور عربی ممالک میں نیز پاکستان کے اکثر عربی مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے

(۲) نجات المسالین یعنی گناہوں کا کفارہ

مسلمان موجودہ دور میں جس زہری ماحول اور مصائب و مشکلات کا شکار ہیں وہ کس صاحب عقل و فہم سے مخفی نہیں۔ ان ماحول کا اصل سبب تو بڑے گناہ ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث کی سیکڑوں تفصیلات ثابت ہے، اور ان کا اصل علاج تو اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار ہی ہے۔

مگر گناہیوں کے اس طوفان اور گناہوں کے اس بحر میں جس طرح مسلمان چاندی طرف متوجہ ہوئے ہیں ان سے بچنے اور نکلنے میں بھی خاصا وقت درکار ہے۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں بہت سے ایسے اعمال مذکور ہیں جن کے متعلق معتبر احادیث میں گناہوں کا کفارہ ہونا مذکور ہے۔ اور وہ اعمال ضایع آسمانی سے فوراً کئے جاسکتے ہیں۔ کتاب کا سبب تائید طرز صاحب کتاب کی زبانی ہے۔

آج کل مسلمانوں کی کشتی جن مصائب کے طوفان میں زیر و زبر ہوتی چلی رہی ہے وہ کسی نئی ہوش سے مخفی نہیں۔ ان حالات و واقعات کی وجہ سے دل میں آیا کہ مسلمانوں کو ان کے مصائب کے اصل اور بے خطر علاج کی طرف پھر توجہ دلائی جائے جس کا مفید اور موثر ہونا یقینی اور ہزاروں مرتبہ کا تجربہ

کیا ہوا ہے۔

میں تو اس موضوع پر بہت سے علماء ملت و ملت نے قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً صاحب المسیر
عسقلانیؒ، حافظ ذکی الدین عبد العظیم سندھی، شیخ ابو محمد مودبی، شیخ ابو محمد امینی، غیبی، ابو زہری، اور
شیخ محمد بن خطاب شامل ہیں۔ مگر یہ ساری کتابیں اور رسائل عربی ہیں، میں جس سے عربی دان یا اہل علم ہی
فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے ان میں سے دو رسائل حافظ ابن حجر کا رسالۃ الفصل المکمل فی الذنوب
المستبرہ والمناہی، اور شیخ محمد بن خطاب کا رسالۃ بشارۃ العرب بکلیۃ الذنوب، کی پیش نظر نگاہ سے
زبان میں یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے، اگر ہندو پاکستان کے عام مسلمان ہیں ان اہمال کو اختیار کر کے پڑھنے
گناہوں کی معافی کا سامان کر سکیں۔

ابتداء میں تو اگلے پچھلے گناہوں کی معافی پر جو شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں
ان کا جواب دیا گیا ہے پھر وہ اہمال کھینچ گئے ہیں جو مکمل ذنوب میں اور ان کو عام گناہ میں نے
فصل اور فصل کے تعبیر فرمایا ہے اس لیے حضرت نے بھی یہی عنوان اختیار فرمایا۔ چنانچہ پورا رسالہ
تیس خصلتوں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت، دھوکا پوری تکمیل، چوتھی خصلت غارت خلی، پانچویں خصلت صلوة التبتیح،
آٹھویں خصلت، قیام شب قدر، چودھویں خصلت سورتہ شکر کی تلاوت، پندرہویں خصلت اپنی
اولاد کو قرآن کی تعلیم دلانا، اکیسویں خصلت کھانے پینے کے بعد ایک دعا، تیسویں خصلت فوتے
سال کی ٹر کو پہنچانا۔

کتاب کے آخر میں ایک ضخیم فائدہ ہے، اسکے نام سے شامل ہے جو اہمال عرب پر لائے دفع
بلاد و مصائب پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ کتاب پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) ذکر اللہ اور فضائل و مسائل در مومسلم

مسلمان اپنے مزاج ایمانی کے لحاظ سے دوسری اقوام اور ملتوں سے بالکل متباد واقع ہوا ہے۔ دوسرے

کے لیے جو ترقی ہے اس کے لیے وہ تم قائل ہے۔ دوسری قریں خدا کو سبھا کر اس سے اپنا رشتہ توڑ کر دنیا کی ظاہری زندگی میں بظاہر غرض و نرم رہ سکتی ہیں، لیکن اگر مسلمان دنیا و آخرت کی غلامی چاہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنا ظاہری اور باطنی تعلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوطی سے قائم رکھے، اور اپنے دین راست اللہ تعالیٰ کی راہ اور ذکر میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دود و سلام میں گزارے۔

نیز نظر کتاب حضرت مفتی صاحب نے بعض اصحاب کے مشورہ اور امر پر ۱۳۸۶ھ میں مسلمانوں کی زہاں حالی سے متاثر ہو کر بطور علاج آیات قرآنی۔

اس کتاب کی آیات کا فکر بھی حضرت مفتی صاحب کا وہی جذبہ غیرت ہے کہ کسی طرح مسلمان اپنی ظاہری و باطنی حالت سلواریں اور دینی پر عمل کر کے اپنی بھات کا سلام پہنچا کر میں چاہنے مقصد میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”وہ حقیقت یہ سارا تصنیف و تالیف کے طور پر نہیں، بلکہ رجسٹ و شوق وادار کے لیے آپ کو اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو عمل پر ڈالنے کی غرض سے چند اوراق لکھے گئے ہیں۔“

یوں تو ذکر اللہ کے اقسام اور دین راست کی صفوں و عافوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو حدیث کی کتب میں مذکور ہے مگر یہاں پر حضرت مفتی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ وہ اذکار اور دعائیں جمع فرمائی ہیں جو کم قیمت آدمی بھی آسانی کے ساتھ پڑھ سکے اور جن کے وسائل و برکات پائے ٹھاہریں۔ ابتدا میں ذکر اللہ کے معنی، طریقہ، اور فضائل، اعادیت نبویہ (علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں۔

ایک مزار ”سیرت کلام ذکر اللہ میں داخل ہے کے تحت تمام فقیر حضرت عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ جی علی بھوں میں احکم مشرعی معل و عوام اور سب نذر و تا جائز کی بحث، تحقیق اور تعلیم ہو وہ بھی جائزہ لکھیں، اس کے بعد آداب، ذکر اور آداب تلاوت مختصر انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

آگے چل کر بعض انتہائی مختصر معمولات جو اخروہ دینیاں تحریر کئے گئے ہیں کہ اگر انسان تہمتی سی قرعہ سے قرآن کو یاد کر کے ان کی پابندی کرے گا پھر دھما دھما نہیں خصوصاً ان کے ثمرات و برکات

کے مقابلہ میں یہ قصور ہی سی غنیمت کہہ کر حثیت نہیں رکھتی۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں درود شریف کے سائن و فضائل بیان کئے ہیں کہ درود شریف کس وقت فرض و واجب ہو اسے کس وقت میں مستحب ہے اور درود شریف کے الفاظ کون سے منتخب کرنا چاہئیں۔

اسی ضمن میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ درود بھیجنے والے کا نام اللہ ولایت آپ کے پاس پہنچایا جاتا ہے کہ غلام ابن فلاں آپ پر درود بھیج رہا ہے اور دوسری احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ایک مشطی کے لیے اس سے زیادہ کون سی عزت و عظمت ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دیں۔

ایک واقعہ فرماتے ہیں بعض زندگوں کے واقعات میں تو یہ بھی مشہور ہے کہ اپنے سلام کا جواب انہوں نے غور سے دیا ہے۔ علامہ کابلی کے ایک بزرگ بنار پاکستان کی ابتدا میں کراچی قسریں گئے ، انہوں نے چپ سے دکر کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں مسکوت تھا ، میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک شخص آئے اور روضہ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا۔ تو روضہ اقدس کے اندر سے جواب سلام کی آواز آئی ، جس کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا اور ہر بات میں سلسلہ دیکھتا رہا۔

انہی میں درود شریف کے بعض خواص کے عنوان سے حکیم الامت مولانا تقاضی تھیں صرف کی کتاب زاد السعید سے درود شریف کی چند خصوصیات جو مستند احادیث سے ثابت ہیں ذکر فرمائی ہیں۔

مشلا قبولیت دعا ، مال میں برکت و زیادتی ، پاؤں سو جانے کا علاج ، بھلی بھئی چیز یاد آ جانا ، خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ، عالم بیکاری میں نراست ۔

ذکر اللہ اور دعا میں جتنا حضور قلب اور دلچسپی ہو اتنا ہی اچھا و ثواب اور خیر و برکت کا باعث ہے اور اشعار و نظم میں خاصیت ہے کہ قلب میں رقت اور کھوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضرت والا نے چند زندگوں کے کچھ اشعار بھی اس کتاب میں نقل فرمائے ہیں مشلا حضور کشین ملازکی مشہور مناجات

بادشاہِ عالم دارالکرامت مالکِ ملکِ عالم و قہرِ کونین کا
حضرت خواجہ عزیز الحسنی مجددِ مہدی کی مسجد کے چند اشعار :-
تیرے سوا محبوبِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اور خود حضرت کے چند اشعار جو اپنے ایک دوست مولانا عبدالعزیز صاحب سوئی کے ایک صریح
کہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے : پر دامنِ اقدس پر ماضی کے وقت موندیں ہو گئے۔
پھر پیشِ نظر گنبدِ خضر ہے حرم ہے پھر نامِ خدا و صفہِ جنت میں قدم ہے
پھر شکرِ خدا سامنے طرابِ بنی ہے پھر سب سے مرادِ حق انشراحِ قدم ہے
مگر رگ میں محبت ہو رسولِ جنتِ بی کی جنت کے خزانہ کی بیوی بی بی سلم ہے
کتاب کے اخیر میں چند انتہائی مختصر اور مسنونہ جو بہت کم فرصت اور وقت چاہتے ہیں ذکر

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس کی پابندی کرے تو انشاء اللہ یہی کافی ہیں۔

۱۔ قرآن پاک کی تلاوت میں قدر ممکن ہر روز اس میں کا معمول بنالیں۔

۲۔ ایک منزلِ مناجات مقبول جب فرصت ملے پڑھ لیں۔

۳۔ تسبیحِ غامی کہ عملِ بہت مختصر ہے اور فائدہ ہے شمار۔

۴۔ سو مرتبہ گوسوم، سو مرتبہ استغفار، سو مرتبہ درودِ شریف۔

خصوصیات :- ۱۔ ذکرِ اللہ کے فضائل اور حقیقت کا صحیح افکار ہو جائے۔

۲۔ درودِ شریف کی اہمیت اور مقام واضح ہو جائے۔

۳۔ ذکرِ اللہ کرنے اور درودِ شریف پڑھنے کا ذوق و شوق اور اس کی طرف رجحان پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ عقوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا سعی و سحر ہے۔

۵۔ ہر بات حقیقی اور بھری ہوئی ہے اور حوائج کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

۶۔ حسبِ فرصت مختصر جزیئیات و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) گناہ بے لذت

تعارف :- آج کل قرب قیامت کی بنا پر کفر و اہلاد ہے دینی اور بے عملی کا دور دورہ ہے اور دین پر عمل کرنا بطلانِ حدیث اور مشکل ہو گیا ہے۔ انکار کے کوہِ قمر میں تمام مشکلات کی ایک بڑی تعداد کو تو اس بات کی فکر ہی نہیں۔ یہی کہ جو کام وہ کر رہے ہیں حلال ہے یا حرام، ثواب ہے یا گناہ، اگر کوئی مسلمان انغزوئی طور پر گناہوں سے ہمارے بچاؤ کے لیے تو دنیا کی فضا اتنی تنگ ہو گئی ہے کہ اجتماعی گناہ، زبردستی، تمہارت، عداوت اور معاش کے تمام شعبوں پر پھیلے ہوئے ہیں، انکی حیثیت یہ ہے کہ یہ سب یکجا جاری عدمِ توجہ، بے پرواہی، غفلت اور کم علمی کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ آج کل شریعت پر عمل کرنے کو سخت دشوار سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ شریعت میں کوئی دشواری نہیں حضرت میں ہے اللہ ہی ریزہ دشواری اس لیے عرصی ہوتی ہے کہ جب کسی چیز پر عمل کرنے والے کم ہو جائیں اور اس کا رواج نہ رہے تو آسان چیز بھی مشکل ہو جاتی ہے۔

بہر حال گناہوں کے طوفانِ امشہد ہے میں اور انہی اعمال کے نتائج قسط و زلازل، وباء، قتل و قحط، بھڑکی اور ذلت کی صورت میں مسلمانوں پر مسلط ہیں، مگر ان میں بہت سے ایسے گناہ ہیں جن میں ہم محض غفلت اور جہالت سے مبتلا ہیں ان سے نہ کوئی دنیوی مبادی متعلق ہے نہ دوزخ میں کوئی اولی تکلیف و مشقت ہے۔

مشکلات کی اس زلزلہ حالی اور ذلت کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب کی اصلاحی طبیعت نے ان کو ابھور کیا کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ایک ایسا رسالہ تحریر کیا جائے جس میں ان گناہوں کی تفصیل قرآن و حدیث کی روشنی میں آجائے تاکہ مسلمانوں کو اس کے گناہ ہونے کا علم ہو جائے اور اس کے چھوڑنے کا ارادہ کر لیں، اسی مبادی سے رسالہ لکھا، بے لذت کے نام سے موسوم فرمایا، خود فرستے ہیں کہ :-

مبے لذت گناہوں کی ایک فہرست مع ان کے وبالِ عظیم اور وسیع شہید کے اس رسالہ میں لکھی جاتی ہے جس کے کرنے میں نہ کوئی دنیوی فتنہ اور لذت ہے اور نہ ترک کرنے میں کوئی مشقت تاکہ مسلمان کم از

کم ان گناہوں سے قوی جانیں سب گناہوں سے بچات نہ ہو تو کم از کم تقلیل تو ہو جائے اور یہ بھی بعید
 نہیں کہ ان گناہوں کے چھوڑنے کی برکت سے دوسرے گناہوں کے چھوڑنے کی بھی ہمت ہو جائے ۔
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص ہمارے یہی کی پیروی کی کچھ بھی گزشتہ کرتا ہے تو ہم اس
 کے لیے باقی دین کے راستے آسان کر دیتے ہیں ۔

حضرت مفتی صاحب نے زیر نظر رسالہ میں دو قسم کے گناہوں کی فہرست جمع کرنے کا اہتمام کیا
 ہے ایک تو وہ گناہ جن میں کسی بے ہوش و غفلت کو بھی کوئی خطا اور لغت نہیں ، دوسرے وہ جن میں
 حقیقتاً کوئی لغت نہیں مگر بعض لوگ اپنی جا غفلتی اور بے ہوشی کے سبب ان میں کوئی خطا عرصے گزرتے
 ہیں کیسے اگر ان کو چھوڑ دیں تو دنیا کی اپنی ضرورت و خواہش میں کوئی فرق نہیں آتا ۔

ہر گناہ کو ذکر کرنے کے بعد اس پر جو وبال عظیم اور خدوہ و عیب آئیں ہیں ان کو احادیث کی
 مستند کتابوں سے نقل کیا ہے ، حسب ضرورت فقہی مسائل اور اہم نکات بیان فرمائے ہیں ۔ علم
 مسلمانوں کو دعوت بخیر ہے اور اس انذار سے بچنا ہے جیسے ایک شفق باپ اپنی اولاد کو
 یا ایک مرشد کامل اپنے مرید کو استغاثی علوم گہنی اور صحت سے گمراہیوں سے نکال کر راہ ہدایت
 پر چلانے کی فکر کرتا ہے ۔

ذیل میں چند اہم عزائمات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ انذار ہو کہ کتنے بے گناہ ہیں جو ہم سے
 دین راستہ منحرف ہو گئے ہیں اور ہمیں اپنی لاپرواہی اور غفلت کی بنا پر ان کا احساس تک نہیں ہوتا ۔
 مثلاً کسی سلطان کے ساتھ استغناء و قسور کسی انصاف یا مافوق پرصفت کرنا ، چٹل خودی اور غامی
 بڑے اصحاب سے کسی کا ذکر کرنا ، حبیب جوئی ، محنت جینی اور تقصیر ، چھپ کر کسی کی باتیں سننا ، بلا
 اجازت کسی کے مکان میں جھانکنا یا داخل ہونا ، نسب کی وجہ سے کسی کو طعنہ دینا ، اپنے اصل نسب
 کو چھوڑ کر دوسرے نسب کا ہر کرنا ، گالی گھونچ اور فحش کلامی ، عداوت اور اولیاء اللہ کی بے ادبی ، لوگوں کے
 راستے یا پیشے یا پیشے کی جگہ غلامت و تہمت ڈالنا ، چٹاب کی مچھلیوں اور قطرات سے نہ چھنا ، بے حجب
 ستر کھولنا ، پانی پھارنا ، تہنید وغیرہ غفلتوں سے بچنا ، کسی جانور کو آگ میں جھوننا ، جھوٹی گواہی دینا ، غیر حق
 کی قسم کھانا ، جھوٹ برنا ، یا جھوٹی قسم کھانا ، ایک وقت ایک سے زائد طلاق دینا ، آپ قتل میں مل کر

جاندار کی تصویر بنانا اس کو استعمال کرنا، جادو درست کرنا یا ان، سودا اور دولت لینا، مسجروں، دنیا کی باتیں
کنا، وغیرہ۔

آپ غور کیجئے آج کل کتنے مشکان ہیں جہاں گناہوں اور آفات علیحدہ سے کچھ بچانے کی کوشش
کرتے ہیں، آج کل یہ گناہ و بادل کی طرح عام ہو گئے ہیں عوام و خواص سب اور خصوصاً عورتیں ان میں کثرت
سے مبتلا ہیں، یہ وہ گناہ ہیں جن سے ہم بچا دہا اپنی آخرت برباد کر بیٹھے ہیں، ذرا ان میں کوئی غلطی ہے نہ
ہماری کوئی حاجت ان پر موقوف ہے، صورتِ شیطانی کی قمیص اور خشک دھوپ دہا ہی ہے اللہ تعالیٰ ہم
سب کو ان سے بچائیں۔ واللہ الموفق وھدای السبیل۔

اس کتاب کے اخیر میں حضرت مفتی صاحب نے علامہ زبیر العابدیؒ کی ایک ضخیم مصری حنفی صاحب
تصانیف مشہورہ میں میں لکھا ہے: والفقار بھی شامل ہے، ایک رسالہ (عنوان کے مجموعہ رسائل نیر
میں چھ نیاں رسالہ ہے اور الاسماء والفقار مصری کے آخر میں لکھا ہوا ہے) کو اردو زبان میں
مختل کر کے مستقل رسالہ کی صورت میں مندرجہ کتاب کا ضمیر بنا دیا ہے اور اس کا نام ”الذوالف
من الصغائر والکبائر“ کر دیا ہے۔

اس رسالہ میں پچھلے صفحہ و کبر و گناہوں کی تعریف پر غصہ کلام ہے اور مختلف اقوال ذکر کئے
کے بعد اس مسئلہ میں جو قول راجح ہے اس کو ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد سب کبر و گناہوں کی اور
پھر صفیہ و گناہوں کی فہرست دی گئی ہے، اگر ایک نظر میں عام مشکان اس کو دیکھ کر پئے افعال و
انفال کا جائزہ لے سکیں، کم از کم اس کو دیکھ کر علمِ قدرت سے جو بات کے کو فلان کام گناہ ہے جس کا
ثواب یہ ہے کہ گناہوں پر نہ دست اور غصہ نہ ہو جو کہ قویہ کا اعلیٰ دکن ہے اور جب یہ دکن پایا جائے گا
تو انشاء اللہ کسی دکنی وقت قریہ اور انتہاب کی قرین ہو جائے گی۔

ذیل میں صنفاً زائد کیا نہ کی فہرست میں سے (جو ۱۰۳ اکبار اور ۱۰۹ صنفاً پر مشتمل ہے) چند
چلے گئے، بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں جن کو عام طور پر گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، اللہ تعالیٰ تمام مشکلوں
کو اس سے بچنے کی قرین عطا فرمائے۔ آمین۔
چند کبار ۱۔ شادی کو چھپانا سب کو اس کے سوا کوئی اور شادی نہ ہو، (۲) جھوٹی گواہی دینا۔

(۳) اس باب کی تاثراتی کرنا۔ (۴) آپ قول میں کسی کرنا کسی فرض نماز کو پھینک دینے سے مستم یا مؤثر کرنا۔
 (۵) آج فرض ادا کئے بغیر رہنا۔ ۶۔ کسی ہانڈہ کو آگ میں جلانا۔ ۷۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ ۸۔
 اللہ تعالیٰ کے خلاف کئے گئے فحش بے خوف جہاد۔ ۹۔ کسی سلطان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا۔ ۱۰۔ مال میں اسراف و مصلحت
 اور ضرورت سے نادمہ فرض کرنا۔ ۱۱۔ عورت کا گانا۔ ۱۲۔ لوگوں کے ملتے ملتے ترکوں۔ ۱۳۔ تہجد یا ہماہر
 کو غفلت سے چھوٹا کرنا۔ ۱۴۔ جو سر کھینا یا طبر سارنگی وغیرہ جانا۔ ۱۵۔ کسی گنہگار کی طرف لوگوں کو بلانا
 یا بری رسم نکالنا۔

چند صفات۔ ۱۔ وہ صورت جس میں کسی کو کئی نقصان نہ ہو۔ ۲۔ مرد کو ناشی لباس پہننا۔ ۳۔ کسی
 فاسق کے پاس بیٹھا اٹھنا۔ ۴۔ عورت کا بغیر عرق کے سفر کرنا۔ ۵۔ جہاد کی اذان کے بعد صبح و شام کرنا۔
 ۶۔ کھڑے ہو کر مناجات کرنا۔ ۷۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ ۸۔ مرد کو عیب کو اس کی بیچ کے
 وقت چھپانا۔ ۹۔ زوجہ کو بلا ضرورت طلاق بائن دینا۔ ۱۰۔ کجالت میں طلاق دینا۔ ۱۱۔ جنازہ کی غبار
 مسجد کے اندر پھینکا۔ ۱۲۔ کافر کو بلا ضرورت ابتداء مسلم کرنا۔ ۱۳۔ پیادوں میں پھیلنے کے لیے گانا۔ ۱۴۔
 بے نادمہ کلمہ کرنا۔ ۱۵۔ جنسی دل لگی میں افراط کرنا۔

یہ اور اس جیسے سینکڑوں گناہ ہیں جو ہم ذات دلی امر بات کی طرف کرتے ہیں اور ہم سے وجہ
 گناہ میں بھی نہیں آتا کہ یہ کوئی ناجائز کام ہے اللہ تعالیٰ ہماری مخالفت فرمائے۔ آمین۔
 خصوصیات۔ ۱۔ نہایت بھاری اور شفقت سے لوگوں کو گناہوں کے ترک کی ترغیب دی
 گئی ہے۔

۲۔ ایسے گناہوں کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے جن کو آج کل غفلت و اجہالت کی بنا پر گنہگار نہیں
 سمجھا جاتا۔

۳۔ اردو زبان میں صفات و کلمات کی سب سے طویل فہرست ہے۔
 ۴۔ مجرکہ ضرورت کے مطابق فقہی حریات ذکر کئے گئے ہیں۔

(۵) مصیبت کے بعد راحت

مع

دفع الافلاس

یہ غافل اور بے ثبات دنیا فیزات اور تبدیلیوں کی آماجگاہ ہے کہیں ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی، ایک ہی شخص کی زندگی میں جس قدر انقلابات اور تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی محدود حساب ہیں، اگر شخص کی عمر میں ایک وقت ایسا آئے کہ اس کی سترت و اہنسا ط کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، اور اسی طرح کیسا ہی صاحب ثروت و جلال اور صاحب دولت و اموال کہوں نہ ہو اس پر بھی ایسا وقت ضرور آئے کہ وہ ساری سترتیں اور راحتیں فراموش کر بیٹھتا ہے اور اسی پریشانی اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے کہ اس کے دل سے یہ بات بھی نکل جاتی ہے کہ وہ اس کی مصیبت سے چھٹکارا بھی حاصل کر سکتا ہے۔

الغرض یہ آلام و مصائب اور آفات و حوادث اور انقلابات زمانہ صرف غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ اس میں ہر وہ شخص جو اس غافل دنیا میں آتا ہے گرفتار ہوگا، انسان کو ان حوادث کے وقوع سے قبل اور بعد میں کیا کرنا چاہیے یہی وہ موضوع ہے جو اس کتاب کی اہمیت کا سبب بنا۔

حضرت مفتی صاحب نے مسلمانوں کی پریشانی اور ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر کتنا مسکینانہ انداز پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مطلق اور تدریجی بیضنیال کے مطالب کی کرتے ہیں مگر ان امراض میں کمی ہونے کی بجائے اور اضافہ ہو رہا ہے مسلمانوں کو اس کتاب کے قاریہ ایک ایسا نسخہ اور طبخہ دیا ہے جو ان مصائب و آلام کو دور کرنے کی کوئی صلاحیت رکھتا ہے اور جو حقیقت یہ نسخہ حکم الملک، رحمہ اللہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا یہ رسالہ حقیقت امام حدیث شیخ ابو بکر عبداللہ بن ابی الدینا صوفی ۲۸۲ھ کی ایک کتاب "الفرج بعد الشدة" کا اردو ترجمہ اور تفسیر ہے۔

یہ رسالہ حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۵۸ھ میں آئین فرمایا اور اس میں تقریباً بیاسی روایات حدیث

گئے ہیں۔

چند دیات اہل ذمہ کی نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر دین کو سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرے وہ عمارتی اور خزانہ میں مبتلا نہ ہو گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص پچھ گھر میں داخل ہونے کے وقت سورۃ اخلاص پڑھ لیا کرے تو یہ سورۃ اس کے گھر والوں کے اور اس کے بڑ و سبیلوں کے خزانہ بنا کر دو کرے گی۔

۳۔ ام المومنین حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے بعد دعا پڑھ کر کہتے تھے اللہم اہی اسألت دعا طیباً و علا نافعاً عملہ متفقۃ۔ وہ اعمال و افعال جو خیر و نفع کو دینے کے سبب بنتے ہیں جو دوسری فصل میں بیان کئے گئے ہیں ان میں صلا و جمی افادہ کی پابندی اعتقادی وغیرہ شامل ہیں۔

افترض مقصد یا نیت اس رسالہ کا جو حضرت معنی صاحبؒ نے لکھی جگہ بیان فرمایا ہے کہ مسلمان مقررہ اذکار و وظائف و ادا اور اعمال و افعال کو اختیار کر کے ہر قسم کے مصائب و آلام و عوارضات اور تنگ دستی و فقر و فاقہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال و اذکار پر دوا بخلا کرے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت معنی صاحبؒ کی ان صالحی عیال کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین۔

(۶) وصت امت

تعارف :- اہل ظہر و فکر سے یہ بات ملتی نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں مسلمان جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہیں ان کا سبب بڑا سبب آپس کا نفرت اور غارتگی ہے۔ جہت مذہبی اکثریت اور مادی اسباب میں ترقی کے اعتبار سے پوری تاریخ اسلام میں کسی وقت بھی مسلمانوں کی اتنی عظیم طاقت حاصل نہیں تھی جتنی آج ہے۔

لیکن انہوں نے کہ جسے معاشرے میں کبھی سیاسی اقتدار اور معدود کے حصول کی کوشش

بہمی تصادم کی صورت میں اتحاد کو پارہ پارہ کرتی ہے تو کبھی مذہبی اور دینی نظریات کی آڑ میں مختلف نظموں کے روپ میں ایک دوسرے کی امانت اور استہزاء کے ذریعہ اتحاد کی دھجیاں کھینچی جاتی ہیں۔ مزید نظر کتاب دراصل حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک خطاب ہے جو اپنے ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ لاہور کے ایک جلسہ میں فرمایا جو بعض حضرات نے ٹیپ کر لیا تھا اور ریکارڈ کی بعد نقل انجیل المنیر لاہور سے شائع ہوئی۔ بعد میں بعض اہل کجی اور اس کے انتہائی منہب اور اجم ہونے کی بنا پر علوم کے خاتمہ کے لیے اس پر نظر ثانی کر کے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے غموس دلائل اور مستندات سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اختلاف رائے اور چیز ہے جو باوقاات نمودار ضروری ہے اور افتراق و انتشار دوسری چیز ہے جو ہر حال میں نتیجہ اور واجب العزم ہے۔

کتاب کا پہلا عنوان "اسباب مرض اور علاج" ہے اور اس کے ضمن میں صحابہ کرام امتِ باعینہ میں اختلاف رائے اور اس کا درجہ، مصلحت مصلحتیں میں اختلاف ہو کر کیا کرنا چاہیے، اور اس بات کو وضع کیا گیا ہے کہ سنت و بدعت کی کھنگال میں صحیح طرز عمل کیا ہونا چاہیے، چنانچہ ایک بگڑا ہوا علم اور عقل کو دعوت ٹھکرانے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"کیا ہم پر واجب نہیں کہ ہم خود فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ اس وقت ہمارے آقا و صل کو ہم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ اور توقع اہل علم سے کیا ہوگی۔"

اور اگر وہ مشر میں آپ سے سوال کر لیا کہ میرے دینی اور شریعت پر طرز طرح کے مسئلے رہے تھے، میری امت بدعالی میں مبتلا تھی، تم وراثتِ جنت کے دعوے کیاں تھے؟ تم نے اس وراثت کا کیا حق ادا کیا؟ تو کیا بڑا یہ جواب کافی ہو جائے گا کہ ہم نے رفع یدیں کے مسئلہ پر کتاب لکھی تھی، یا کچھ طلباء کو شرح جامی کی بحث حاصل و موصول خوب اچھی طرح سمجھائی تھی، یا حدیث میں آنے والے اجتہادی مسائل پر بڑی دلچسپ تقریریں کی تھیں یا صحافیانہ انداز علم اور موضوعات کے ذریعہ دوسرے علماء اور فضلاء کو خوب ذلیل کیا تھا۔

پھر آگے چل کر یہ طیارہ دعوتِ دینیہ و اسلام کا اسرارِ عزت اور طراعتِ نبوت پر فاضل بحث فرما کر ہمارے سمجھ و طرز عمل سے موازنہ کیا ہے اور پھر انتہائی درد مندی اور شفقت کے ساتھ چند

گزارشات کی گئی ہیں اور اس بات پر محال ہے کہ اس کے لیے راہ عمل متعین فرمایا گیا ہے۔
 خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب میں عامۃً ان کے کوثر اور الٰہی علم کو خصوصاً اس بات کی طرف متوجہ
 دی گئی ہے کہ وہ اپنے اختلافات سے کو برقرار رکھتے ہوئے اختلافی و امتدادی کی پالیسی سے اجتناب کریں
 اور اتحاد کی ضابطہ قائم کریں۔ کتاب کا اختتام ایک سیرت پر کیا ہے جو حضرت کے اصلاحی جذبہ کی پوری عکاسی
 کر رہی ہے ان اربعہ اذکار صلیحہ، ماستطاعت، وما توفیق، لا بائنا علیہ، تو حلت، والیہ، ایتب
 اس کتاب کے ساتھ بھی ایک بہت ہی اہم رسالہ "اختلاف امت اور الٰہی کامل" بطور تکملہ شامل
 ہے۔ یہ بھی ایک تقریر ہے جو خاتم مہمد میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں بیقام لاہور کی گئی بعد میں قریب و اعلافت
 کر کے کتابی شکل میں دی گئی۔ اختصار و مفید تفصیلی تقدیر کے لیے اس پر چند اہم عزرائف نقل کئے
 جاتے ہیں اگر اہالی فضلہ سامنے آجائے۔
 اختلاف رائے کی حدود، صلیح اور جنگ کس سے، اختلاف رائے اور جھگڑے، مناہر میں فرق،
 اختلافات کی خرابیوں کا وقتی علاج، صلیح اور غلط طرز عمل، علم سیاسی اور شخصی جنگوں کا علاج، مذکورہ
 عزرائف سے کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۴) ادب الہی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی و شمائل اور علیہ سیرت و معجزات کو اس رسالہ میں اختصار
 کے ساتھ جمع فرمایا گیا ہے۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت مفتی صاحب نے ایک مختصر رسالہ "سیرت خاتم الانبیاء"
 لکھا تھا جس کا تفصیلی تعارف، ماقبل میں گذر چکا ہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد زیر نظر رسالہ کی اشاعت
 ایک ہزار رسالہ میں شروع ہوئی لیکن بعض اسباب کی وجہ سے یہ رسالہ بند ہو گیا اور اشاعت کا سلسلہ
 بھی بند ہو گیا، بیس سال بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اس کی تکمیل کا اتفاق ہوا اور چند
 ایام میں اس کی تکمیل فرمادی۔

اس رسالہ کی بنیاد دراصل مجتہد الاسلام حضرت امام غزالیؒ کا ایک رسالہ "ادب الہی" ہے
 حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ کا طبعی ترجمہ اور ضروری تشریح فرمائی ہے اور ہر بات کا حوالہ کتاب
 عربیہ سے نقل فرمایا ہے۔ رسالہ بہت مختصر اور جامع ہے اس کو پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

خصائی، آپ کا طبع مبارک اور آپ کے عہد امت کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوئی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں اضافہ ہوا ہے۔

(۸) آداب الشیخ والمرید

تعارف :- حضرت مفتی صاحب کو تصوف اور طریقت میں جو مرتبہ اور کمال حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں، آپ نے خالص تصوف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں نزدیکاً سو سالہ بھی شامل ہے اس زمانہ میں حضرت تصوف نے طریقت و سلوک کے وہ آداب اور اصول صحیح صحیح فراموش ہیں جو شیخ اور مرید دونوں کے لیے شامل رہا ہیں۔

یہ رسالہ دراصل قدوة الکاظمین الامام ابو اسود الدہلی شیخ اکبر می الدین ابن عربی کی تصنیف ہے حضرت مفتی صاحب نے اس کا سلیس اردو ترجمہ فرمایا کہ پچھتر مزی دہرہ حضرت عثمانی کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اپنے دست مبارک سے اس پر ضروری اضافات و حواشی تحریر فرمائی۔

مقدمہ میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:-
میں ذاتی طور پر مولانا ابو اسود الدہلی شیخ اکبر می الدین ابن عربی کا رسالہ دیکھ کر غور سے گزرا تو ایک اہم فیصلہ اس اصول کو قبول دیکھ کر مسرت ہوئی تھا کہ صوفیہ حاضر ہو تو حضرت اقدس قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت بھی اس وجہ سے مسرور ہوئے کہ جو اصول طبعی طور پر مقرر فرماتے تھے وہ سب ایک امام فن کے قلم سے ظاہر ہو گئے تھے، حضرت عثمانی نے اس کا عربی نام الفرائض الطریقہ تحریر فرمایا۔

رسالہ کے چند اہم عنوانات سب ذیل ہیں:-

طریقت ہی صراط مستقیم ہے، طریقت میں شیخ کی ضرورت، آداب شیخ و شیخ کے لیے انبیاء کے دین، اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست کی ضرورت ہے۔ شیخ کے لیے تین مجلسیں ہونی چاہئیں وغیرہ۔

رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں شیخ اکبر کی کسی عبادت پر کوئی شبہ ہو تو اس کا

میں کافی دشمنی جو بد میں سے دیا گیا ہے۔ اور میں عہدت سے کوئی واضح حقیقت ماننے آتی ہے۔ اس کی طرف بھی نشانہ دہی فرمادی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر کی ایک عبارت ہے واعلم ان مقام الدعوة الى الله وهو مقام النبوة والوراثة الكاملة والحاصل فيه يقال له بالنبی في زمان النبوة ويقال له الشیخ والوارث والاستاذ في حق العباد بالالله من غير ان يكون نبی الا اس عبارت کی تشریح میرے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیخ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قوم کی نبوت باقی و جاری نہیں مانتے اس لیے فتوحات کی وہ عبارت میں سے شہ پڑا ہے۔ ان کی عبارت نہیں جیسا کہ شرا نے یہ اہمیت میں لکھا ہے یا مائل ہے۔ یہ رسالہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ یوم جمعہ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے

(۹) خلاصہ و تسہیل قصہ البیل

تصوف اور طریقت جو درحقیقت شریعت پر عمل کرنے کا دوسرا نام ہے اس میں بہت سے نادانوں کو کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، اور بہت سے لوگ بندگان کے غیہ و انتہائی احوال اور وہابی کیفیت کو تصوف سمجھ بیٹھے، اسی طرح بعض لوگ طریقت کو شریعت ٹھکر اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں جب کہ بعض نادان باوجود غیر شرعی امور کے اور کتاب کے پند اپنے غراب اور حالات و کچھ کہ نفس کی اصلاح اور اعمال کے اہتمام سے بے فکر ہو جاتے ہیں حضرت عثمانی نے تصوف کے مرصع مذوق اور اس کی حقیقت اور اصل مقصود کو واضح کرنے کے لیے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا بنام "قصہ البیل" یہ رسالہ ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔

مگر اس رسالہ کی زبان علمی معنی اس لیے عام لوگوں کو اس سے استفادہ میں دشواری پیش آتی تھی، حضرت عثمانی کے ایک قدیم غلام مولانا شاہ طیف رسول صاحب نے حضرت کی اہانت سے اس رسالہ کی تسہیل آسان زبان میں بھی تو تسہیل قصہ البیل کے نام سے شائع ہوئی اور اس کے ساتھ چند اہم مضامین بطور ضمیر شامل ہوئے، مگر آج کل لوگوں کی تسہیل پسندی، کسل اور عمل استعداد کی کمی کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ کے مضامین کا خلاصہ اس طرح تحریر فرمایا کہ ضمیمہ کہ

اصل کے ساتھ مثل فرمایا اور جہاں اجمال تھا اس کی مقرر کردہ واضح تشریح بھی فرمادی اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ حضرت مفتی صاحب کے ان چند جملوں سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے مقدمہ میں تحریر فرمائے ہیں کہ

یہ مقرر رسالہ چونکہ اہل حق کی نظر میں تصویب اور طرفت کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کے مقصود غیر مقصود میں امتیاز کرنے اور اس طرح کو آسانی کرنے میں دیا، لہذا جو کام مصداق ہے جس میں اس طرح کے متبہدی سے لے کر منہی تک سب کے لیے اہم جہات ہیں، اس لیے اہل حق نے ضرورت محسوس کی کہ متبہدی لوگوں کے لیے اس رسالہ کے مضامین کا خلاصہ لکھ دیا جائے۔

رسالہ کے چند اہم عنوانات ذکر کے کہاتے ہیں تاکہ مضامین کا اجمالی نقشہ سامنے آجائے۔

پہلی جہات شریعت و طہارت کے بیان میں، دوسری جہات قرب کے بیان میں، تیسری جہات قرب کی حقیقت اس کا طریقہ حقوق کی اقامت اور ان کی ادائیگی کا طریقہ واضح کیا گیا ہے۔ چوتھی جہات مرشد کی ضرورت اور اس کی پہچان جس میں پیر کامل کے لیے دس علاماتیں ذکر کی گئی ہیں، پانچویں جہات ہجری مری کی ضرورت جس میں بیعت اور ہجری مری کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ چھٹی جہات مری کے لیے دستور العمل جس میں مختلف درجات اور مراتب سکھنے والے مری کے لیے الگ الگ دستور العمل ذکر کیا گیا ہے، ساتویں جہات ولہجی کے بیان میں ہے، آٹھویں جہات اعتقادی اور غیر اعتقادی اعمال کے متعلق ہے، نویں جہات میں رسوم مثلاً کھانا پکھانا وغیرہ، آغوشوں ذکر و شغل کرنے والوں اور عورتوں کو بطور خاص کچھ نصیحتیں کی گئی ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود تصوف کے صحیح فہم و خیال اور اس کی حقیقت پسندی طرح واضح کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ سب سے پہلے مری ہیں کہ اس رسالہ کے مطالعہ کا حکم دیتے ہیں۔ اور بہت سے مشائخ تربیت سے پہلے متبہدی کو کئی مرتبہ اس کو پڑھواتے ہیں، تب باوجود بیعت فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ طہارت کی حقیقت سمجھنے کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱) مقالات صوفیہ

ہندو گائی سلف کے مقالات و مخطوطات اور معمولات بلاشبہ علم و عمل کی مدوح ہیں اور دنیا و آخرت کی رہبری اور رہنمائی کا ذریعہ ہیں، ان کا مطالعہ ایمانی قوت اور یقین میں لگنے کی ہدایت ہے۔ زیر نظر سالہ تصوف و ادبیات کی مستند کتب رسالہ قشیرہ اور طبقات امام شاعرانہ کا بستر ہے جناب ہے جس میں ہندو گائی سلف کے جدید و جدید حالات و مقالات حکمت و روح کے گئے ہیں جس کے مطالعہ سے صحیح اور باطن تصوف کا فرق واضح ہوتا ہے۔

یہ رسالہ بھی در حقیقت حضرت تھانویؒ کی ایک سلی مبارک کا نگاہ ہے حضرت تھانویؒ نے یہ مقالات و مخطوطات عربی زبان میں جمع فرما کر حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد فرما دیے کہ اس کا اردو ترجمہ کے شائع کرادے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ترجمہ میں افتدائے علوم کی غرض سے تحت الفاظ ترجمہ کے بجائے لازمی ترجمہ یا خلاصہ مطلب پر اکتفا کیا ہے اور حسب ضرورت مشکل مقالات کی تشریح بھی فرمادی گویا یہ رسالہ حضرت تھانویؒ کے عربی رسالہ کی بستی آگاہ و شرح ہے۔ اس رسالہ میں مشائخ و مشاہیر صوفیہ کے جو مخطوطات جمع کئے گئے وہ دین و دنیا کی فلاح کا ذریعہ ہیں، ان میں سے چند اہم مخطوطات بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو صرف جہی سے دنیا کے ساتھ رہ اور دل سے اس سے علیحدہ رہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں زیادہ ضرورت کا دخل نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ تو ثواب محض ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسمٰءؒ میں سے کون افضل ہے فرمایا کہ ہندو ہم قرآن لوگوں کے نام لینے کے بھی قابل نہیں ان میں تفضل قریم کیا کر سکتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ نہ کہ حقیقت یہ ہے کہ میں چیز سے آدمی کا باطن خالی ہو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔

حضرت شیخ شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ درویش اگر باطنی وقت کی نفاذ باجماعت میں مداومت

ذکر سے تو اس کا کچھ اعتبار نہ کرو۔

اس رسالہ کی تکمیل حضرت مفتی صاحب نے ۱۶ شعبان ۱۳۵۹ھ کو فرمائی جبکہ آپ کی عمر کا پندرہ بیسواں سال قریب الختم تھا اور یہ آپ کی تالیفات کا بھی پندرہ بیسواں عدد ہے۔ اس مناسبت سے حضرت نے اپنے ان اشعار پر اس رسالہ کو ختم کیا ہے۔

لئے کہ بیچ و میل نبذانی دار و در غفلت ہمیں مانی
شکر نعمت بمعیت الہی عذرا نصیر بیچ نہ خدائی
بیچ اپنی مگر نگر داری قرینہ از کردہ اکبت داری

(۱۱) ملفوظات امام مالک

امام دارالہجرت حضرت مالک بن انس قدس سرہ کی شخصیت سماجی تعداد میں کسی عالم و جاہل کی گردن آپ کے اصانات سے آزاد نہیں۔ حضرت مفتی صاحب کو امام مالک رحمہ اللہ کی حد تک محبت اور تعلق تھا اور یقیناً آپ ہی حضرت امام مالک کے مقام بلند کو کا حق پہچان سکتے تھے۔ مفتی صاحب کی شاید ہی کوئی مجلس امام مالک کے مناقب و ملفوظات سے خالی ہوئی ہو، مؤلف امام مالک کے درس میں حضرت کا عجیب رنگ ہوا، احترام اتم الحروف کر بھی یہ کتاب حضرت مفتی صاحب سے دس پڑھنے کا شرف حاصل ہے اسی درس کی برکت سے انظر کو بھی امام مالک سے ایک قلبی لگاؤ اور تعلق پیدا ہو گیا۔ نفعہ الحمد والصلوٰۃ۔

اس مختصر رسالہ میں امام مالک کے نزدیک ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے بڑی ناخوشی اور ناقد شناسی ہے کہ ان کے حالات و ملفوظات سے ناواقف رہیں۔ آپ کے یہ ملفوظات طبع عام مسلمانوں کی مایات و نیاؤ آخرت کے لیے مشعل راہ علماء کے لیے عالم مخبر مصنفیہ کے لیے مرشد کامل زمام امت کے لیے قزو قلع کا دستور اساسی ہے۔ امام مالک کے چند ارشادات جو آپ نزد سے گھسنے کے قابل ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص علم دین میں اپنے مقصد پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کو ضرورتاً نہ پریش آئے، اور پھر بھی وہ علم کو دنیا پر ترجیح دے۔

امشاد فرمایا کہ میں نے اس وقت تک فتویٰ دینا شروع نہیں کیا جب تک کہ مسند مشائخ اور علماء نے میرے لیے اس کی شہادت نہیں دی کہ میں اس کا اہل ہوں۔

ارشاد۔ فرمایا کہ چلنا آؤ میں سے علم حاصل نہ کرنا چاہیے، ان کے ماسوا میں سے چاہیں کہیں۔ ایک متبعہ جواہری بدعت کی تبلیغ اور لوگوں کو اس کی گرفتار کر دینا ہو۔ دوسرے بے وقت کم فہم جس کی کم فہمی مشہور ہو۔ تیسرے وہ شخص جو باہمی معاملات میں جھوٹ بولتا ہو اگرچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ مذکور نہ ہو۔ چوتھے وہ شخص جو حدیث سے باضابطہ و با اصول واقف نہ ہو۔

ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صاحبِ نعمت کے چلنے پر نعمت کے آثار ظاہر ہوں اور خصوصاً اہل علم کے لیے قریبی مناسب ہے کہ اپنی ہیئت اور لباس کو اچھا بنالیں کہ اس میں مسلم کی عظمت ہے۔

اس رسالہ کے آخر میں حضرت مفتی صاحب نے امام المسلمین احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے بعض محفوظات نقل فرمائے ہیں، آپ ان چار اصولوں میں سے ایک ہیں جن کی تحکیم پر اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام امت کو یہ (علی صاحبنا افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کو جمع فرمایا ہے آپ کی سوانح عمری اور مناقب و فضائل پر بہت اندازت نے کتابیں لکھی ہیں، مفتی ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام ڈاکٹر ابوالفتح ابن حجر عسقلانی، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر عسقلانی۔

آپ کے چند اہم محفوظات بھی حصولِ برکت کی نیت سے نقل کیے جاتے ہیں فرمایا کرتے تھے کہ جن کی عقل بڑھائی جاتی ہے اس کا سبق کم کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ اگر علم قہیں نفع نہ پہنچائے تو وہ تمہیں ضرر پہنچائے گا۔

فرمایا کہ قربِ اہل میں جو لوگ اشراف کیے جاتے تھے وہ اس زمانہ کے صلوات و انقیار سے بہتر ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے علم کا مرتبہ و مقام اس کی اہمیت و حقیقت، اس کے حصول کے طریقے، اس پر عمل پیرا ہونے کے ثمرات اور عمل نہ کرنے کی مضرتیں اور نقصانات واضح ہوتے ہیں۔

(۲) قدس عبرت

تاریخ عالم عبرتوں کا آئینہ ہے، دنیا کا عروج و زوال، قوموں کی ترقی و تخریب امتوں کے دوامیات ایک صاحب نظر کے لیے اپنے اندر خزانوں عبرتیں لیے ہوئے ہے۔

ذیہ نظر رسالہ اللہ اس کے ایک مشہور زندگی کا ایک نصرانی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہونے اور پھر ماہ راست پر گرنے کا نہایت عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ ہے جس کا ملاحظہ دوسری کی کتاب مہیات المہدیٰ ہے، حضرت صفی صاحبہ نے اس کا اردو میں انتہائی دلچسپ ترجمہ فرمایا ہے مگر عام شگافی اس کو چھو کر عبرت حاصل کر سکیں۔

دوسری صفی بھری کے آخر کے ایک زندگی پر مہدی اللہ اللہ سی مشہور ہیں جو اکثر اہل عراق کے ہیں و عمر شہداء و ستارہ محدث ہیں آپ کے سرووں کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی تھی ہے جس میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت ثعلبی جیسے اولیاء اللہ بھی شامل ہیں۔ ایک سفر میں آپ کی نظر ایک نصاری سرور کی لڑکی پر پڑ جاتی ہے۔ آپ اس لڑکی کے عشق میں اس حد تک گرفتار ہوتے ہیں کہ آپ کے اصحاب و حوارج پر اس کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس کی سرزمین کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اور لڑکی سے اس شرط پر شادی ہوتی ہے کہ جنگل میں خنزیر چرائیں گے۔ ایک سال بعد ان کے ساتھی انہیں اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ شیخ کے سر پر نصرانی لہری ہے کمر میں زناہر بندی ہوئی ہے اور اس اصحاب پر ایک لگائے ہوئے خنزیروں کے منہ سے کھڑکے ہیں جیسے واضح و ظہر کے وقت سدا لگایا کرتے تھے۔

بہر حال پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور دوبارہ پہلی حالت لوٹ آئی، بعد میں شیخ کے سر میں نے شیخ سے اس ابتکار کا سبب پوچھا، شیخ کا جواب اس واقعہ کی طرح ہے وہ جینے نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ! جب ہم گاؤں میں اتنے اور بُست خانوں اور گریبا گھروں پر جارا گذر ہوا آتشیں پتھروں اور صلیب پر تنوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر صبرے دل میں میجر اور بھائی پیدا ہو گئی کہ ہم مومن کو خدا اور یہ کھنٹ یکے جاہل احمق ہیں کہ بے حس اور بے شعور چیزوں کی پرستش

کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آمد نہی لگئی کہ یہ ایمان و توحید کچھ تسار ذاتی کمال نہیں بلکہ سب ہماری توفیق سے ہے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں بھی بتا دیں، اور مجھے اسی وقت احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے، اور حقیقت ایمانی تھا۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر غرور و تکبر کی شناخت و قہاست واضح ہوتی ہے اور قاری اس مسلک مرض سے محفوظ رہنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقع سے عبرت حاصل کرنے اور اس مرض سے بچنے کی توفیق کامل نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۳۰) ذوالنون مصری

اسلام کا یہ طوائف امتیاز ہے کہ اس کی حقیقت کے روشن دلائل قدم قدم پر نظر آتے ہیں، علماء ملت کا ہر فرد محتاسبت اسلام کی زندہ جاوید دلیل ہے، جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور اعمال و اخلاق معاشرت و معاملات کے لیے نمونہ عمل سامنے آئے۔ علماء ملت کی تاریخ کا ایک ایک صدق امت کے لیے راہنما کا خزانہ ہے۔

زیر نظر رسالہ بھی تاریخ کے ایسی اوراق کا حصہ ہے، حضرت ثوبان ذوالنون مصری دوسری اور تیسری صدی کے معروف و مشہور عابد و زاہد ولی اللہ ہیں، آپ کے حالات سے عربی قاری سچ تو بھری پوری ہیں، مگر اندہ میں کچھ نہ لکھا گیا تھا۔ حضرت صحتی صاحب نے اس رسالہ میں آپ کے سچے سچے حالات، یکمازہ غلوں، اور دلائل اشعار کو عام فہم اردو زبان میں جمع فرمایا ہے تاکہ عام قاری اس کو پڑھ کر غلوں و عبادت کے شوق اور نور ایمانی میں اضافہ کر سکیں، اس رسالہ کا مدار حافظہ حدیث ہی عمار کی مشہور تاریخ ہے۔

شروع میں حضرت ذوالنون مصری کے مختصر حالات زندگی انتہائی دلکش انداز میں بیان کئے گئے ہیں، اس کے بعد آپ کے چند غلوں، سب طبعہ ذکر کئے گئے ہیں، یوں تو آپ کے سادے غلوں کو قاری پر لکھنے کے قابل نہیں یہاں پر صرف تین غلوں، بطور تبرک نکل کے ہاتھ ہیں۔

فرمایا کہ عسکر کی تین علامتیں ہیں، وہیں کے معاملہ میں بدال اور نزع کو ترک کرنا، حقوڑے سے علم کے ساتھ عمل پر ترجیح ہونا، لوگوں کے محبوب کو غلام انداز کر کے اپنے محبوب کی اصلاح میں

مشغول ہوتا۔

فرمایا کہ ہم نہیں کا حق تو یہ ہے کہ تم اس کو فروغ دے مگر غرض نہ کہ سکا فو کم، نہ کم بختیہ دوست کر دے
فرمایا کہ حق تمہارے لئے پہلے کسی بندے کو عقل سے بہتر کوئی علمت عطا نہیں فرمائی۔ اسان سب
چیزوں کا کمال تعریف پر موقوف ہے۔ انیسویں حضرت ذوالنون مصریؒ کے چند والسانہ اشعار سلیس اردو
ترجمہ کے ساتھ نقل فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جسوں بندگوں کے حالات دیکھنے سے عجز و انصراف فرمائے اور ان کے ذمہ میں داخل
فرمائے۔ آمین۔

(۴) دو شہید

زندگی کی دلیں بہت لمبی ہیں، یہاں قدم قدم پر سنے سنے راستے اور شاخیں بھرت ہیں۔ یہی ہیں
چنانچہ آریخ میں جسے ششماں و افروز کا بہتہ بھی دیتی ہے جو سارا دوسالان کے غزوہ میں بے سوچے بکے
جس راستے پر جا چلا پہل کھٹوے ہوئے اور ایسی خوفناک دلدل میں جا پھنسے کہ وہاں سے نکلنا نصیب
نہیں ہوا۔ اور آریخ کے انہی اوراق پر ایسے بہت سے بے سرو سامان فقرہ بھی نظر آتے ہیں جنہیں راستے
کی پڑ چکی شاخیں اور جھول جھولیاں فریب نہ لئے سکیں اور وہ تمام غارزادوں اور دلدلوں سے دامن پکا
کر سیدھے منزل پر جا پہنچے۔ چنانچہ آریخ بے شمار افروز و اقوام کے حالات ہمارے سامنے دکھائی دیتے ہیں
جنہیں دیکھ کر زندگی کے نئے مسافروں کے لئے یہ فیصلہ کرنا آسانی ہو جاتا ہے کہ کون سا راستہ اختیار
کریں۔ ہماری آنکھیں ایسے افروز کو دیکھ تو نہیں سکتیں البتہ ان کے احوال و واقعات کو سنا کر، بسا
اوقات وہی کام ملے گا ہے جو ان کی زیارت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی مقصد کو ہمیشہ نظر رکھ کر حضرت مفتی صاحب نے زیر نظر رسالہ تحریر فرمایا جس میں ان باتیں
میں سے وہ جلیل القادہ لوگوں کی سبق آموز زندگی اور میری پر ثابرت قدسی اور راہ خدا میں قربان ہو جانے
کا مختصر حال بیان کیا گیا ہے۔

پچھلے حضرت سید ابی شبیرؒ کا تذکرہ ہے جو ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور بڑے بڑے صحابہ کرام سے
علم حاصل کر کے علم و عمل کی اس منزل پر پہنچ گئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القادہ صحابی

سے جب کرنی منکر پڑھتا تو فرماتے کہ سید ابی ہریرہؓ کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ اور وہ عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات کو نشتہ دوتے کہ آپ کی آنکھیں بند ہوا گئی تھیں۔ رہیں پر استقامت کا یہ حال تھا کہ جہاج ابی ہریرہؓ جیسے عالم و جابر شخص کے سامنے بھی گڑبڑ نہ کہنے سے باز نہیں رہتے جس کے ظلم کا غلام حضرت عمرؓ ہی جہاد عمرؓ نے ان کلمات میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ساری امتیں اپنے ظلم جمع کر دیں اور ہم سب کے جواب میں صرف جہاجؓ کو پیش کریں تو نہ پڑ جہاد ہی ہے گا۔

آخر کار جہاجؓ ہی کے اصرار و غلام شہید ہوئے۔ ان کا اور جہان کا مکالمہ حضرت عمرؓ نے صراحت سے اس رسالہ میں نقل فرمایا ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

دوسرے بزرگ جن کا تذکرہ اس رسالہ میں کیا گیا ہے حضرت سید ابی ہریرہؓ میں آپؐ کی ولایت کا سبب دورِ غزوہؓ کا دوسرا سال ہے۔ آپؐ کی ولایت شان کے لیے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا یہ فرمان کافی ہے کہ میں نے سید ابی ہریرہؓ سے زیادہ عالم و دنیا میں نہیں دیکھا اور وہ عبادت کا عالم یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ کھڑکھٹا چھاس سال سے میری جگر لڑتی تھی مگر میں نے آپؐ کے پاس سال کا مال عطا کی دینا سے منع کی غرض یہی آپؐ کی استقامت اور جن کوئی بھی بنا پر غلیلہ عبد اللہؓ نے آپؐ کو قتل کرنے کے سامنے جتن کر ڈالے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سازش کو پیش نہ کر دیا۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر قلب میں سکون و عینان اور عبادت عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور دنیا کی حقیقت سامنے آجاتی ہے اور اس کو ہر لمحہ درحقیقت و حقیقت نظر میں رہتی ہو جاتا ہے اور غلام و جابر مخلوق کے سامنے کھڑے اللہ کو ہتھ کر کے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۵) میرے والد ماجد

اور اُن کے مجرب عملیات

حضرت مفتی صاحبؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ علامہ دیوبند کے اکابر اور صاحبِ صالحین کا آخری نمونہ تھے۔ آپؒ غلام دیوبند کے ان اکابر کے علوم و معارف اور احوال و خصوصیات کے ایسے تھے جن کے فرض و برکات سے دارالعلوم کی درس ترقی کر رہی تھی۔

اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے اپنے والد محترم کی مختصر سوانح تحریر فرماتے کے بعد آپ کے کئے ہوئے بڑے کاموں اور بند کے حالات، غزوات، تعلیمات و دیانات مع عملیات، عمر بھر جمع فرمائی ہیں۔ رسالہ کی ابتدا میں حضرت مولانا محمد نعیم صاحب کے مختصر حالات زندگی، آپ کی تعلیم و تعلیم دیو بند میں، حیثیت مدرس فقہی اور مذہبی، دیو بند کے ساتھ خصوصاً تعلقات کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کو حضرت گنگوہی سے خاص عقیدت و محبت اور شہادت قوی تعلق تھا گرامش کا درجہ حاصل تھا، آپ کی حضرت گنگوہی سے ایک طویل اور حد تک سفاک و کثرت رہی، حضرت مفتی صاحب نے اپنی خطوط میں سے ایک مختصر حصہ عوام و خواص کے فائدے کے لیے نقل فرمایا ہے۔ یہ خطوط ذکر کے نفس مضار، قلب شریعت کی پابندی، سنت کے اتباع، اللہ کے خوف، غفلت کی طیر غواہی، کفایت شعاری اور تمام اخلاق حسنہ کی تعلیم کا بہترین خزانہ ہیں جو پڑھنے سے ہی تصدیق رکھتے ہیں۔ آگے چل کر دالہ بہادری کے مساذہ اور ان کے غزوات ذکر کئے گئے ہیں جن پر کشمیر الہ ہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا محمود صاحب، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مشتمم شامل ہیں۔

کتاب کے آخر میں امام دیوبند کے چند انتہائی سہل اور مجرب عملیات اپنے والد بہادری کے علمی و دانش سے نقل فرمائے ہیں مثلاً برائے کشاف شوق، برائے دفع آسیب از مکان، از خور و کا علاج در ملے و در نیم صر برائے الفقہ و حمل، اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کے لیے عرب و عربیہ ذکر کئے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب کو طب روحانی و جہانی کا خلاصہ کہا جائے۔ تو یہ یاد ہوگا۔

(۱۶) شہادت کائنات

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور اس کی حقانیت کی شہادتیں قطعاً عطا کر دی ہیں اور افراد انسانی پر منحصر نہیں۔ کہیں جگہ بہت سی ایسی چیزوں سے اس کی شہادتیں عالم انسانی پر واضح فرمادیں گی کہ انسان غیر ذی شعور اور غیر مطلق کہتا ہے۔ اور بعض عقلی دلائل و برہان پر کفایت کرنے کے بجائے عقائذ، اصول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدھیات سے

سے بھی واضح فرما دیا تاکہ شیروہنم غنائیہ یہ ذکر میں کرے یا نہ کرے اس کی غلطی ہے۔

زیر نظر مدار میں حضرت صفیہ صاحبہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و خفایت کی وہ
شہادتیں جمع فرمائی ہیں جو ظہر شہری چہڑیوں کے ذریعہ طرق عادات کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں
اور مختلف جگہوں پر ظاہر فرمائی ہیں اس میں ایسے ایسے حب و اوقات ہیں کہ ایک وقت کو تو ضعیف
اصفیہؓ مثلاً ان اور عادت و تہذیب و عہد سے متاثر انسان کی عقل ہی کو قبول کرنے کے لیے
تیار نہیں ہوتی مگر حضرت صفیہ صاحبہؓ نے کتنا بچکے شروع میں تہذیب و عادت ہی ہے کہ۔

یہ واقعات تاریخ و سیر کی معتبر کتابوں سے منقول ہیں انہی ہی احادیث میں۔ نیلے لٹک لوگوں
کی روایات ہیں کہ اس کا اعتبار نہ کیا جاوے تو گزشتہ زمانہ کی تاریخ اور واقعات باقیہ کے صحیح ماننے
کا پھر کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

ذیل میں کتاب کے تین واقعات قبیہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

قبیلہ خثعم کا ایک بہت بڑا حضرت ابو بکرؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کے لوگ اپنے بہت کے
پاس پرستان میں مشغول تھے کہ اس کے اندر سے آواز مٹی جس میں چند اشعار ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف متوجہ کیا گیا تھا (اشعار جو یہ اقتدار اس جگہ نقل نہیں کئے) یہ
لوگ حیرت میں پڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ دو تین روزہ کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات اور دعوت کی کیفیت آنے والوں سے پہنچی یہ لوگ ابتداً اس واقعہ کو محض
وہم و گمان خیال کرتے تھے مگر پھر یہی آوازیں اپنے ہونے سے متعجب تھے بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قبیلہ ایک وقت داخل اسلام ہو گیا۔

اسی طرح حضور قدسیؐ کے وقت نبی خدوہ کے بہت غلام نے اپنے خاص بھائی طارق نامی کو
خطاب کر کے برون شروع کیا کہ

میں قبیہ بنی فہر میں مریم :- حق ظاہر ہو گیا اور غلام ہوا گیا اور اسلام نے شرک کو مٹا دیا۔ اس
حیرت انگیز آواز کو ابتداً ہی لوگوں نے بھی محض وہم خیال کیا مگر پھر ایک روز اس میں آواز پیدا ہوئی
اور کہا۔

میں طارقؓ نے طارقؓ! پسے نبیؐ دہی ناطق کے ساتھ پیدا ہو گئے ہیں اور کہ کر کہ کی زبانی میں دعوت

عام دینی ہے، اب اسٹی کے مددگاروں کے لیے سزا مقرر ہے اور ان سے علیحدہ رہنے والوں کی جہاں ہے، اب اس قیامت تک کے لیے میں تم سے رخصت ہوتا ہوں، یہ کلام کہتے ہی سر کے نیچے گر پڑا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا اسلام لانے سے پہلے آپؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا کون سا مشاہدہ کیا، فرمایا کہ میں نے ایک روز ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا کہ اپنا کب اس کی ایک شاخ نیچے جھکی اور میرے سر سے مل گئی میں نے تجسس اس کو دیکھا تو اس میں سے ایک آواز آئی۔

هَذَا الْمَنْعُ يُخْرِجُ فِي وَقْتٍ هَكَذَا وَهَكَذَا لَكِنْ أَنْتَ مِنْ أَسْعَدِ النَّاسِ بِهِ .

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے سائنٹفک اور کونجری اسی اور عام ضمیمہ عقیدہ مسلمانوں کے عقائد میں پختگی اور ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے اور اسلام کی عظمت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

۱۰۰ مجالس حکیم الامت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دینی توحید و اصلاح و اخلاق کے لیے جن یاتا، آپ کی مجالس علم و معرفت سے بھر دی اور ظاہر و باطن کی اصلاح کے لیے سنہ اکسیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔

زیر فکر کتاب میں مفتی صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ قدس سرہ کی چند مجالس کے خاص فیاض اور اہم نکات جمع فرمائے ہیں۔ یہ کتاب علم و معرفت اور تصوف و سلوک کے مسائل کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور دریا بخیز کا مصداق ہے۔ اس مختصر صفحات میں اس کا مختصر تعارف بھی کیا مقصد پیش نہیں کیا جا سکتا اس کے ایک ایک صفحہ میں اور مختصر الفاظ و جملوں میں ایسے ایسے دقیق مباحث و مضامین اور معجزہ الآراء مسائل کا حل موجود ہے۔ جو بڑے بڑے رسائل میں بھی ناممکن تھے ہیں۔

مفتی صاحبؒ نے ابتداً کتاب میں حضرت تھانویؒ سے پہلے تعلق اور ابتدائی چار عناصروں کا مختصر حال انتہائی دلکش انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

مصدقہ کتاب میں حضرت مفتی صاحبین تحریر فرماتے ہیں کہ :

”ماہنامہ مجلس میں بہت سے حضرات غلط فہمیاں رکھتے تھے کہ اس کتاب کو اس کی بہت بہت کم جہتی تھی کہ مجلس میں پیش کر گئے کی طرف تو یہ ہے اس لیے اس کا اہتمام تو نہیں تھا، البتہ بعض خاص خاص باتیں اپنی یادداشت کے لیے لکھ رہی ہیں تھا اس طرح لکھا ہوا بھی ایک چھاننا ضروری ہو گیا :

حضرت خاں ولی کی ہدایت پر مفتی صاحب نے غلط فہمیاں جمع کرنے والے جب تک لکھ کر اپنے حلقہ میں ڈاکر اجازت حاصل نہ کر لیں اس کی اشاعت منع تھی۔ اور اپنے وصیت نامہ میں بھی یہی غرض خفا رکھنے کا نام لے کر یہ ہدایت کی تھی کہ میرے بعد اگر کوئی غلط یا غلط فہمیاں دیکھ کر کسی کے پاس غیر مطلوبہ ہوں اور وہ ان کو شائع کرنا چاہتے تو وہ ان حضرات کو دکھائے ان میں حضرت مولانا حفیظ الرحمن عثمانی کا نام بھی درج تھا، چنانچہ وصیت کے مطابق مفتی صاحب نے ”بہاؤی حکیم الامت“ کا مسودہ حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا، اجازت پائی تو مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا :

”حضرت نے اپنے موصوفہ و غلط فہمیاں کی اشاعت کے لیے اپنے بعد میں حضرت کے دیکھنے کی شرط بیان فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضبط کرنے والا ان حضرات سے علم و معرفت میں کم ہو جن کا نام شرط میں ہے۔ اور اگر ضابطہ ان حضرات سے علم و معرفت میں زیادہ ہو تو کتاب ہے وہ اس شرط سے مستثنی ہو گا۔ میں آپ کے ضبط کردہ بہاؤی حکیم الامت پر کسی غلط فہمی ضرورت نہیں سمجھتا :

مگر بعد میں مفتی صاحب کے اصرار پر حضرت مولانا کے مسودہ غلط فہمی کو اشاعت کی اجازت مرحمت فرمادی ۔

اصغر کی ناقص رائے میں یہ کتاب تصوف کی مدح ہے اور اس کا مطالعہ ہر مسلمان شخص کو تصوف کی صحیح حقیقت سے روشناس کرا سکتا ہے جو یا تو آج کل کی نام نہاد پیری مردی گوہر گوہر اس سے بدلی ہو گیا ہو یا پھر غرور و مادہ پرستی کے بہانہ سے متاثر ہو کر تصوف کو غیر اہم اور فیسرہ ضروری سمجھ بیٹھا ہو ۔

تیسرے کے طور پر چند غلط فہمیاں نقل کئے جاتے ہیں۔

مسلکہ یہ کہ ہر ایک شریعت جامع تقریر۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں کوئی بھی اختیاری کام نہیں ہے
کے بغیر و قرع میں نہیں آیا۔ ایک مشیت الہیہ دوسری مشیت عجزیہ ہیں لوگوں نے صرف مشیت قرعہ
یعنی مشیت عجزیہ پر نظر کی وہ قہری ہو گئے۔ اور جنہوں نے صرف مشیت عجزیہ یعنی مشیت الہیہ پر نظر
کی وہ مہربانی ہو گئے اور جنہوں نے دونوں مشیتوں پر نظر کی وہ اہل رحمت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ شبہات قرعہ علم بھی اکثر سمجھ دیتے ہیں مگر جواب کا کھنکھانہ نہیں
مشکل ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شبہات کا خشاہہ جمل ہے، جمل کی بات علوم کی کجہ میں جلد تر
آجاتی ہے اور جواب کا خشاہہ علم ہوتا ہے وہ ہر شخص کے بس میں نہیں آیا۔

ہندو گاہن دیو ہند کا اصل اقتیاز۔ ارشاد فرمایا کہ میں جو اپنے ہندوؤں کا معتقد ہوں اس کی بنا نہیں
کہ یہ دنیا میں سے کچھ ہے عالم میں کیونکہ مجھے یہ احتمال ضرور ہے کہ نماز میں کچھ علماء ان سے بھی بڑے
موجود ہوں اگرچہ ہمیں معلوم نہ ہوں بلکہ میرے اعتقاد کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ لوگ اللہ والے تھے۔
دنیا دار نہیں تھے دنیا میں رہتے مگر حقیقت دنیا کی ان کو ہو ابھی نہیں گئی۔ ان کا جو کام تھا وہ دینی
و احیائے تھا۔ غرض اس میں اپنی تمام صلاح برابر ہو جائیں۔

دشابہ برأت کے فضائل و احکام

شریعت کی نظر میں جس طرح بعض مقامات اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر نہایت اہمیت
کے حامل ہیں اور ان میں ایک ایک عبادت کا ثواب دوسرے مقامات کے مقابل میں کوئی بڑا گناہ یا
فنا ہے، بالکل اسی طرح بعض ایام کو بھی دوسرے ایام کے مقابل میں خصوصیت حاصل ہے۔

جس طرح یہ دستور جلا آتا ہے کہ شہروں اور قصبوں میں عبادت کے خاص خاص ایام مقرر ہو گئے
جاتے ہیں، اسی طرح شریعت کی نظر میں انسانی بھی ایک ایام ہے، دنیوی عبادت گاہیں اگر بعض فضائل
ہیں تو ان کو دینی عبادت گاہیں احب الیقاع ہیں و کمالی الحدیث اس غیر محسوس عبادت کے لیے بھی
ماہانہ سالانہ اور منو و رفاہ میں لگتی ہیں جن میں رمضان شریف، ایلاتہ القد و غیرہ ہیں انہیں میں سے
ایک شبہ برأت ہے۔ احادیث میں اس کے بھی بہت فضائل و برکات آئے ہیں۔

زیر نظر سالار میں حضرت مفتی صاحب نے شبہ برأت کی وجہ تسمیہ اس کی تعین اور اس کے

فضائل و برکات احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔ اور اس راست میں جو اعمال مسنون ہیں ان کی ضرورت بھی تحریر کی ہے مگر عام مسلمان اس راست کے بیشبسا فضائل و برکات سے بہرہ اندوز ہو سکیں مگر انھوں نے کہ بہت سے لوگ غفلت و جہالت سے اس کے ثواب و برکات کو غائب و مقصدانیت سے جہل سمجھتے ہیں اور اپنی شرعی اعمال سے طرہ طرح کی بدعتیں اور قبیح رسمیں ایجاد کر کے ہر ایک برکت کو اپنے لیے معیشت بنا لیتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان غزافات اور لطایف کی بھی نگاہ دی گئی کہ ان سے شذوذ رسم آئندہ کی جس میں لاکھوں روپیہ اور کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے، اس رسم ملوہ، چروغوں کی رسم، مسجدوں میں اجماع اور شہد و شغب وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب نے خلافت دومندی سے مسلمانوں سے یہ گزارش کی ہے کہ مسلمان ان انفرادی غنائشوں کو غیبت سمجھ کر ان سے نفع اٹھائیں اور اس مبارک راست میں اعمال مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سونے کا سامان کر لیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو ان گناہوں سے تو بچائیں جو اس مبارک راست میں ثواب کچھ کر کے جہت میں ہیں۔ یہ کتاب آخرت کا توشیح جمع کرنے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ ہے بشریکہ مسلمان اس کو پڑھ کر اس پر عمل ہو جائیں۔

(۱۹) بسم اللہ (فضائل و احکام)

• بسم اللہ الرحمن الرحیم • ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت و مشقت ہے نہ کوئی وقت صرفت ہوتا ہے مگر اس کے آثار و برکات خلافت دومس اور عظیم الشان دینی و دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے بسم اللہ کے شرعی احکام و خواص بسم اللہ کا قدردانی تفصیلی ذکر فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مختصر رسالہ کی اصل مسلمانوں کو اسی غفلت پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر کچھ نہیں ہوتا تو اس بے محنت کام سے قوم نہ بچاؤں اور اس کے فضائل و برکات کو بلاوجہ ضائع نہ کریں۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں احادیث کی روشنی میں ان مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے اور اس کی تاکید آئی ہے، پھر اس کے کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں اور

آخر میں ہم کے بعض فراموش گزریہ بیان کئے گئے ہیں مثلاً حمیدی اور شیطانی اثرات سے حفاظت ،
ظالم پر ظلم، فتنہی عدم مداخلت کے لیے، حب کے لیے حفاظت اولاد کا نسخہ، تسخیر قلب کا نسخہ، حکام کے
لیے اور دوسرے کے لیے، ان تمام محامد کے لیے مختلف تعداد ہے جو اس کتاب میں درج کی جا سکتی ہے۔
الغرض مثل بہت ہی قلیل ہے اور برکات و ثمرات بہت کثیر اس لیے لوگوں کو اس کا اہتمام
کرنا چاہیئے۔

(۲) جہاد و فوائد، مسائل، دعائیں

جہاد اسلام کے فرائض میں نماز، روزہ کی طرح اسلام کا پانچواں فرض ہے، اور یہ قیامت تک
جاری رہے گا حدیث شریف میں ہے الجہاد ماضی ابلی یوم القیامت۔

ہندوستان پر انگریزی تسلط کے بعد سے وہاں کے مسلمانوں کو کھیلے طور پر کھاد کے ساتھ جہاد
فقال کے مواقع نہ تھے اور رفتہ رفتہ علم مسلمانوں کے ذہن سے اس کی ضرورت و فضائل و مسائل بھی
غائب ہونے لگے، اور اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کے بعد اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی اور کسی
فرائض کو اس طرح نیاں میں ڈالے رکھا گیا۔

علاوہ قرآن و سنت کے نعوض اور اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مسلمان جہاد بھروسے
ہیں دوسری قومیں ان پر غالب آجاتی ہیں، اور مسلمانوں کے دلوں میں سرعوت اور آپس میں بھڑت
پڑ جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۶۵ء میں پاکستان پر بھارت کے اپنا تک حملے کے وقت یہ مفصل
رسالہ تحریر فرمایا جس میں جہاد کی تعریف، اس کے احکام و فضائل اور برکات کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔
رسالہ کے چند اہم مضامین درج ذیل ہیں۔

نومیں کا جہاد وطن کے لیے نہیں اسلام کے لیے ہے، جہاد وطن اسلام ہے، اسلامی جہاد کا مقولہ
تسخیر ممالک صبر اور تقویٰ ہے، جہاد کی تیاری اور مسلمان جنگ کی فراہمی بھی فرض ہے، صحابہ کرام نے
مسلمان جنگ کی صنعت کیجئے کے لیے دوسرے ملکوں کا سفر کیا، عہد رسالت میں ٹیکہ آؤٹ کی
ایک نظیر، جہاد کب فرض میں ہو جاتا ہے؟

اگلے جیل کر مختلف کتب فقہ اور فتاویٰ کے حوالوں سے بہت سے مسائل متعلق جہاد بیان کئے گئے ہیں۔

آخر میں جہاد سے متعلق چالیس حدیثیں درج اور نہایت بہترین شرح کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں اور ان کے لیے نہایت دل نشیں عنوانات قائم کئے گئے ہیں اور پھر روسی کا مؤثر ترین ہتھیار یعنی خاتم جنگ کی دعا جیل ذکر کی گئی ہے۔

چند خصوصیات :- ۱۔ اردو میں جہاد کے تمام شعبوں پر عادی بہت ہی مستند اور آسان فہم حوالہ ہے۔ ۲۔ اس کو پڑھ کر مسلمان کے دل میں شوق جہاد اور میدان جنگ میں جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ۳۔ جہاد کی اہمیت اور اس کے فضائل کا اعلازہ ہوتا ہے۔

حروف آخر :- یہاں پر صرف بیسٹل کتابوں کے فقر تعارف پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی اس کے علاوہ بھی کئی خاص اصلاحی تصانیف ہیں جن میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں اور چند ایک زیر طبع ہیں مگر مقالہ کے طویل تر ہو جانے کے خوف سے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اصلاحی تصانیف کے اس تعارفی مقالہ کے درمیان اور اہم مباحث پیش نظر تھے۔

ایک یہ کہ علامہ اناس میں اس مقالہ کے مطالعہ سے وہی کی صحیح معلومات حاصل کرنے کا شوق اور طبیعت پیدا ہو اور وہ ان کتابوں کو پڑھ کر اپنی پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو نجات دیں، جو ان کتابوں کی تقریر کا مقصد ہے۔

دوسرے یہ کہ اہل علم ان کتابوں کو پڑھ کر اپنی تصانیف اور تالیفات میں اس بات کو مدنظر رکھیں کہ ان کی تحریروں میں بھی علامہ اناس کے افادہ اور اصلاحی پہلو کو بطور خاص پیش نظر رکھا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت مفتی صاحب کے علوم و معارف کے بانی پیش بابا خزانوں سے استفادہ کی توفیق کامل نصیب فرمائے۔ اور ان تصانیف کے ایک ایک حرفت کے بدلہ میں حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

واللہ اعلم
والحمد لله رب العالمین اللہم تقبل منا انک انت
سبح العظیم۔

مولانا عبدالحق شکر ترقی
دارالعلوم رضویہ، ساہیوال

حضرت مفتی اعظمؒ کی تفسیری خدمات

بازگردد بخندہ و از باران خندہ

آورد و دیوار را آردی بر جہد

کز برائے محبت حق سادہ

بازگردد منہ سے انہیں خوشی دہا

صاحبزادہ عزیز محمد بریلوی قلمی صاحب سلاطین و شہداء اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے اس تہذیبی و علمی عظیم جہد کے ساتھ اس پاک و پاکیزہ مکتبہ میں جن مکتبہ داران و محققین کی ایک بڑی کڑی کا بیعت اور عہدہ کی بیعت کے پیش نظر تو یہی مناسب تھا کہ اس کام سے خدا کی راہ پر جانے والے ہر فرد کی خدمت کے لیے اور تفسیر و تہذیب کے لیے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے ساتھ آخر کے انتساب و تعلق اور سب سے بڑھ کر حضرت محدث کے محبوب اور تذکرہ نگاروں میں شمار کئے جانے کی طبع نے ہر فرد کو ان کے اہل و عیال اور ان کے اہل و عیال کے ساتھ شریعت کے احکامات کی شریعت پر آواز دہانہ اور ان کے اہل و عیال کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کی چند چند نگاہیں قدس دینی خدمات میں سے، عظیم تفسیر میں خدمت جلیلہ کے عنوان پر اپنی مختصر ملاحظات کو مرتب کر کے پیش کرنے کو ارادہ کر لیا۔ واللہ الموفق و المعین!

اس موضوع کے اختیار کرنے اور حضرت محدث کی تفسیری خدمات کے اہمیت کا متعین نظریں پر حق خدا پرست کی حیثیت و اہمیت کے واضح کرنے کے علاوہ اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت کا اس اور جنہ پرہیزگار ہے۔ ترقی کو یہی ہے کہ اس کی معروضات کو اس مقصد کے پیش نظر و نظر فرمایا جائے گا۔

تفسیر بالآئی کا فتنہ نہ گیری۔

اسی روز و ہنگام میں میں نے اپنے دوستوں کو اس موضوع پر زبان و قلم لوگوں نے تفسیر ہی کی کرنے اور بعض مکتبہ داران کی تفسیروں سے بے نیاز ہو کر قرآن کریم کے معنی اور اس کے مقصد میں کھوج و تہرج کرنے کا فتنہ نہ برپا کیا ہو لیکن میں کو فتنہ نہ گیری کہتا ہوں جو لوگوں نے قرآن کریم کے معنی اور مقصد کو تفسیر ہی کے پیش نظر اپنا مقصد اور مصلحت نظر کیا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت و تدبیر ہے کہ یہ فتنہ نہ کے خدا پرستوں کے لیے اس وقت کے

اکابر علماء خود کو انھوں میں طرح پر چین لے لیا ہے۔ ان کے قلب و دماغ میں اس حکم کی جیت کا جذبہ اور وہی پیدا کر دیا ہے۔
 اس عادت جلد کے مطابق اس مذاہب میں قرآنی کے تفسیر الہی کے اس شہساز کی ایک استیصال معلوم
 کے لئے ہیں حالت کہ انھوں میں کوئی فرقہ وادہ علماء و دانشور کی حالت ہے اس جہت کہ ان کی خدمات سے دماغی ہے کہ ان
 حاضر میں اس سے جو طریق عمومی طور پر وہی کے لئے عقائد و مبادی اور اس کے ہر شعبہ میں تجدید اصول و کتب پر بنی تالیف
 اور تالیفی فراموش کام لیا گیا ہے اس طرح خصوصیت کے ساتھ تفسیر الہی کے تفسیر کی ایک استیصال اور تفسیر قرآن
 کے مقابلہ میں بھی اس جہت سے کہ انھوں نے خدمات انجام دی ہیں اکابر علماء و دانشور سے خصوصیت شیخ عبد ربہ بن محمد بن
 صاحب محنت و اسلام و دانشور و سرور العزیز و حضرت حکیم حاکم بن محمد بن ابی حنیفہ نے تفسیر قرآن کے ساتھ خدمت
 کے مطابق اس حکم قرآنی درست کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائی حضرت شیخ ابی حنیفہ نے حضرت شام عبد القادر
 و دہلوی کے دور و زمانہ کو ہمارے دہانے اور ان پر ضروری فوائد و احکام فراموش کی خدمت انجام دیا ہے اس جہت پر اس میں عظیم
 فرمایا اور حضرت حکیم حاکم تفسیر قرآن کے لئے بعض مباحثوں کے ترجموں اور تفسیر کے انداز کی اصلاح کا عرض انجام دینے
 کے ساتھ ساتھ مسکت مباحثوں کے معنی موافق ایک ہندو پارٹی تفسیر بیان القرآن مع حدود و حدود کہ قرآن کریم کے
 میں خصوصیت مطلب کی وضاحت و بیان اور ترجمانی کا حق اور دیگر تفسیر بیان القرآن کی زبان و اس کا مطلب بیان خاص
 علی و سلمہ میں جنگ اپنی بصیرت مضامین اور طریق استدلال کی انصاف و معلومات کے لحاظ سے علماء حاضر کی تفسیر
 میں اثرات انھیں کہانے کے مستحق ہے قرآن کریم کے اسرار و حکم اور حقائق و معانی کے بیان پر مشتمل اس تفسیر کے باوجود
 اس ضرورت کا احساس کیا۔ اچھا کہ اس کے مضامین کو عام فہم آسان زبان میں منتقل کر دیا جائے تاکہ اعلیٰ اہمیت کا
 دائرہ زیادہ سے زیادہ عام ہو کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا باب پیدا فرمایا کہ حضرت شیخ صاحب نے اپنی
 تفسیری خدمات کے لئے بیان القرآن کو منتخب فرمایا اور اس کے مضامین اور حقائق و مقامات کا کل آسان زبان اور سہل
 الفاظ میں فرمایا اس کے نتیجہ کو عام اور سہل الحصول بنا دیا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

تفسیر کے مناسبت :-

حضرت مفتی صاحب پر علماء اہل بیت کے ایک خصوصی انعام و تحاکم کا ماحول و علوم و فرقہ کا خصوصی ذاتی
 ماحول فرمایا گیا ہے علم تفسیر کے ایک خاص مناسبت اس صورت کے تحت میں آئی تھی پھر کہ حضرت صاحب کو ایک
 عرصہ تک اپنے قلم و دماغ میں حضرت حکیم حاکم تفسیر قرآن کی محبت و اہمیت سے فیضیاب ہوئے اور حضرت صاحب کی
 زبردہ بات تفسیری خدمات انھیں اپنے کوششوں میں حاصل ہے اس لئے حکیم حاکم تفسیر قرآن کے تفسیری ذوق کا بھی
 دائرہ کہ آپ کو تفسیر آگیا انھیں مل بھی آپ کو حضرت خٹکوی کے ذوق تفسیر کا بظاہر پر عادت و جانچیں سمجھا
 جاتا تھا۔

تفسیر قرآن کے مراحل

حضرت مفتی صاحب نے قرآن کریم کی تفسیری خدمات کو کئی مرحلوں میں بانٹا ہے۔ اسے عمومی طور پر تفسیر کے ذریعہ بھی یہ خدمت انجام دی ہے کہ تفسیری زبان و بیان سے بھی اس کو اکیلا بہت مرحلوں اور تفصیل میں یہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

مرحلہ اول در قرآن کریم

حضرت مفتی صاحب جب دیوبند سے ہجرت کیے کہ کراچی تشریف لائے تو عمومی اصطلاح اور فقہی مام کے لئے تمام اہل علم کے قریب مسجد اہل علم میں قرآن کریم کو اس دیا کرتے تھے۔ غالباً ہر کے بعد ہر مذہب ایک گفتگو ہوتی ہے۔ اگر انھیں اس میں اختلاف فرمیں تو ان کو دیکھ کر ہر قسم کا استعداد و قابلیت اسے شریک ہو کر چلتے چلتے ہر مسئلہ کا اتفاق طبع مند ہوتے تھے۔ اساتذہ کرام میں یہ اس قرآن مجید پر تفسیری طور پر بصورت اس تفسیر قرآن کی خدمت کا ایک مرحلہ ٹھیک کہہ سکتا ہے۔

دوسرا مرحلہ ریڈیو پر در قرآن

ریڈیو پاکستان کے ذریعہ اردن کے اردو پر حضرت مفتی صاحب نے ہفتہ میں ایک روز جمعہ کے دن قرآن کریم کی تفسیر کا نشر کیا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ یہ اس بنام معارف القرآن جو شوال ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء سے شروع ہوا جن ۱۳۷۲ھ تک ریڈیو پاکستان پر مسلسل نشر ہوا۔ اگر اس نشریہ میں اس کے لئے قرآن کریم کی تفسیر طبع نہیں تھی بلکہ عام مسلمانوں کی فنی ضرورت کے پیش نظر اس میں منتخب آیات کی تفسیر اور اس سے متعلق احکام و مسائل کا بیان مقصود تھا۔ یہ تفسیری صورت میں اس حال تک ریڈیو پر نشر ہوئی ہے جس کا ہر ایسا آدمی کے فہم تک پہنچا سکتا ہے۔ مام سلطان محمود فیضی اور حضرت مفتی طریقیوں پر اس سے کافی فائدہ اٹھاتے رہے۔ بعض حضرات نے اس کے تحت تلمیذ لکھے اور بعض جگہ ٹیپ دیکھ کر اس کو محنت کر کے ریڈیو کے وقت کے علاوہ بھی دوسرے وقت میں لوگوں کو سنوانے کا بہانہ بنایا گیا۔ اس طرح اس میں کمال فہم تک کے فہم ہی محدود نہیں ہے۔ اگرچہ پاکستان میں مسلمانوں کے علاوہ اور تفریق پر اس کے بھی بہت سے ممالک کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ تفسیر پر اس کے علاوہ تفسیری خدمات کا یہ مرحلہ پہلے مرحلے سے اپنی جامعیت اور فائدہ کے لحاظ سے زیادہ مام پر فائدہ ثابت ہوا۔

تیسرا مرحلہ معارف القرآن کتابی صورت میں :-

ریڈیو پر اس قرآن کی کیفیت اور فائدہ بہت کم اس میں عام طور پر کیا جا رہا تھا۔ اس لئے تمام اہل علم اس تفسیر کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے تھے۔ تفسیر اور جلد اور مام کے علاوہ جب بہت سے اہل علم مستند علماء نے بھی اس کے قلمبند ہونے کی شہادت دی تو حضرت مفتی صاحب نے تفسیر کی تکمیل کا کام اس طرح شروع فرمایا کہ ریڈیو پر اس قرآن میں جو آیات قرآن میں ہیں ان کی تفسیر کو بھی اس میں شامل فرمایا۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کی دوسری

حرمات و معصیات کے ذریعہ اس میں قرآن کریم کی صورت میں منتقل ہو کر تفسیر بن گیا۔

زمانہ تصنیف

کتاب کی صورت میں آنے کے لئے اس تفسیر نے نظر ثانی اور ہی جرمی آیت کی تفسیر کا کام ۱۶ صفر ۱۳۵۷ھ کو شروع کیا گیا تھا مگر جو مشافہہ اور تکرار میں مرض کی شدت کی وجہ سے اس کام کی رفتار کی تیز دبی اور تسلسل کے مقابلہ میں کچھ سست رہی اور ۱۳۵۸ھ تک صرف سورہ بقرہ کی تکمیل ہوئی اور اس کو کتابت کے لئے دیر لگایا اس کے بعد شوال ۱۳۵۹ھ میں تو اس تیز رفتاری اور تسلسل کے ساتھ اس کام کو دوبارہ آغاز ہوا اور ۱۳۶۱ھ میں یعنی صرف چار سال کے قلیل عرصہ میں ہی اتنا عظیم الشان کاوش اور عظیم تفسیر بن گیا کہ اس میں کچھ جملت افتادہ افکار اور مشافہہ کے جوہر ہیں اس بابت کام کی تکمیل کی بہت دیر نہیں کاغذ پر آجنا یعنی قرآن کریم کا ہزار اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت کہہ سکتے کا مستحق ہے۔

تفصیلی تعارف

حضرت مفتی صاحب نے اس پر عین عظیم فرمایا کہ اپنی پندرہ سالہ اور افتادہ دہائی کے زمانہ میں مقصد و مآخذاً فی اور محنت سے کام لے کر ۵۶۶۳ صفحات پر مشتمل جلدی جلدی میں معارف القرآن کے نام سے تفسیر تیار فرمادی۔ جو اہم فقیر و المومنین و امن ستر السلیمن۔

ترتیب

حضرت شیخ الحدیث اور حضرت حکیم دوست خانوی مد کے جن دستہ دستہ و معتبر زمیں کا تذکرہ اور ہر باب حضرت مفتی صاحب نے ان دونوں زمیں کی اپنی تفسیر میں شامل فرمایا ہے اس کے بعد بیان القرآن کا خلاصہ تفسیر کیا پھر معارف القرآن کا عنوان قائم فرمایا اس کے تحت مسخرات و مجملات قرآنی اور مرادفات و اشکالات و الکی الکی اضافی تفصیل فرمائی ہے۔ طریق بیان اور اسلوب نگارش نہایت سادہ و سلیس اور سہل ہے مطالب قرآن کے بیان میں معارف قرآن اور معارف بیان کو اول و دوم اور بعد از قرآن ہے۔

فقیر و حضرت مفتی صاحب نے قرآن کریم کے حقائق اور معارف کا بیان اور مسائل حاضر و غزوریہ کا حل استفادہ سلیس زبان اور سادہ انداز میں فرمایا ہے کہ عمومی تفسیر یا تو شخص کے لئے ہے جس سے استفادہ کر کے مطالب قرآنی کو سمجھنا سہل ہو گیا، خصوصیت کیساتھ تفسیر یا تو طبقہ کے لئے ہے جس سے بیبا معارف کا ذوق اور رغبت ظاہر ہے اس کے ساتھ ہی حضرت حکیم دوست خانوی تفسیر بیان القرآن کے معانی میں مشغول اور بہت مسائل کا تفسیر یا تشریح کے ساتھ تفصیل بیان میں فرمایا ہے بعض تفسیر و تشریح میں تفصیل سے وقت اور ضرورت کے ساتھ ان کے موافق ہاں یا نہ ہاں حاضر و غزوریہ میں نہ تفسیر میں ہر دو جامع فرمایا کہ بعض بعض پر ضرورت نہ ہو تو مستقل سادہ مرتب ہو گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب

کی بات کے معنی سے بات واضح ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے آیات و تفسیر کے مشن کو بطور پیشہ کے
 کبھی اختیار نہیں فرمایا بلکہ عصری و کلاسیکی اور محدثات و کلاسیکات میں سے جن امور کے بارے میں شرعی و دنیاوی کی ضرورت پیش
 آتی تھی حضرت مفتی صاحب اس پر وقت و محنت صرف کر کے مسلمانوں کی دنیاوی کاوش انجام دیتے تھے، یہی عند
 تعالیٰ کو خاص فضل و احسان کا ثبوت مسلم کی پیش آمد و حق ضروریات کے بارے میں حکم شری کی تحقیق و تفسیر کے لئے
 مفتی صاحب کو ایک خاص کلمہ فوق عطا فرمایا گیا تھا چنانچہ اس ہی تفسیر میں حضرت مفتی صاحب کو یہی ذوق
 تحقیق کا فرائض اہم تفسیر میں بلکہ جگہ مسائل حاضرہ سے متعلق تحقیقات عجیبہ کا پیش بہادری اس پر
 گواہ ہے۔

خصوصی تحقیقات

تفسیر کی خصوصی تحقیقات جن کو اس کی خصوصیات کہاجاتے ہیں ان میں خصوصی نوع اور کلمہ تفسیر کے مطالعہ
 کرنے والوں کو اندازہ ضرور کے تھا جن میں ضروریات میں دنیاوی کے لئے بھی مفید اور کامیاب ہے ان کی ایک فہرست
 ذیل میں ہے۔

تفسیر کے بعض خصوصی موضوعات

- ۱۔ بنیاد کی گائیڈ لائن کے شکار کے مسائل ۱۔۲۔ مریض کو دوسرے کا خون دینے کا مسئلہ ۱۔۳۔ انگریزی دوا
 کا حکم ۱۔۴۔ اسلامی سیاست اور عام ملکی سیاستوں کا فرق ۱۔۵۔ اسلام میں عورتوں کا موقف ۱۔۶۔ تعلیم و ترقی
 فی اسلام ۱۔۷۔ سودہ کی اسلامی تعریف اور اس کے نام جوئے کی حکمت اور موجودہ زمانہ میں اس سے نکات کی کثرت
 سودہ کی معاشی فرائض ۱۔۸۔ حرمت شراب و اس کے متعلق احکام ۱۔۹۔ حرمت قمار ۱۔۱۰۔ بعض معاصرین کی غلط
 فہم کا اندازہ ۱۔۱۱۔ اسلام میں غلامی کی بحث ۱۔۱۲۔ اکتادہ دولت یا اسلامی قوانین کی ضرب کاری ۱۔۱۳۔ وطنی و انجیر
 قومیت کا فرق و جاہلیت کا شعور ہے ۱۔۱۴۔ دو قومی نظریہ ۱۔۱۵۔ زکوٰۃ میں کمی بیشی کا کسی کو کسی زمانہ میں اختیار نہیں
 ۱۔۱۶۔ مسائل کی تفسیر بھی عطا حق تعالیٰ ہے ۱۔۱۷۔ اسلامی مسائل پر اعتراضات کا جواب ۱۔۱۸۔ نیکو حکومت کا
 ٹیکس نہیں بلکہ عبادت ہے ۱۔۱۹۔ حضرت ابن علی علیہ السلام کے واقعہ میں بعض معاصرین کی غلطی اور اس کی تحقیق
 ۱۔۲۰۔ حکومت کا خزانہ کی کثرت مال ۱۔۲۱۔ معاش میں اختلاف ۱۔۲۲۔ ارتکاز دولت کے مسئلہ کا قرآنی نظام احمد
 بہتدین کی تفسیر و ترجمہ پر ناچھب ہے ۲۲۔ مسئلہ وراثت اور خرافات عصمت کا ایک اہم باب ۲۳۔
 نسوان ۲۴۔ تفسیر قرآن میں غلطی و تفسیرات کی ممانعت و مخالفت کا صحیح معیار ۲۵۔ تفسیر حدیث کا
 قدرتی نظام، معاشی مسائل کی حقیقت، اسلامی مسائل کا مطلب۔

معارف القرآن کے خصوصی التزامات ۲۶۔ اس تفسیر و معارف القرآن میں چھ کثرت نزولت کے

پیش تو یہ دبا ہے کہ ایسے غیر مرئی دین مسلمانوں کو ہماری تعلیمات سے واقف نہیں ہوتے اور دین دشمنی میں ان کی قوت برداشت سے باہر ہوتے ہیں، ان کے دماغ کے معالجی معانی میں اور تعلیمات قرآن کریم سے واقف اور متعارف نہ کرایا جائے اس لئے علم فقیر کے متعلق علوم میں سے علم اختلاف قرأت عربیت و لغت معانی و جہت کی خاص علمی و تفصیلی بحثوں سے احتراز کیا گیا ہے مگر سچ بھی اجمالی طور پر ان علوم کو بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کا ان کا کیا گیا ہے کہ ان کی ذہنی سطح سے بلند خاص علمی مصنفات اور غیر مرئی دین دشمنی دماغ کا نہ کہنے پائیں۔

اب سعادت انقرآن کے قصوں، مشروبات پر انقرآن سمیٹے ہوئے ہیں

۱- قرن فراق کہ ہم کے ترجمہ میں حضرت حکیم دوست محمد علی خانوی بدویشیاج العرب اہم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کے ترجموں پر مبنی ہے کہ کیا ہے بہت کم کہیں پیدا ہو سکتے کہ ان کی عظمت و اہم واضح ہوئے سلطان محمد گڑگسی درجہ سے لیا گیا ہو۔

۱۲۔ ترجمہ کے بعد ممکن فقیر اور تفصیل و تشریح سے پہلے آیات کا خلاصہ معلوم کر لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک مختصر فقیر کا کام دیتا ہے وہ مباحث میں مصلحت اور ہی کے لئے قرآن پاک کے بچنے کے لئے ایک حکم کا ہوتا ہے۔ یہ حدود حقیقت حضرت حکیم الامت خانوہی دکنی فقیر زبان القرآن کا خلاصہ ہے مگر کسی انسان اور جہل کے پیش کیا گیا ہے۔

۱۳۔ اہل خاص خاص لغات و مفردات کا اصل اور ان کی تشریح و علت اور تفسیر کی معجز کتابوں کے نام سے نقل کیا ہے۔
گنجینہ۔

۱۲۔ اصل فقیر میں اصل فقیر کی حالت کا ذکر ہوا ہے کہ اس کے سوا کسی اور شخص کی فقیروں پر اختیار کیا گیا ہے وہ شہداء و تابعین سے منقول ہو کر اور مسند کتب حدیث و فقیر میں موجود ہیں مگر ہر مقلد پر جو اس سے وہ فقیر کی گئی ہے اس کتاب کا نام اس سے لگایا ہے۔

۱۰۔ اعلیٰ درجات کے درجہ میں متاخرین میں سے مسند اہل فہرہ کے مفہوم بھی لئے گئے ہیں جو دعوت میں کامیابیت سے بہت زیادتی کے حل میں اللہ تعالیٰ و اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ رحمت و رحمت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اور اپنے اہل کی صلاح کی طرف متوجہ رہیں۔

۱۶۔ اس کے بعد آیت مندرجہ ذیل کے متعلق احکام و مسائل لکھے گئے ہیں اس میں اس بات کا اصرار کیا گیا ہے کہ قرآن
ایک احکام و مسائل کو بیان کرتا ہے جن پر بعض افراد کی حکومت کو مدعا ملے کے تحت دامن ہے۔ ایسے احکام
و مسائل کو اگر تفسیر قرطبی، احکام القرآن، مجلس، احکام القرآن، ابن عربی، تفسیر ابی حمزہ، حطاب، ابن
عبد البر، الدر المنثور، روح البیان، دیوان القرآن، بحر، المستند، نووی، زاد تفسیر، منہجی سے لیا گیا ہے احکام

و مسائل کے تحت میں قرآن پر زمانہ کے مفسرین نے اپنے اپنے زمانہ کے ذوق اور ان کے مباحثہ کی بہت سی ہے
 میں قرآن میں تفسیر میں زمانہ مفسر کے ہم مسائل کو موضوع بحث بن کر بہت دی گئی ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے سیاسی معاشی
 معاشرتی اور تمدنی مسائل پر قرآن کریم کی روشنی میں تفصیلی تبصروں کے گئے ہیں اور خود پسند لوگوں کی طرف سے
 ان مسائل میں جو شکوک و شبہات پیدا کر رکھی گئی ہیں ان کے کشش کی گئی ہے ایسے نام شکوک و شبہات کا رد و تعلیقات اس قسم میں کیا گئی
 کریم کے بغیر کسی بحث کو نہ پر کیا گیا ہے۔

۱۔ اس زمانہ کے بعض مصنفین نے قرآن کریم کی تفسیر میں جو تعلیقات کی ہیں جو قیود و تعلیقات کی ترسے علماء اور
 متصفانہ انداز میں تفصیلی نشاندہی پر مروج کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس تفسیر میں زیادہ تر وہ تعلیقات پر
 دی گئی ہیں جو زندگی کے مشعر میں انسان کی رہنمائی کرتی ہیں اور جو گائیڈ ہے کہ قرآن کریم بعض اعتدالی اور اعتدالی
 کتاب نہیں ہے بلکہ اس کی ہدایات انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر مادی و معنوی زندگی میں اور ایک مکمل نظام حیات ہے۔
 اس لئے جاہل قرآن کریم ہے۔ وہ زندگی کے مسائل زندگی کی طرف توجہ دیتی گئی ہے اس سلسلہ میں جو تعلیقات ان کی
 گئی ہیں ان کا طریقہ انتہائی سطح پر تعلیقات اور جہاں فرس ہے کہ اس کی صحیح تفہیم و فہم کا اندازہ اور علم اور اہل حق
 ہی کر سکتے ہیں۔

آداب معاشرت کے بارے میں قرآنی ہدایات

قرآن کریم نے زندگی گزارنے کے جن آداب اور معاشرت کے ہیں اس میں اس کی تعلیم دی ہے کہ قرآن کے دہانے کی
 دیکھتے ہوئے ہرگز معاشرت ان قرآنی آداب اور اسلامی اصول سے قطع نہ کیا جائے اور ان سے جگہ اکثر و بیشتر اور عام طور پر
 آداب معاشرت کو رہنما کا شعبہ اور گزیر ہی نہیں سمجھا جاتا اور اس کی تعلیم و تعلیق کی طرف بھی اتنی توجہ نہیں دی جاتی جتنی قرآن
 کا یہ شعبہ مستحق ہے حالانکہ عقائد و عبادات اور حقوق و معاملات کے ساتھ آداب معاشرت بھی دین میں داخل
 اور اس کا ایک اہم شعبہ ہے۔ انسان معاشرہ میں حضرت جبریل علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے اس توجہ کے ہر شعبہ
 میں صلاح و تہذیب کی بڑی گرانقدر نعمت دی ہے مگر حضرت آدم علیہ السلام کی تہذیبی تعلیمات میں صلاح معاشرہ اور آداب
 معاشرت کی تعلیم و تعلیق کو اہل قرآن ہی حاکم حاصل تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے فیض محبت کے اثر سے حضرت مفتی صاحب میں بھی صلاح معاشرت کا یہی
 رنگ نمایاں ہو رہا تھا اور حضرت مفتی صاحب نے تفسیر قرآن میں جو آداب آداب معاشرت اور
 روزمرہ زندگی کے قرآنی آداب و اصول کی طرف انظرین کی توجہ مبذول کر رکھی تھی اس میں قرآن ہی سے ایسے بعض آداب
 معاشرت اور اخلاق کے ذوق میں داخل ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا پہلو پہنایا جانے کے
 واقعہ کے تحت حسب ذیل احکام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مہمانی اور مہمان داری کے چند اصول :-

۱۔ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب ایسی میں تو سلام کریں مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو جواب دینا چاہیئے، عام طور پر کہا جاتا ہے کہ شایہ لفظ سلام سے ہی سلام کی سنت پڑی، اور یہ مہمانی ہے اس مصلحت کی اصول کی سنت کی بدستوری میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب تک اور خدا مکر فرمادے گا کہ سنت و سلام مکمل اور جواب دینے والا ہو، بلکہ سلام نہ کیے اس وقت تک سنت اور انہیں ہوتی ہے، مہمان کو داری کے آداب میں سے ہے کہ مہمان کے آنے ہی کو کہہ کھانے پینے کی چیزیں ترسہ ہوا جلدی سے پہنچا ہو سکے، اور اسکے پھر اگر صاحب و معیت ہے تو عزیز مہمان کا انتظام بعد میں کرے، وغیرہ، اور اس نے مہمان کی مہمانی کو آداب سلام اور حکام مطلق میں سے اختیار و مصلحت کی عادت ہے، یہ کھانا کھانے کے بعد مہمانوں کو اس کی تکلیف نہیں دی کہ کھانے کی طرف جانے بلکہ جیسے وہ بیٹھے تھے وہیں رہ کر ان کے سامنے پیش کر دیا پھر اس کے ساتھ ہی مہمان کی استعداد عایت ملحوظ ہے کہ پہلے ہی پیش کرتے وقت انداز گفتگو میں کھانے پر ضرورت تھا بلکہ فرمایا الا ان کلام کیا آپ کھائیں گے نہیں، بلکہ اس طرف ہوا کہ اگر آپ کو حاجت کھانے کی نہ ہو، اگر چہ یہی خاطر ہے کہ کھائیں جس طرح میزبان کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے اسی طرح مہمان کو بھی کچھ آداب بتائے گئے ہیں، حضرت عائشہؓ نے مہمان کے آداب میں سے اس آداب کا استنباط فرمایا ہے کہ مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اسکو قبول کرے و کھائے کو دل نہ چاہے یا سفر بھیجیں تو معمولی سی شرکت و ملاقات کے لئے کریں، اس کے علاوہ میزبان کے لئے اس جگہ سے ایک اور عجیب و غریب آداب کا استنباط فرمایا گیا ہے کہ میزبان کو چاہیئے کہ صرف کھانا سامنے رکھ کر فارغ نہ ہو جائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے یا نہیں پھر نظر رکھنا اس طرح سے نہیں کہ مہمان کے کھانے کو شائبہ سرسری نظر سے دیکھے بلکہ مہمان کے غصوں کو دیکھ کر آداب عیادت کے خلاف اور اس کے لئے باعث مزہدگی ہو جائے اس تعلیم میں یکساں مثال سے کام لیا گیا ہے کہ مہمان کی طرف سے بے اعتنائی اور بے وفائی سے بھی، اور اگر کسی کو کھانا پانی پینے سے عادت نہ گئی ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا، کھانا اور خود پینے کی گلی میں مشغول ہو گئے اب میزبان کو کچھ غور نہیں کہ حاضر کو کھانا بھی رہا ہے، اور مہمان پر مستلزم ہو جائے اور اس کے لئے غمازی سے بھی ضرورت ہے کہ اگر ضروری گئی کہ اس سے مہمان کو شرم دیا گیا کہ وہ سے کھانا ہی اور پھر ہو جائے ہے (۵) یہ ہے کہ کسی کے مکان میں، بغیر اجازت داخل نہ ہو، جب داخل ہونے کی اجازت بلکہ کھانے کی دعوت بھی ہو تو وقت سے پہلے اگر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ، جبکہ مطلب یہ ہو کہ اگر اجازت داخل ہو بعد از وقت پہلے اگر کھانا کھانے کا انتظار کر دیکر بہت پرہیزا جائے اس وقت مکان میں داخل نہ ہو اور کھانے سے خارج ہو جائے چاہئے بہتے کام میں پیشتر ہو جاؤ دعوت کے گھر میں، اہم اہم کرنے کے لئے ہم کو نہ بیٹھو۔

[illegible]

مسلم بن عقیل

قرآنِ کتاب معاشرت کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ پہلے اجازت حاصل مکئے بغیر کسی کے گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں خدا اور احقر و عزیز و بہت سے مصالح اور نیکوئوں کے علاوہ ایک بہت بڑی مصیبت لوگوں کو ایذا پہنچنے سے بچانا بھی پیش نظر ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کو بھی حق ایذا دینا اور تکلیف پہنچانا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص بغیر اجازت حاصل مکئے، مثلاً درخت سے اپر سٹھ یا گھوڑا سے اسے اس سے ٹھٹھ کر یقیناً ایذا اور تکلیف پہنچا کر حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کا تفصیل فائشہ ج فرماتے ہوئے معلوم ہوا کہ یہ تعلیمات ہائے معاشرہ میں بڑے پختہ ہوتے ہیں۔ اس پر روشنی برکھل اسلامیات اور تمام قرآنی ہیں۔ مثلاً عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس مسئلہ استیذان کا تعلق صرف اس سے ہے جس کے گھر کے ساتھ ہے۔ اس وقت مردوں کے لئے یہ حکم ہے نہ کہ گھر و محلات سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ بات قابل اس قدر ہے کہ حضرت مفتی صاحب اثلہ فرماتے ہیں: استیذان واجب اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ کسی اس سے جس کے گھر کے لئے ہے پہلے استیذان کا حکم عام ہے۔ مرد و عورت عورت غیر حرم سب کو شامل ہے۔ عورت کسی عورت کے پاس یا اپنے نام و مردوں کے پاس جیسے سب کا استیذان کننا واجب ہے۔ اسی طرح ایک شخص اگر اپنی ماں اور بہن یا دوسری عورتوں کے پاس یا اپنے قریبی استیذان کننا واجب ہے۔

استیذان

ہو جس گھر میں صرف اپنی بیوی، سچی دوست اور اس میں داخل ہونے کے لئے اگر چاہیں تین یا سب نہیں مل سکتے
اور طبعی منت یہ ہے کہ ان میں ایک باہر کسی علاج کے اندر جانے کو داخل ہونے سے پہلے ہسپتال

کی بہت سے جگہاں کہتے ہیں کہ پہلے بیکر کے چھوٹے بھائی کے پاس ایک خط لکھا ہوا ہے کہ اپنا نام مجھے بھیجنا کہ
 اگلے کو ان کی کھانا ہے اور یہ خط ہر وقت جواب میں صوف میں ہوں کہ کیا جاتا ہے یا ان کی خاموشی کھڑے ہوتے ہیں اس
 پر ہی حضرت مفتی صاحب نے تیسرا فراموش فراموش ہے اس معاملہ میں صحیح براہ و طریقہ ہے وہیں لکھ کر
 کہ کہ اس وقت اندر داخل ہو کر کہی جائے کہ اپنا نام ظاہر کیا اندر سے خطاب نہ ہو چکا ہوں صاحب میں جواب
 میں کہہ سکتا ہوں میں کہیں کہ خطاب کی بات کا جواب نہیں میں نے کل آواز سے نہیں پہچانا اور ذہن کے فقدان
 کی وجہ سے اس سے میں نہیں براہ و طریقہ ہے جو اصل پرست سے لکھے ہوئے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں کہ وہ
 بدستگاری جواب اندر سے پہچان لیا کہ صاحب میں قدامت کھڑے ہیں کہی جواب ہی نہیں دیتے۔ یہ خطاب
 کو نکال دینا میں نے اپنے اور اپنے اپنے کاہرین طریقہ ہے میں سے استیذان کی حکمت یہاں ہوتی ہے اس جگہ
 ات بڑی کمال فرم ہے کہ اس استیذان کے حاصل کرنے میں بعض غلطیوں پیش آتی ہیں کہ کئی خطاب میں سے اکثر
 مطلوب ہوتا ہے اور وہاں سے بہت دور ہوتا ہے وہاں تک کہ وہاں پہنچنا مشکل ہے اس مشکل کا حل میں نے
 جو حضرت مفتی صاحب نے اپنی غنیمت بصیرت سے پیش فرمایا ہے وہ کہہ دیا ہے کہ اصل صاحب بات ہے کہ
 بیجا بیجا استیذان کے گھر میں داخل نہ ہو بیجا استیذان کے طریقہ ہر زمانہ ہر گھر میں مختلف ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک طریقہ
 تو یہ ہے کہ پہلے ایک خط لکھ کر خود روایات حدیث سے ثابت ہے اس طرح لکھ کر اپنے دوں چاکنی لگا دینا
 اس چاکنی کو کہہ دینا بھی صاحب استیذان کی کالی کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اپنا نام میں اپنی آواز سے نہ کر کے جس کا
 خطاب من سے اس کے علاوہ کوئی طریقہ کسی جگہ لکھ کر اس کا استعمال کر لینا بھی درست ہے اصل روشنائی کا اور اور
 روپ سے چوبیس ہر گھر میں روپ نے جہی کی مگر مقصود استیذان اس میں بہت اچھی طرح پورا ہوتا ہے کہ اکثر
 ایسے واسے کو اجازت لینے واسے کا نام اپنی جگہ بیٹھنے سے غیر کسی نجف کے معلوم ہو جاتا ہے اس سے کہ
 اختیار کر لینے میں کوئی مسئلہ نہیں۔

ایک وضاحت یہ

یہ شائع شدہ کتاب حضرت مفتی صاحب کے مرید و پسر مروجہ خاقدانی کا یہ خاص سے بعض نظریوں کا ایک سب کے
مروجہ خاقدانی کا ایک حقیقت سے یہ انھیں کی وجہ سے پہلے کے مرید و پسر مفتی کا کہنے کے ہزار کاشبہ ہر انہوں سے جو کہ انہوں
نے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں ایک کتاب میں عبارت "مفتی کا کہنے کے ہزار کاشبہ ہر انہوں سے جو کہ انہوں
کا کہنا کہ جو بھی شامل ہے جس میں یہ فراموشی شامل ہے۔ یہ کوئی ایسی صورت شائع نہیں کی کہ جس میں یہ فراموشی نہ ہو جس
کی عبارت حوالہ سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اس کی عبارت میں یہ تمام فراموشیوں میں عبارت یہ لکھا گیا تھا اس
وقت مروجہ شائع شدہ کتاب کا مروجہ ہی یہ تھا کہ اس سے خاقدانی کا کہنا ہے جس کا کوئی فراموشی نہ ہو جس کا کہنا ہے

جیسا کہ میں تصویر نہیں دیتی اس لئے مناسب ہے کہ شناختی کی بجائے حقائق کا ذکر کیا جائے۔ وہ معلوم ہو جو حقیقت ہے اس پر اصرار ہے کہ جو حقیقت کا ذکر کیا جائے بغیر تصویر کے حقائق کا ذکر کا اعلان فرمایا جائے تو زیادہ وضاحت ہو جائے گی یہاں پر صرف شریعت کے مطابق نہیں بلکہ ان کے ساتھ وضاحت کا اعلان فرمایا گیا، یہاں شناختی کی بجائے مزید حقائق کا ذکر ہے جس میں تصویر نہیں ہوتی حکمت کو مانج کر وہ شناختی کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے استیذان کے مسئلہ کی تفصیل فرماتے ہوئے بعض ایسی باتوں کی طرف بھی اشارہ فرمائی ہے جن کے بارے میں عام طور پر ذہن میں نہیں آتا لیکن میں شرعی مسئلہ استیذان کی حکمت و مزی کو یہی ہے مثلاً ۱۔ نظام کے اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا خزانہ کی طرف سے مالک کے لئے کچھ فرمایا ہو یا نہیں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے مثلاً طے سے استیشن پر اگر بغیر پٹ نام کے جانے کی اجازت نہیں ہے تو پٹ نام حاصل کرنا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی، جہاز سے ایریا دوم و جوائنڈے، اسکے جس حصہ میں جانے کی ٹکٹ کی طرف سے اجازت نہ ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں، اسی طرح مساجد، مدارس، خانقاہوں، ہسپتالوں و جزیروں پر کھڑے وہاں کے منتظرین یا دوسرے لوگوں کی پابندی کے لئے مخصوص ہیں جیسے مدرس اور خانقاہوں کے خاص جگہ سے یا ریل سے ایریا دوم اور ہسپتالوں کے مختارہ و مخصوص کمرے جو ریلوں یا دوسرے لوگوں کی پابندی میں ہیں وہ جگہ پر مسکودہ کے حکم میں نہیں بلکہ مسکودہ کے حکم میں ہیں ان میں بغیر اجازت جانا شرعاً منوع اور گناہ ہے۔ (اصول ۱۵۲)۔

تیلیفون :-

آج کل کی نوکریاں چیزوں میں سے تیلیفون اب تمام جگہاں پر کھڑوں میں اس کی خانگی ضرورت میں شمار ہونے لگا ہے مگر اس پر گفتگو کرنے کے شرعی احکام اور طریقوں سے غفلت ہو رہی ہے، اگرچہ حضرت مفتی صاحب نے تیلیفون پر بات چیت کرنے والوں کو مروج ذیل احکام کی رعایت کیجئے کی ہدایت فرمائی ہے، اس کی شخص کو ایسے وقت تیلیفون پر غلبہ کرنا جو عادی اس کے سولے یا دوسری ضرورت یا بات میں یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو یا ضرورت شدیدہ جائز نہیں بلکہ گناہ میں بھی یہی ایذا سنانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آواز میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔ تیلیفون پر اگر کوئی طرف بات کرنا ہو تو پہلے مخاطب سے اجازت کر لیا جائے کہ آواز کو آواز سے فرستے ہو تو میں اپنی بات عرض کروں، بعض لوگ تیلیفون کی گھنٹی بجنے پر جیتے اور کوئی پر وہ نہیں کہتے نہ دیکھتے ہیں کہ کوئی ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے یا اس کی خانگی کے خلاف وہ بات

کسے اسے کائنات کو ہے بچے مریت پر یا بچے ان لڑو روٹ علیٹ حقا۔ لیکن ہر شخص آپ کی
حالت کو اسے اس کا حق ہے کہ اس سے بات کر دے اور چھوڑت حقائق سے فکر نہ کرے لیکن
جو کوئی نہیں پتا ہے اس سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں (۲۸۲)
خط نویس کے چند جواب :

مذکر کے ذہنی کا کوئی پہلو یہ نہیں ہے میں پر قرآن کریم سے جا بات و حاصل کی دیکھتی ہوں خط کتابت اور
موصوت کے ذریعہ بھی گفت و شنید بھی انسان کی ہم ضروریات میں داخل ہے اس کے بارے میں بھی تفسیر قرآن سے
حضرت مفتی صاحب نے ہم اور فروری پہ بات کو نقل فرما رہے ہیں جس شخص کے پاس کسی کا خط اس کے لئے
مناسب ہے کہ اس کا جواب دے کہ غالب کا خط مقرر کے سامنے کے نام مقام ہے خط کا جواب دینا سنت
و جب بلا ہر سامنے ہے خط نویسی کی اصل سنت یہی ہے کہ خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن و سنت
کے درمیان حضرت فقہان نے یہ حکم رکھا ہے کہ میں میں بسم اللہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے مگر جگہ اس کا مذکر
بلے اور اس سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتہام نہیں بلکہ وہ دیکھ کر ڈال دیا جائے تو ایسے خطوط اور پتیز میں بسم اللہ
تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے نہیں کہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک ہو جائے گا۔ آج کل جو مولانا ایک دوسرے
کو خط لکھتے ہیں ان کا اصل سبب جانتے ہیں کہ ان میں اور گندہ گوں میں چڑے نظر آتے ہیں اس لئے مناسب ہے
کہ اس لئے سنت کے مطابق ان سے بسم اللہ کہتے تحریر میں لکھے : مکتوب الیہ کا نام خط لکھنے والے کہتے
سنت انبیاء سے کہ جسے پہلے اپنا نام لکھے جس میں سنت سے فائدہ میں خط نہ لکھنے سے پہلے ہی مکتوب
کے علم میں آجائے کہ میں کس کا خط لکھ رہا ہوں تاکہ وہ اسی ماحول میں خط کے مصنف کو نہ دے ۔

احکامات کے خبر اور دوٹ وغیرہ سب شہادت کے حکم میں داخل ہیں :

اہل انصاف کے ہر شخص اور شہادت کے بارے میں شاید ہی یہ بات کسی کے ذہن میں آئی ہو کہ بھی شہادت
میں داخل ہے اور بھی اور جو ان میں شہادت ہوگی اس پر ثواب یا سزا ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب نے اسکی طرف
میں جو دہائی ہے کہ شہادت اور گواہی کو دو مفہوم (۱) اصل ہوتی ہے مفسر ہو گیا ہے وہ آخرت مقدسات و خصوصیات میں
کسی حکم کے مسئلہ کو ہی لینے کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں فقط شہادت اس
سے وسیع مفہوم رکھتا ہے مثلاً کسی جابر کو قاضی مدد شکایت دیکر یہ راہی ہوئی کہ اس کے قابل نہیں ہو کہ کسی کو
کے قابل نہیں یہ بھی ایک شہادت ہے مگر اس میں دائرہ کے تحت لکھا گیا تو وہ جو ان شہادت ہو کہ گناہ کبیرہ ہو گیا
اسی طرح استغاثات میں جابر کے پرچوں پر خبر لگا بھی ایک شہادت ہے۔ مگر جن پر جو کر رہے ہوں اسے نہیں دے
کی جی کر رہی تو وہ بھی جو ان شہادت ہے۔ مگر اس اور سنت لگا رہے۔ کامیاب ہو جائے فارغ امتحان ہو کر نہ

حضرت امام ابو جبرہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے مثلاً احناف کے مولانا و خراج پر قرآن کریم کی آیات سے مشابہت اور اختلاف مسائل میں دوسرے فرقہ کرام کے دلائل کے جوابات کا کوئی صورت میں جیج کہنے کی ضرورت مومن کی پہلی صفی اس باجمہ دینی ضرورت کو حکام اقرآن کھذلیہ بطریق مین پر درگاہا گیا ہے۔

آغاز اور سبب کا بیعت :

مسئلہ میں حب در معلوم دیو بند میں دور و حدیث شریف کے بعد دور تفسیر قرآن کریم بھی پڑھنے کی تجویز ہوئی اور اس دور تفسیر کے آغاز کی درخواست کے لئے اکابر علماء کے باب و خدمت کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد صاحب دینی پوز فرائیض قادری نے تشریف لے گئے اس وقت دور تفسیر کے انتخاب میں تفسیر ابن کثیر اور تفسیر حلیہ کا دل کے ساتھ مسلک احناف کی تائید کے لئے تفسیر دارک نے کئے کا تذکرہ بھی آیا حضرت مخدومی نے تفسیر دارک کی کتابت میں آیات کا کتب انتخاب کا مشورہ دیا جن سے مخفی مسلک کی تائید مانی ہے اور اس پوز فرائیض کا نام بھی حضرت مخدومی قدس سرہ نے اسی وقت دلائل اقرآن علی مسائل احناف کی تجویز فرمادیا اس کے بعد غالباً ۱۳۲۵ھ میں حضرت مخدومی نے اس کام کو حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمایا اور حضرت مفتی صاحب نے اسی وقت کام بھی شروع فرما دیا لیکن یہ کہ حضرت موصوف اس وقت در معلوم دیو بند کے عہد امدادات افتخار برادرارہ بہت زیادہ مشغول تھے اس لئے اس کام کے لئے مجتہد و فرستہ دور کا مخفی دور تفسیر نہیں آ سکی ۱۱ھ اس زمانہ میں حضرت مولانا حفیظ الرحمن قدس سرہ نے اس کام کی تصدیق سے فارغ ہو گئے اور حضرت مخدومی نے اس میں قبول سے کہ حضرت مولانا موصوف دلائل اقرآن کا کام چلے کر دیں گے اس کی تائید کا کام حضرت مولانا موصوف کے سپرد فرما دیا اور حضرت مولانا عثمانی کے ذمہ کار کی پوز فرائیض تشریف لے جانے کے بعد یہ کام پھر تفریق میں چل گیا۔ پھر حضرت مخدومی قدس سرہ نے اس کام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور یہ چاہا کہ کوئی علم فارغ ہو کر صرف اس کام میں لگ جائے بلکہ اس کی جلدی تکمیل ہو جائے مگر ایسے صورت داخل کی تو اس کے چند تھکے کر کے ان حصوں کا حضرات اعلیٰ علم پر تفسیر کر لینے کا فیصلہ فرمایا اس تفسیر میں قرآن کریم کی باتوں اور چھٹی دور و مزیلیں سورہ الشوریٰ سے سورہ عورت تک حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمائی گئیں۔

پوز فرائیض مسئلہ میں بعض علماء کی بنا پر حبب حضرت مفتی صاحب در معلوم دیو بند کے سبب تفریق سے استغنیٰ فرما کر ۱۲۱ھ میں شاہانہ کستان علیہ خاندانہ اعلیٰ پوز فرائیض خاندان حاضر ہوئے اور حضرت قدس سرہ صاحب نے حکام اقرآن کی خدمت کا کام دینے پر اس پر فرمایا۔

حضرت حکیم الامت مخدومی کے افادات اور آپ کا علمی شغف :

یہ دور مذکور کا گوشت صفت اور جرم مراض کے باعث حضرت قدس مخدومی کا ناخفا و تشریف لہوا

کسی متروک ہو گیا لیکن حضرت داکو دینی خدمت کیساتھ شغف اور تعلق کا یہ حال تھا کہ سب چیزوں پر بھی غلبہ رہتا تھا چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے حافظہ اشرفیہ خاں جہون میں حب دلائل القرآن کی تصنیف کا کام شروع فرمایا اور صورت نکھانا شروع کر گئے اس کو پہلے حضرت اقدس خانوی غوث آبادی کا وقت فرشتے اوس میں جس مقام سے کوئی حکم مستنبط ہوتا نظر آئے اس کا تقریر بھی حضرت مفتی صاحب نے کے سامنے فرماتے مگر اس کے ساتھ ہی ثابت ہوتا کہ تیار ہر جاہت بھی فرستے کہ اس کو کتب فیروزہ میں تلاش کر لیا جائے مگر کہیں مل جاتے تھے اوس کے علاوہ سے وہ درس سے شائبہ ان کے حوالہ سے گھوڑا جاتے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس خانوی اس تصنیف کے طرز اور اس میں کس چیز کا لیا جائے وہ کس کو ترک کیا جائے تمام امور کے بار میں مفصل جاہلیت اور درجہ بندی فرماتے اور اہمیت پر بحث کے بار میں بھی مضامین عالیہ و علوم خاصہ کے احکامات سے سرزد فرماتے تھے حضرت مفتی صاحب نے کسان کو کچھ استفادہ و استفادہ لوی تھا کہ حضرت عظیم حوث کے احکامات کو مجلس بہار میں حکم کن کو اپنے ملاحظہ میں محفوظ فرمائیے اور اپنی قیام آبادی پر سب کچھ کر ان کو بعینہ ضبط و تحریر میں ملے آتے تھے اس طریقہ پر سورہ شوریٰ سے سورہ قصص کے اہل کتب یا تفسیر کا کام حضرت خانوی کی زیر سرپرستی اور جاہلیت کے مطابق ہوتا رہا۔

حکیم الامت مخدوم کا آخری تفسیری افکار ۱

حضرت منہاج صاحب جب سوانہ قصص کی اس آیت پر پہنچے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبیلہ کو گزرائے خدا تعالیٰ فرماتے کہ اگر ہے اس کے بارے میں حضرت حکیم اوست نے ایک عجیب و غریب تفسیر اور خاص تفسیری افادہ فرمایا اس سلسلہ کا آخری افادہ مذکور ہوا، حضرت حکیم اوستؒ کے اس افادہ کا خلاصہ پلٹے غفلتوں میں خاتمہ السوانح سے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ حضرت خداوندیؑ نے فرمایا قبیلہ کانزجی بنی خضام کا خون منسوب قاصد شرمہا جہ ہوتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے استفادہ کیوں فرمایا، حق تعالیٰ کی طرف سے بھی ہنر کار کو اگر فرما کر اسکی تفریح فرمادی گئی کہ قتل غاصب نہ تھا۔ اب معلوم ہے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ میراث سے یہ قبیلہ بھگے کفار سے بچے، افادہ دہائی یا تقریبی سواہد ہوا ہے تو اسکی بابت یہی مسلمانوں پر لازم ہو جاتی ہے، اسی طرح بعض مذاہات، ایسی مصاحف میں یمن و حجاز وادی یمن نے اور فریقین کے ایک دوسرے سے ملنے والے خطرہ نہ نہنے سے بھی ایک نوع کا عملی عہد سمجھا جاتا ہے اس لئے اسکی بھی رعایت، مگرنا ضروری ہوتی ہے کہ اگر ایسے لوگوں پر کسی اذیت حملہ کرنا ہو تو قادیان کے مسلمان بچنے والے کو بڑبھد کی اطلاع کر دینی چاہیے، بیہوش بننے عہد کے حملہ کرنا ایک قسم کا ضد ہے جو شریعت ہمدرد میں کسی عمل کسی کافر سے بھی جائز نہیں قبیلہ کا منکر وہاں تو بھی اسی طرح کا تھا کہ کوہر علیہ السلام سے پہلے متکلمین بنی اسرائیل کے وہ قبیلہ کفار دونوں فرعونی عظمت کے باشندے تھے وہ ایک دوسرے سے عملی طور پر آمن نہ تھے اس حالت میں قبیلہ کا چابک قتل ہونا، عہد میل کے خلاف تھا اس لئے اس پر

استفادہ و منفردت کی نسبت کتاب راہِ سلفی کہ جب قبلی کا نقل لکھ کر روزِ محبت تھا تو حضرت مومن علیہ السلام جو اہلِ معزز و سلا اور معصوم ہیں ان سے کہے تھے کہ خاتمہ ہوا چاہے کہ اسباب نام نہ ہو کہ حضرت مومن علیہ السلام نے قصہ نقل نہیں کیا، انھوں نے سولی ضرب (موت یک نگر) قبلی کرنا نہ کے لئے لگا لگا تھا، خاتمہ اور گیارہ سولے حضرت مومن علیہ السلام سے کسی طرح صحبت کا مسئلہ ہو گیا نہیں ہوا و منفرد کا تکیہ و کتاب ہم صورت پیدا ہو چکے ہیں صحبت ہی کی ہی تھی اس جو سے پیغمبر خدا نے اپنے منصبِ جلیل کے لحاظ سے اسکو جی پہنچنے میں صحبت ہی کے بارے میں جو کہ مستحقِ نظر و فکر ہیں راہِ پیش رو اور جہانِ نیکاش کے بعد حضرت مفتی صاحب کو صحیح بخاری کی ایک حدیث بروایت مینو بن شعبہ میں اس کا ثبوت و تعلق و پیرو شروع بخاری میں اسکا تصریح کی گئی، فقہاء و علمائے امت اسلامیہ و خلافتِ اقدس علیہ السلام۔

دارالکرامین و سعادت ۱

الحکم القرآن کی تصنیف میں آئمہ و تفسیر کے طلب کے لئے قرآن کریم سے صرف و کمال حنفی فقہیہ کا استنباط ہی پیش نظر خاتمہ کام شروع ہونے کے بعد حضرت خٹائی دیکھا کہ اسے گراہی سن اہل بیت کے موضوع کا نام اور وسیع کرنے کے بارے میں جوئی صورت و کمال حنفی فقہیہ ہی نہیں بلکہ مطلقاً احکام خواء احکام فقہیہ ہوں یا خاتمہ و تصدیق و احوال و عقائد و تفسیر کے خیر سے پیدا ہونے والے ملک و مہمات ہوں سب کا استنباط موضوع بحث بنا دیا گیا پھر اس کا نام بھی وصیت موضوع کے لحاظ سے و کمال القرآن کے کاسے احکام القرآن کو پڑھ کر فرما دیا گیا کہ حکم ظہر تفسیر کے یہ وہ مطلقاً و درجہ بند ہاں علی کتاب ہے جس کی تصنیف و تالیف کے لئے حضرت جگر صحت خٹائی کی نظر انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی اور حضرت خٹائی نے ان موضوعات کو اس خدمت کے اہم دینے کے لئے نام و منتخب فرمایا تھا۔ یہ کتاب حضرت مفتی صاحب کے تفسیر اور استنباط مسائل و وصیت نظر کا تیز اور حضرت موصوف کی وصیت خدمات کا گائیڈ ہے حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب کی تالیف میں انتہائی دیر و بڑی اور محنت اور بڑی تحقیق و ترقیق کے ساتھ تفسیر و عقائد و بیرونی مسائل اور معاشرتی مسائل کا بہت بڑا کٹھنہ و ذخیرہ جمع فرمایا ہے خاص طور سے ایسے مسائل کی توضیح و تفسیر پر زیادہ زور دیا ہے جو عہدِ حاضر میں خصوصیت کیساتھ قابلِ لحاظ ہیں۔ اور ان کے بارے میں پہلے ملک کی کتابوں میں ایک جگہ تفصیلی بحث و دستیاب نہیں ہوتی۔ بعض مسائل پر مبرور و مفضل بحثوں کے مستقل حصوں کی شکل اختیار کر لی ہے جن کو احکام القرآن کا ترجمہ بنایا گیا ہے۔ خاتمہ کام کے لئے ایسے مسائل کا تعداد مختصر طور پر لی میں درج کیا جا رہا ہے ان مسائل کے تعداد سے احکام القرآن کے موضوعات بحث کا بھی کسی قدر تاخیر ہو کر نہ دیکھنا ہو گا۔

۱۱) تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الجہاب ۱۔ عربوں کے پردہ سے متعلق مفتی آیات قرآن کریم

کہ کیا گیا ہے اس کے بعد مناجات پڑھا لی اس وقت دعا کی حاجت کے باعث کہ اگر فرما کر مگر بن غلاب قبور تبار
اور محمد بن کے شہادت کے جوابات اور تمام فراموش گئے ہیں۔

(۱۱) موقف اہل انوار فی مشاہیرات اصحابہ

اس سال میں مشاہیرات اصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں اہل سنت و اجماعت کے موقف کا
ثبوت کتب و سنت اور اقلی ملت کی روشنی میں پانچ آیات کریمہ اور اس احادیث نور علی صاحبہ الصلوٰۃ
والہیات سے پیش کیا گیا ہے کہ مثنوی کی جہالت قطعی جتنی اور مستور ہے۔

زمانہ تصنیف :

حضرت حکیم دوست مخدومی رو کے تباہ ہوئے طریقوں اور تعلیم فرمودہ اصولوں کی روشنی
میں حضرت مفتی صاحب سفس تصنیف کے کام کو جاری رکھا اور بڑی محنت و مشقت سے اس مفوضہ
تفسیری خدمت کو دو جلدوں میں پانچ تکمیل تک پہنچا دیا ایک جلد اس جلد کی جلدوں کے اقتدار
سے پانچویں جلد ہے، سورہ شعراء سے سورہ یونس کے ختم تک قرآن کریم کی پانچویں منزل کے احکام و مسائل
پر مشتمل ہے اس کے ۲۰ صفحات ہیں، بیچ اشانی ۱۳۶۲ھ سے شروع ہو کر دوسرے دقتی خزوری کیوں
کے ساتھ ساتھ ۱۳۶۵ھ تک مکمل ہوئی دوسری جلد جو شمار میں چھٹی جلد ہے، قرآن کریم کی چھٹی
منزل سورہ الشفقت سے شروع ہو کر سورہ جرات کے ختم تک کے احکام و مسائل کی جامع ہے اس کی
صفحات ۲۰ صفحات ہیں اس کی تصنیف کا کام اگرچہ ۱۳۶۵ھ میں ہی شروع ہو چکا تھا اور دو اقسام
۱۳۶۵ھ میں سورہ فصلت کے آخر تک لکھا جا چکا تھا مگر ترکیب پاکسن اور تفسیر تک کے بعد کے حروف
اہم مشافہ میں مصروفیت نے تقریباً ۲۴ سال کے عرصہ دراز تک اس کام کی طرف متوجہ ہونے
کی فرصت نہیں دی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عظیم احسن فرما دیا اور اس اہم علمی خدمت کی تکمیل کا موقع حضرت
مفتی صاحب کو عطا فرمایا گیا چنانچہ ۱۳۶۵ھ سے یہ کام پھر تفسیر کے ساتھ شروع ہوا اور سورہ نور کی سے
سورہ جرات کے آخر تک کا کام کسی وقفہ کے بغیر مسلسل ہوتا چلا گیا تاکہ ۱۳۶۸ھ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ کی
انیسویں تاریخ کی ایک صامت میں بابرکت خدمت تفسیر قرآن اتمام کو پہنچائی۔ انشاء اللہ رب العزت
آمین۔ یہ کتاب احکام القرآن علیہ و علیہ علوم و ہدیہ کے لئے اس حدی کا قابل قدر اور عظیم علمی تفسیری سرمایہ
ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق بخشے آمین۔ احکام القرآن عربی اور اس کے
مطابق رسائل و فتاویٰ کے علاوہ اور بھی بعض دوسرے رسائل علم تفسیر سے مفتی حضرت مفتی صاحب کی یادگار
میں جسے قابل افتادہ اور توفیق استفادہ ہیں ان کا بھی مختصر تعارف ذیل میں دیکھئے۔

۳۱۔ دستور قرآنی مع غیر مسلموں کے حقوق :

زیر عنوان رسالہ نمبر ۲۶ صفحات کا ہے، یہ بھی حضرت مفتی صاحب کی تفسیری خدمات جلیلہ میں سے تھا۔ وقت کے مطابق بڑی ہی اہم اسلامی ذمیت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جن اہل مسجد باب اسلام متعلق آرام دہ و گراہی میں حضرت مفتی صاحب کا وسیع و بڑا علم ہی اس وقت کی ایک تحریر کو ضمیمہ قرار میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مضمون ہمیں آیات کے احاطہ کے ساتھ جن میں اسلامی ملکیت کے مسئلہ پر مسائل مذکور ہیں اور حضرت موصوف کے ملاحظہ نظر اسلامی کے بعد بہت واضح کرنے کے لئے شائع کیا گیا تھا کہ اسلامی دستور کے مطابق تمام پاکستان کے وقت سے ہی تمام مسلمان کی طرف سے کیا جا رہا ہے اور صرف اجتہاد است و فیہ است پر مبنی نہیں ہے بلکہ دستور اسلامی کی اہم و اہمیت مخصوص اور براہ راست قرآن سے بھی ثابت ہیں اس وقت پاکستان کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی حیثیت سے قائم ہونے سے سات سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہوتے ہوئے نہ تھا کہ اس اسلامی سلطنت کا دستور اور قانون غلامی اسلامی ہونا چاہیے مگر اس وقت کا حکمران طبقہ مختلف چیلے بہانوں کے ذریعہ اس مطالبہ کو ٹال ٹھال سے پیچھے دھکیلتا جا رہا تھا اور اس کا سامنے کرنے سے جان بچا رہا تھا ایسی صورت حال میں وقت کا یہ اہم تقاضا تھا اور اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ حضرات علماء کرام اپنی غور و فکر کے ذریعہ حکمران طبقہ کے ساتھ تمام مسلمانوں کو بھی تمام پاکستان کے اس مقصد کے حاصل کرنے کی طرف متوجہ فرمائے، جن میں سے کہہ کر وہاں مسلمان نے بے مثال قربانیاں دی تھیں۔

زیر نظر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے اس فرض کی انجام دہی کے لئے قرآن شریف کی ان آیات کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں جن سے اسلامی ملکیت کی اہم و اہمیت کا سبب مل سکتا ہے اسلامی قوانین کے تحت طریقہ تدبیر قانون کے مطابق و احکام کی تفصیل میں مرتب و ریکارڈ اسلامی حکومت کا دستور ہی ملے گا جن میں یہ ہے (۱) مشرق اسلامی حکومت کی طرف سے اس کا مقصد کیا ہے؟ اسلامی حکومت کا طرز اور طریقہ کیا ہے؟ اس کے فرائض کیا ہیں؟ صدر ملکیت کو ان اوصاف سے متصف ہونا چاہیے؟ ان امور میں ان کی تقسیم اور اہمیت و اہمیت کی اہمیت، معاشرہ کی اخلاقی تربیت کا نظام اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق کیا ہیں؟

فریاد کیا کہ ایسے ہی بہت سے عنوان است پر حضرت مفتی صاحب نے بصیرت افزا کام فرمایا مگر ان امور میں ان امور میں سے جو اہم طبقہ کے اس اعتراض کا کافی ثبوت ہو سکتا ہے یا اس کے اہم و اہمیت کے لئے کوئی قانون اور ملک کے نظام و نظام کے لئے کوئی دستور نہیں ہے۔

اس رسالہ پر علامہ محمد سیف الدین ندوی مدظلہ حضرت مولانا مفتی محمد عین صاحب و حضرت مولانا محمد ابراہیم مدظلہ صلی و غیرہ اہل علم کے کئی تعزیرات ثبت ہیں مگر ان پر رسالہ اس قدر مقبول تمام اور مفید ثابت ہوا کہ اس کی زبرد

انگریزی ترجمہ میں بھی شائع کیا گیا اور بارہ ہزار کاپیاں اسکی مفت تقسیم کیں۔

(۱۵) قرآن میں تعلیم کی کلمۃ :

[illegible]

۱۰ ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں

حضرت مفتی صاحب نے جسے مذکور کے دو مصلحت پر مشتمل سے تفصیلی مسئلہ میں لکھ دیا اور وہ مسئلہ
کی تصریح دوسرے سے مختلف قسم جابجاست کہ جس طرح حدیث غریبہ اور اقوال ائمہ میں سے نہایت حدیث تفصیل کے
ساتھ پیش فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی اس اہم معرکہ کو جو مسئلہ ایمان و کفر کی تصریح کے لئے منسلک ہے اس طرح پر
قرآن کریم سے ہی روشنی حاصل کی گئی ہے اور آیات قرآنیہ کو اس کی بنیاد بنا دیا گیا ہے اس مسئلہ میں مولانا
کی ابتدائی چار بیّنات کی تفصیلی تفسیر اور چند دوسری آیات کے معانی پر اعلیٰ تصور و فکر کیا گیا ہے ان کی تصریح کر لی ہے
مذکورہ سے واضح فرمایا گیا ہے کہ اس وضاحت کے بعد اس اختلافی اور نزاعی بحث کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ اور حاکم
ہو گیا جس کو بعد پسند لوگوں نے واجب الجملہ پیش کیا خداوند نہایت کی تحقیقاتی عدالت میں بھی ایسے ہی طبقہ
کی طرف سے یہ سوال بار بار اٹھایا جا رہا تھا بعد از یہ مسئلہ ایسا صاف اور بے غبار کر دیا گیا کہ اس کے بعد کسی شک و شبہ
کو گناہ انگیز بات نہیں رہی۔

علم تفسیر میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بڑی دروغ بنابیت اور جیسے اس کی لڑائی سے ثابت
ہی لگائی تو جسے کس کے ذریعہ میں کفر کی تصریح جسے ذیادہ اس مسئلہ کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے ۔

۱۰۔ ختم النبوة فی القرآن

۱۰۔ منہاج پر مشتمل ضخیم رسالہ حضرت مفتی صاحب کی عظیم الشان تصنیف ختم نبوت کامل و برصغور
کا یہ موضوع اس میں تفسیر بایک سو آیات قرآنیہ کی تفسیر و تشریح کر کے منہاج نبوت کے ہر پہلو کو واضح فرمایا
گیا ہے نہ ان مضمون میں جو قرآنی آیات کے معنی گمراہ کرنے کے لیے جوہر اس طرح کی تفسیرات سے کام لیا گیا ہے
کے لیے جوہر نامہ ترویج میں چن کر گمراہ کرنے کے لیے جوہر اس طرح کی تفسیرات سے کام لیا گیا ہے
ان قرآن کریم کی آیات و ثبوت کو بھی اپنی تحریفات کا خزانہ مفتی بنانے سے دو گدہ نہیں کیا حضرت مفتی صاحب نے
اس رسالہ میں اس گمراہ کی تمام تحریفات و تفسیرات کا پرہیز کر کے فرما کر شکوک و شبہات کا زوال فرمادیا ہے۔ حضرت
مفتی صاحب کا وہ نے سن پر کر ایک ایسے فرقہ کی طوطی خانا قرآن کریم کے سامنے کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنے
دعوائے باطلہ کے ثبوت میں قرآنی آیات کو ان میں معنوی تحریف و تبدیل کر کے پیش کر رہا تھا اس نے منہاج نبوت
کو قرآن کریم کی آیات سے حلال کر کے پیش کرنا ضروری تھا اگر مسئلہ کا قطعی ابدی واضح ثبوت قرآنی آیات سے ہی ملتا
اگر مسئلہ کے لئے اللہ کی کسی پہلو سے بھی کشف یا نئی نسبت اور اس پر بھی طوطی خانا منہاج نبوت ہو جائے۔ پھر وہ
قرآن مجید و جوہر ہے اس کا نام حضرت نظام میں بحیثیت ذہن و لغت مختلف معانی کا محفل ممکن ہے اس
لئے مشکلات ممکن ہیں سے احتمال صحیح کی تفسیر اور اس کی پہچان کے لئے کسی معیار کی ضرورت تھی و نہ ہر شخص
میں معنی کو پا ہے اگر اختیار کر کے کامیج احتمال کی تفسیر اور اختلافی الجہوں میں فیصلہ کی کوئی صورت ممکن ہی نہ ہوگی۔
اس نے ختم نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات کو پیش کرنے کے ساتھ حضرت مفتی صاحب نے قطع
تعارض کے لئے تفسیر قرآنی کی صحت کا صحیح معیار بھی رقم فرمادیا ہے اس صحیح معیار کے نظر خدا کرے کہ جو
سے خدا مضمون میں اکثر تفسیر لکھے جانے والے تفسیر ہادی کر کے دین میں تحریف و اللہ کا دھوکا کھلایا ہے
اور جو کہ اکثر اہل علم اور ائمہ متقدمین اس غلط روش پر عمل نہیں ہیں اس لئے خداوند مام کے لئے صحیح تفسیر کے معیار
کا حاصل دین میں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے ارقام فرمائے ہیں تا ہی جو شخص کسی آیت کی تفسیر
معلوم کرنا چاہے اس کے لئے بنابیت پہل اور سامتی کا راستہ ہے کہ وہ اس وقت صالحین صحابہ و تابعین
کی تفسیر کو اپنا مقدمہ بنکر انکی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے اور جو کوئی معنی جہود و صابرا و تابعین و مسوف
نسبت کے خلاف سمجھ میں آئے ان کی گواہی غلط نہیں اور مقدمہ علم کا نتیجہ ہے۔ منہاج نبوت صحیح تفسیر کے اس معیار
کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے نانو سے آیات قرآنیہ سے واضح طور پر ثابت فرمادیا

ہے کہ حضرت علیؓ مدظلہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نیت کا خاتمہ ہو چکا ہے آپ کے بعد وہاب کوئی تشریحی نبی پیدا ہو سکتا ہے نہ ہی غیر تشریحی مطلق برہنہ وغیرہ۔

مزید کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرما دیا کہ اگر دشمنین عقیدہ ختم نیت کے ہر پہلو پر مبنی یا سمیت اور تقبیل کے ساتھ باقی فرقہ کے دجل و غلبات اور اس کی تحریفات و تشکیلات کا اندازہ کر لیں تو یہ ختم نیت پر خدا تعالیٰ کی محبت پوری فرمادی۔ اب بھی اگر کوئی شخص ختم نیت پر ایمان نہ لے سکے تو اس کی قسمت : فیما فی حدیث "لنجدوٰ یؤخرون"۔

۱۱۔ چریترہ السبعۃ میں فی آیات خاتم النبیین

حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ بات جس طرح بانی میرا ہی عقیدہ ختم نیت کے مسئلہ کی تفسیری خدمت ہے اور انھوں نے آیات میں اس مسئلہ پر ختم نیت اور ختم نبوت کے دجل و غلبات کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس خدمت میں کا اندازہ قصور ہے یہ رسالہ نہایت جامع اور علمی محکمات کے مسائل کے لئے نہایت افادہ ہے۔ علمی دلائل کے ثبوت کے لئے کچھ آیت ختم نبیین کی یہ تفسیر علمی دلائل پر مبنی اور تمام قرآنی آیت ہے۔ اب اگر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مفتی صاحبؒ کی تفسیری خدمات جلیلہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا کی توفیق عنایت فرمائیں آمین

حکایت لایفترجہ و رسالہ کو ہم۔ فقط

احقر خادم

عبد الشکور ترمذی مفتی منہ

مدیر عربیہ مفتی نرس، بیروال ضلع سرگودھا



"آزاد بنی دانتے" یا "رہبر" اور جنتیں کے حسین عزرائل کے قریب میں اگر اگر مجھے اس خدمت کے اعتراف اور عظمت و محبت کو ضائع کر دیا تو نہیں کیجئے کہ یہ ہمارے لیے بڑا سنگ سدا ہو گا۔ جنتیں ہمارے ہوتے آئے گی اور اسلاف کی اگر اگر ہم سے چھوٹ جائے گی۔
(مفتی اعظم، علیہ السلام کے نام، ص ۱۲)

مولانا عظیم الشان صاحب
مجمع حسنہ دینی کتب

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ کے باب میں اللہ تعالیٰ نے برکات و
عطا فرمائی وہ ہر صاحب علم و فضل پر ظاہر ہے دارالعلوم دیوبند میں ایک روز خدمت کجک اس خدمت
پر لائے جانا اصحاب علم و بصیرت کے ذریعہ، واقعہ مشکوک ہوئے تھے پھر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قند اور استغفار اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ
علیہ کی علمی، اخلاقی اور روحانی تربیت و توفیق اور انورہ کلمہ نصرت علی کو جس کو یہ نصرت ملی تھی
وہ پیر جہاں بھی، باوجود اپنے اقربا و امثال میں ممتاز اور یکا در یکا رہے گا یہی باعث ہوا کہ جب علم افزا
اشخاص میں یہ نظر ادیت بر ملا دیکھتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کو پھر دارالعلوم دیوبند کے ایک ہونہار
اور لائق فرد نہ تھے اور حضرت الشیخ نے جن عنایات سے نوازے اور الطاف کے ساتھ ان پر توجہ فرمائی
فرمائی تھی اس کا لازمی نتیجہ دینی کچھ ہونا تھا جس کو ہم نے حضرت مفتی صاحب کی شخصیت میں متشکل پایست
دیکھا اہل کمال اور ماہر اساتذہ کرام کے ساتھ حضرت العلما و کرامہ فہم فہم تیار و حلیہ کے نام پر جن قرآن و حدیث
کے علوم کے لیے مثال اور بے نظیر فاضل حضرت مولانا محمد رفیع شاہ کشمیری سے قند کی نسبت نے بھی اس
درجے کا کرب و تاب اٹھانے میں بڑی شجاعت سے کام لیا تھا۔ اس لئے جہاں ایک طرف
برصغیر کے سب سے بڑے اور مبارک علمی، دینی اور روحانی اور فکری مرکز دارالعلوم دیوبند میں جیتے و
نکتہ اور دیگر علوم کی تدریس کا مشرف میں جانشین اللہ عطا کیا گیا وہیں مدد و ارشاد کے منصب نبیل پر بھی
حق تعالیٰ نے آپ کو فائز فرمایا اور طویل مدت تک اس منصب پر رہ کر اپنے سیکڑوں اور ہزاروں علمی اور
فکری مسائل اور نکات کا استخراج فرما کر خلق خدا کی رہنمائی کی پھر پاکستان کی تشریف لائے کے بعد دستور اسلامی کی

تقدیر میں ہر سامراجی اپنی خدا اور خداقت و معادیت کو صرف فرمایا اور جس سے کہ یہاں کے عاقبت فرنگ
اور اتحاد جس مکتوں نے اس کی قدر کی تھی اس کے ساتھ خودی کا کام بھی بدلی رہا اور پاکستان، ہندوستان
اور دیگر ملک سے جدا ہوا۔ آج کے دور میں اور حضرت مفتی صاحبؒ جو تفریق تمام اہل اسلام کی خدمت
کہتے ہیں اور پاکستان اور ہندوستان کے جائز و برحق مفتی اعظم قرار پاتے۔

لیکن اہل علم اور اصحاب فضل و کمال کے علاوہ کون جانتا تھا کہ یہ مفتی اعظم مرقا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
جس طرح مفتی اعظم ہیں اسی طرح مسٹر غلام بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں جس طرح ان کے حکم کا سلسلہ شروع ہوا
اس کی افادیت کو دیکھ کر انہوں نے اس کو مرتب کر کے ان کے فرائض اور دعاؤں کی خدمت
مفتی صاحبؒ نے جب اس کو مرتب فرمایا تو تصریح ہے کہ اکثر و بیشتر مصرعہ ہے جو بہتر علامت پہنچا
ہوا تھا جس سے دور قوت کے زمانہ کو لوگ غفلت اور لامبانی میں اس طرح گر رہتے ہیں کہ وقت گزرنے کا
اس میں شک نہیں ہوا مگر اس حضرت کا یہ یہ کامل دیکھا کہ وقت کی صحیح قدر و قیمت کا ہی کو شہید احساس
رہتا ہے اور اگر یہ کہا جاسکے کہ دور دور بھی ان کے یہاں ضائع نہیں ہونے پا تا قرعہ یا یہ بہانہ ہو گا۔
اس حقیقت کا زندہ جاوید ثبوت تفسیر معادیت القرآن ہے جو زیادہ تر مرض و غفلت اور غم کے اہل کفری
ایام میں گھسی گئی ہے جب کہ انہی تفریق مسائل سے بھی غفلت اخذ ہونے کے قابل نہیں رہتا۔

تفسیر کا نقشہ تعارف : معادیت القرآن میں جلد نمبر میں آیات کھنکھ کے بعد ترجمہ کا عنوان دے کر
اور بعد کی، جملوں میں میں اس طرح جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد امجد الحسنی دہلوی کی تفسیر
تفصیلی علیہ کا ترجمہ ہے جو دراصل شاہ عبدالغفور صاحب دہلوی کا ترجمہ ہے اس کے بعد اکثر و بیشتر راہب
آیات کی سرکاری فہم کی گئی ہے جس میں زیادہ تر تفسیر پہلی القرآن مولانا حکیم الامت حضرت تھانوی سے
استناد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلاصہ تفسیر کا عنوان آتا ہے اس عنوان کے تحت بیان القرآن ذکر کے
خلاصہ تفسیر کا نقل کیا گیا ہے جس میں حضرت تھانوی کا ترجمہ اور تفسیر تفسیر و دلائل موجود ہیں کہیں مکمل الفاظ
آگئے ہیں قرآن کی تفسیر کا خلاصہ دیا گیا ہے اس طرح حضرت حکیم الامت کی تفسیر کے ساتھ استناد
کیا گیا ہے۔ حضرت حکیم الامت کا ترجمہ بھی معادیت القرآن کا جزو بن گیا اور ان کی تفسیر بھی معادیت القرآن
میں شامل ہو گئی اور اس طرح سے بیان القرآن کی عظمت و افادیت کو جاہلانہ نہ جاننے میں حضرت مفتی صاحبؒ
نے بے مثال کردار کیا اس کے بعد معادیت و مسائل کا عنوان فہم کیا گیا ہے یہی عنوان تفسیر معادیت القرآن

کی جہاں اور اس تفسیر کا طرہ اختیار ہے۔ حضرت مفتی صاحب سب کے مفتی ذوق اور فطرتی میں ان کی وحدت و
 خداقت اور علم و کمال میں ان کا اقتدار ان کے مزاج کی اعتدال پسندی اور بیادزدی علامت اناس کی ضروریات
 پر ان کی نظر دقیق و دقیق مسائل کو طویل سے پہل عنوان کے ساتھ ادا کرنے پر ان کی قدرت عصر حاضر کے
 مزاج اور تقاضوں پر ان کی مضبوطی و غیر و غیر و کائنات کا یہ عنوان جیسا ہمارے قریب ہے بے شک
 حضرت مفتی صاحب نے اس عنوان کے تحت جس قدر سعادت و مسائل تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں
 ان میں ان کی فطرتی وحدت کا بڑا دخل ہے لیکن دائم الحروف کا خیال ہے کہ اس مباحث میں غلو کے علاوہ
 تصرف کے مسائل اور اختلاف پر خاصی بحثیں آگئی ہیں تاہم مباحث سے یہی کہ حق اختیار کیا گیا ہے
 کلامی مباحث کو حق تشنہ نہیں جھوڑا گیا استیلا و احکام کے مسئلہ میں علم حدیث سے جس قدر اعتقاد کی
 ضرورت تھی اس کو ہر طور پر ملحوظ خاطر رکھ کر احکام صریح کے لئے جس عصری ضروریات اور ذمہ داری
 کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر قرآن کریم کا یہ منہم است کے ساتھ دیکھا گیا ہے تاکہ کوئی یہ کہہ کر چھٹی نہ
 پائے کہ چودہ سو سال پہلے اہل شدہ قرآن آج کے دور کا مدنی پیش نہیں کر سکتا جتنے میں انہیں اور
 عصر کے فطرت اور اعتراضات کا کافی شافی طریقہ پر انداز کیا گیا ہے۔ سعادت و مسائل کی تقریر اور اشوک
 شبہات کے ازالہ کے لیے مثالوں کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ معمول کلمہ کا ادنیٰ بھی آسانی
 سے دیکھا جاسکتا ہے۔

اب ہم سعادت القرآن کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے دعوے کی آہٹ
 تصدیق کر سکیں گے۔

”روز جزا کی حقیقت اور عقلاً اس کی ضرورت کا عنوان کاظم فرما کر پہلی آیت کی وضاحت یوں
 کی گئی ہے کہ روز جزا اس دن کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد اعمال کا بدلہ دینے کے لئے قرار
 فرمایا ہے۔ روز جزا سے ایک عظیم الشان فائدہ حاصل ہوا کہ دنیا نیک و بد اعمال کی جزا و سزا
 کی جگہ نہیں بلکہ ایک دار عمل فرض ادا کرنے کا دفتر ہے جزا و یا سزا رسول کے لئے کی جگہ نہیں اس سے معلوم
 ہو گیا کہ دنیا میں کسی کو عیش و عشرت و راحت و آرام سے بالامال دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ
 کے نزدیک مقبول و محبوب ہے یا کسی کو رنج و مصیبت میں مبتلا کر یہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ وہ اللہ کے
 نزدیک محبوب و مہموم نہیں۔ میں طرف دنیا کے دفتروں میں اور کارخانوں میں کسی کو پناہ فرض ادا کرنے

میں مصروفِ محنت، اور کیا جانے تو کوئی غفلت اس کی مصیبت نفع نہیں کرتا اور نہ وہ خود اپنی مشقت کے باوجود اپنے آپ کو گرفتار مصیبت سمجھتا ہے بلکہ وہ اس محنت و مشقت کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتا ہے کہ اسے اور کوئی مصراں اس کو اس مشقت سے نکل دے کہ اس کا چاہے قزوہ اس کو اپنا جہنمی دشمن خیال کرتا، کیونکہ وہ اس کی سب سے بڑی نعمت کے پس پر وہ اس راحت کو دیکھ رہا ہے جو اس کی تنہا کی شکل میں ملنے والی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد اولیاء اللہ جسکے زیادہ مصیبت و بلا میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ اپنی اس حالت پر نہایت مطمئن اور بہا اوقاتِ مسرور نظر کرتے ہیں: **الو**
سورۃ فاتحہ ص ۱۱۰ جو دا

اس مثال میں اللہ کے نیک بندوں کے لیے جو ابتلاوات دنیا میں بکثرت پیش آتے ہیں اور ان کی زندگی بظاہر ہر دینی وطن کا لبر و عافیت کی ہے اس کو کس طرح کے ساتھ ہی کر لیا کہ وہ شجاعت کا قیاس کر دیا گیا ہے۔

اسی سورۃ فاتحہ میں صراطِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی ضرورت پر لکھا گیا ہے ہوسے ارشاد فرماتے ہیں: اور یہ ایک ایسی مشقت ہے کہ جو دنیا کے تمام کاروبار میں شام ہے، کہ بعض کتابی تعلیم سے نہ کوئی گہرا مین نیکو نہ کہ نہ پکا نہ ذکاوت کی کتاب پر چھو کر کوئی ذکاوت نہیں سکتا ہے نہ انجیل کی کتابوں کے بعض مطالعے سے کوئی انجیل فرماتا ہے اسی طرح قرآن و حدیث کا بعض مطالعہ انسان کی تعلیم اور اخلاقی تربیت کے لیے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا جب تک اس کو کسی بعض ماہر سے باقاعدہ حاصل نہ کیا جائے قرآن و حدیث کے مطالعے میں بہت سے گمے ہیں اس مطالعے میں مبتلا ہیں کہ بعض قرآن کے تفسیر و تفسیر و تفسیر و تفسیر کے ماہر ہو سکتے ہیں یہ بالکل فطرت کے خلاف تصور ہے اگر بعض کتاب کافی ہوتی تو رسولوں کے پیچھے کی ضرورت نہ تھی کتاب کے ساتھ رسول کو رسول بنا کر دیا اور عوام کو مستغیر کر کے لیے اپنے مقبول اصول کی فرسہ، دنیا اس کی دلیل ہے کہ بعض کتاب کا مطالعہ اور تعلیم و تربیت کے لیے کافی نہیں بلکہ کسی ماہر کے ہاتھ کی ضرورت ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کی صلاح و فلاح کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ایک کتاب اللہ جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکام موجود ہیں دوسرے رجال اللہ یعنی انبیا و اولیاء اللہ ان کے متعلق

کی صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے معروف اصول پر بحال اللہ کو پہنچا جائے جو اس عباد پر داخل ہو کر بحال اللہ ہی فرمایا جائے اور جب بحال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاصل ہو جائیں تو ان کے کتاب اللہ کا مقصد پہنچنے اور عمل کرنے کا کام پایا جائے۔ سورۃ فاتحہ ص ۱۰ جلد نمبر ۱۔

میں کتاب اللہ کے ساتھ بحال اللہ کی ضرورت کہ میں مثال سے ذہنی نشین کر آیا ہے کیا اس کے بعد بھی کسی صفت مزاج کے انکار کی گنجائش ہے۔ انہیں کے شبہ کا اس مثال سے کس قدر ضرورت طریقہ پر نکال دیا گیا ہے۔

آلہ کبریاٰ صورت کی آواز پر نماز میں نفل و حرکت کے مستند نماز نہ ہونے پر مشمول کے زیر غرض تحریر ہے۔ صحیح بخاری اب باباء فی التقدیر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث جو قبا میں تھیں قبلہ کا حکم پہنچنے اور ان لوگوں کے بکالت نماز بیت اللہ کی طرف پھر جانے کا واقعہ ذکر کیا اس پر علامہ عینی ص ۱۰۷ کے تحریر فرمایا ہے۔

فقد جواز تعلیم من لیس فی الصلوة یعنی اس حدیث سے ثابت ہو کر ہر شخص نماز میں من ہو چکا۔
(حدیث بخاری ص ۱۳۳) کر سکتا ہے!

نیز علامہ عینی نے دوسری جگہ اس حدیث کے ذیل میں یہ اتفاق لکھے ہیں، وفقد استقام المسلم لصلوۃ من لیس فی الصلوة فلا یضر صلواتہ (والیٰ) ھکذا استنبھا الطحاوی۔ (حدیث بخاری ص ۱۳۳) اور عام فقہاء حنفیہ نے جو دعائے صلوٰۃ کسی شخص کی اقتداء اور اتباع کو مستند نماز کہلے جو عام فتویٰ و شروح حنفیہ میں مشمول ہے اس کا نظارہ ہے کہ نماز میں غیر اللہ کے امر کا اتباع موجب فساد نماز ہے! کیوں اگر کوئی شخص اتباع امر الہی کا کرے مگر اس اتباع میں کوئی دوسرا شخص واسطہ بن جائے وہ موجب فساد نہیں!

فتنہ نے جہاں یہ مذاکرہ ہے کہ کوئی شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے ایسے وقت پہنچے کہ انکی صفت پر کسی اور کی صفت میں تبادلا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ انکی صفت میں سے کسی آدمی کو ایسے کچھ کہیں کہ اپنے ساتھ چلے اس میں بھی یہی سوال آئے کہ اس کے کہنے سے جو کچھ کہنا ہے گا وہ نماز میں اتباع امر علیہ اللہ کا کرے گا اس لیے اس کی نماز فاسد ہو جائی چاہیے لیکن بدعتاً

اسب الامت میں اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ فضل تعصیب عدم التما فی مسئلۃ مؤخر حدیث من الصفۃ فافعل فہول ثلث فرق فلیحد اس پر مؤخر مطابقت کے تحریر فرمایا کہ امتثال امر اللہ یعنی اس صورت میں نماز خاصہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حقیقت اس شخص نے اپنے والد کے حکم کا امتناع نہیں کیا بلکہ امر الہی کا امتناع کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو پہنچا ہے کہ وہ ابھی صورت پیش آئے تو اعلیٰ صفت والے کو نیچے آجایا ہے۔

اسی طرح شریعت نے شرع و بیانیہ میں اس سنگ کا ذکر کر کے پہلے خداوند کا قول نقل کیا پھر
اس کی تفسیر کی اس کے الفاظ یہ ہیں : "اذا قيل لمصلحتك فاعلم انما هو لوجه مصلحة الله
مقتضى امره نبي الله صلى الله عليه وسلم" تعنی ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ابو نعیم اور

ابن خاتم، ولایت سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی فتنہ کی آواز پر عمل کرے تو اس کی دوسری قسم
میں ایک یہ کہ خود اس شخص کی ولایتی اور اتباع مقصود ہوئے تو مستند نہ ہے، لیکن اگر اس نے
کوئی حکم شرعی بتلایا اور اس کا اتباع غلطی کے لئے کیا تو وہ حقیقت امر اس کا اتباع ہے اس لیے
مستند فتنہ میں ہر گاہ اپنے مطالبات یا خواہشوں کی وجہ سے کہ قبول توفیق یا تفصیل میں کوتاہ امتثال
اسرا و اتباع فلا تعدد و بیچ کوتاہ امتثال امر الداخل مرادۃ الخاطی من طور نظر امر اشرف
فتنہ مطعون حسن - (طہارۃ المؤمنین ص ۲۳۴)

اب منکر و نکر سے خوف نہ کرنا اس کی وجہ یہ کہ وہ اس آیت کے مطابق
کا وعدہ دے رہی ہو جس میں جو کچھ ظاہر ہے کہ جہنم میں آجائے گا وہ کچھ کچھ
کے لئے تو کچھ نہ ہو جب وہ مسجد کے قریب ہی مسجد کو اس آیت سے صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب
اللہ بکرت میں گیا یا مسجد میں جہاں ہے اس علم کے بعد اجتماع اللہ کا کرتا ہے نہ کہ اس آیت کے علم کا
اور اجتماع اللہ ایک حکم الہی ہے۔ واللہ جہاد و قتالی اعظم۔ سورہ بقرہ ص ۱۷۷۔ سورہ بقرہ کی آیت
۳۸ کے تحت احکام و مسائل کے زیر عنوان عبداللہ بن عمرؓ کی جس روایت کا اقتباس مذکور بالا میں
حوالہ دیا ہے قرآن و حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس گفتگو میں اس کا ذکر ناگزیر ہے لہٰذا میں
یہ خبر واصل کی رعایت اور کائنات امتداد ہونے کی محبت بھی سامنے آئی ہے خبر واصل سے کسی حکم قطعی کے

مشرق قرار دینے جانے یا مغرب قرار لینے جانے کا مابعد بھی زیرِ بحث ہے حضرت مفتی صاحب نے ان تمام مسائل سے خارج ہو کر ان کے بعد صورت کے لیے جو استنباط اس حدیث سے فرمایا ہے اس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا اس میں جہاں نزاعِ حال کی ایک ضرورت پر فقہاء ائمہ میں استدلال کیا گیا ہے ، وہیں یہ کھنی بڑی بات ہے کہ حدیث سے استدلال کے لیے اس اصول کو نظر انداز نہیں ہونے دیا گیا جو پچھلے سے مسلمہ چلا آ رہا ہے نئی پیمائش آنے والی صورتِ حال کے لیے مابعدِ اصول کو کارآمد نہ کیا گیا ہے اور اس کی پوری پوری حمایت کرتے ہوئے جدیدِ حکم کا استخراج فرمایا ہے عصری ضرورت کے لحاظ استنباطِ حکم میں حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اقتدارِ اعلیٰ مفتی شہادت کے آثار کی یہ اقتباس کتنی اچھی مثال ہے حضرت مفتی صاحب کے طرزِ استدلال نے علماء وقت اور فقہاء سابقین کی اس بحث کا سرے ہی سے خاتمہ کر دیا کہ اسپیکر کی آواز منکلم کی اصل آواز ہے یا پھر صلواتِ جاگشت ہے اگر وہ منکلم کی اصل آواز نہیں بھی ہے تب بھی اس کا استعمال اتباعِ امام میں غل نہیں مصلحتِ مملکت و حفظِ الملکۃ من الغلب ویدل علی الصعاب لمن اصحاب سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۲، ۱۰۳ کی تفسیر کے بعد صراحت و مسائل کے زیرِ عنوان مسلمانوں کی اجتماعی قوت کے دو اصول اُتھری اور باہمی اتفاق کی طرف اشارہ کیا کہ اُتھری کی گئی ہے ، اُتھری کے تین درجات ذکر کئے گئے ہیں پھر معنی اُتھری کیا ہے ؟ کے عنوان کے تحت آئمہ تفسیر کے اقوال پیش کئے ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا دو سطرِ اصول باہمی اتفاق کو نمایاں کھسکا رہا باہمی اتفاق درجہ اول کا سیرور کیا گیا ہے اور اس کی نہایت عینی تشریح فرمائی ہے ۔ آگے چل کر شریفی ہے ”پوری مسلم قوم کا اتفاق صرف اسلام ہی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے نہیں اور وطن و ملت سے کام نہیں ہو سکتا اس عنوان کے تحت رقم ہے ”میان میں پہلے یہ جانا لازمی ہے کہ وحدت و اتفاق کے لیے ضروری ہے کہ اس وحدت کا کوئی خاص مرکز ہو پھر مرکز وحدت کے بارے میں اقوامِ عالم کی ناہی منکھت ہیں کہیں نسل اور نسل دشمنوں کو مرکز وحدت سمجھا گیا جیسے قبائلی عرب کی وحدت مبنیٰ کہ قریش ایک قوم اور جو تہم دوسری قوم بھی جاتی تھی اور کہیں دنگ کا اقتدار اس وحدت کا مرکز بن رہا تھا کہ کلمے لوگ ایک قوم اور گودے دوسری قوم کے جاتے کہیں وطن اور مملکت کو مرکز اتحاد بنا یا مبرا تھا کہ ہندی ایک قوم اور عربی ایک کہیں کوئی دھرم و رواج کو مرکز وحدت بنا گیا تھا کہ جو ای دھرم کے پابند ہیں وہ ایک قوم جو ای کے پابند ہیں

۱۱۔ دوسری قوم جیسے ہندوستان کے ہندو اور آریہ سماج وغیرہ۔

قرآن کریم نے ان سب کو چھڑ کر مرکز وحدت میں اللہ قرآن کریم کریم یعنی اللہ تعالیٰ کے پیچھے گئے نظام حکم کو قرار دیا اور دو لڑکے فیصلہ کر دیا کہ ہر کسی ایک قوم ہے جو میں اللہ سے وابستہ ہے اور کافر دوسری قوم جو اس میں جنت سے وابستہ نہیں خلیفہ خلیفہ کا سرور حکم میں کو یہی مطلب ہے جزائی فی وحدتیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو مرکز وحدت بنایا جائے چرکہ وہ وحدتیں مگر طبع امتیازی اور ہیں جو اگر کوئی انسان چاہے کسی عقل سے حاصل نہیں کر سکتا جو کاہ ہے وہ گونا گویا نہیں ہو سکتا جو قریشی ہے وہ قحطی نہیں ہو سکتا جو ہندی ہے وہ عربی نہیں ہو سکتا اس لیے ایسی وحدتیں بہت ہی محدود دائرے میں جو سکتی ہیں ان کا دائرہ بھی اور کہیں پوری انسانیت کو اپنی وسعت میں لے کر لے کر ہی دینا کو ایک وحدت میں جمع کرنے کا دعوے کر ہی نہیں سکتا اس لیے قرآن کریم نے مرکز وحدت میں اللہ یعنی قرآن اور خدا تعالیٰ کے پیچھے ہونے نظام حیات کو بنایا جس کا اعتقاد کہ اسلام شریعت ہے کہ فی مشرق کا پہنچنے والا ہر یا مغرب کا اگر ہو یا کالا، عربی زبان بولتا ہو یا ہندی و انگریزی کسی قبیلہ کسی خاندان کا جو ہر شخص اس مصلحت اور صحیح مرکز وحدت کو اختیار کر سکتا ہے اور دنیا بھر کے ہر انسان میں ہر دھرم و مذہب جو کہ صحابی تھی یا نہ تھی اور آج بانی دھرم و مذہب سے فاصلہ ہو کر غمگین قوانین کے سما کوئی مصلحت اور صحیح راہ ہی نہیں ملے گی کہ خدا تعالیٰ کے پیچھے ہونے نظام کو بچاؤں اور اس کا اتباع کرنے کے لئے اللہ کے مضبوطی سے ختم میں میں کاغذ ایک طرف یہ ہو گا کہ پوری انسانیت ایک مضبوط و مستحکم وحدت سے مربوط ہو جائے گی۔

دوسرا یہ کہ اس وحدت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہونے نظام کے مطابق چلنے اعمال و اخلاق کی اصلاح اور نیک اپنی دینی اور دنیاوی زندگی کو درست کرنے کا یہ وہ کچھ لازمات ہیں جس کو کہ ایک اسلامی مہدی دنیا کی اقوام کو حکم دے سکتا ہے کہ یہی صحیح راستہ ہے اس طرف آؤ اور مسلمان اس پر جتنا بھی فر کر رہا ہے لیکن اس سے کہہ کر یہ سب دلوں کی گہری سازش جو اسلامی وحدت کو بار بار پارہ کرنے کے لیے صدیوں سے چل رہی ہے وہ خود اسلام کے دعوے داروں میں کامیاب ہو گئی اب امت اسلامی کی وحدت عربی، مصری، ہندی، سندھی میں ہوتے ہوئے بار بار ہو گئی قرآن کریم کی یہ آیت ہر وقت اور ہر جگہ ان سب کو آواز دینے و دعوت دے رہی ہے کہ جو جاننا از اختیار است و حقیقت اختیار است

ہیں اور ان کی دنیا وہ قائم ہونے والی رحمت کوئی مستقل رحمت ہے اس لیے اعتقاد ہمیں اللہ کی رحمت اختیار کریں جس نے اسی کو پہلے ہی مدی دنیا میں غالب اور غائی اور سرور بنا دیا اور اگر پھر اس کی رحمت میں کوئی غیر رحمت ہے تو وہ اسی رحمت سے مل سکتی ہے! (۱۰ دوسرے آل عمران ص ۱۱۱ ج ۱)

اس اقتباس میں دور حاضر کے آئینہ داروں کا کس قدر موثر تعاقب کیا گیا ہے اور اسلامی نقطہ نظر کتنے اہتمام و تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے وہ محتاج و خاصیت نہیں۔

سورۃ شاع کی تفسیر پیراٹ کے سابق و مسافر کلمہ و رحمت کی پیراٹ و غیرہ کے احکام غریب بسط و تفصیل اور دلائل و مضامین کے ساتھ کئے گئے ہیں۔ اسی صورت میں آیت نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴ کے ذیل میں طراوت کی تفصیلات اور متعلقہ مسائل کو جس جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ شاید اسی تفسیر کی خصوصیت ہے البتہ منہ کی بحث میں تشکیک بھی محسوس ہوتی اور تحقیق پر بھی غور و فکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۲۲، ۲۳ کے تحت شرعی سزاؤں کی اقسام ثلث حدود، قصاص اور تعزیرات کے باہمی فرق کو واضح کیا گیا ہے اور اسلامی سزاؤں کی حکمت یہاں کی گئی ہے اور ان کے احکام بتائے گئے ہیں اسی کے ساتھ قرآنی قوانین کا عجیب و غریب انتھائی اسلوب کی سرخی دکھا کر تحریر فرمایا ہے پہلی آیتوں میں دلیل کا واقعہ قتل اور اس کے مجرم علیحدہ ہونا مذکور تھا مذکورہ آیت میں اور ان کے بعد قتل و غارتگری کا ذکر ہوا شرعی سزاؤں کی کیا ہیں ہے ذکر اور چھ ہی کی سزاؤں کے درمیان وقت اور سزا دینا دیا اس کا قیاس حاصل کرنے کی قیاس ہے قرآن کریم کا یہ اسلوب نہایت لطیف طریقہ پر زمین انقلاب پیدا کرنے والا ہے کہ وہ دنیا کی تعزیرات کی کتابوں کی طرح صرف مجرم پر کے بیان پر مبنی نہیں کرتا بلکہ مجرم و سزا کے ساتھ خوف خدا و آخرت مستحق کر کے انسان کا فائدہ یکے کے عالم کی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے برعکس وہ گناہ سے پاک کر دیتا ہے اور اگر مصلحت و اعتبار پر غور کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ خوف خدا و آخرت کے بغیر دنیا کا کوئی قانونی پریس نہ رہتی دنیا میں انسان و مجرم کی شناخت نہیں دے سکتی قرآن کو اسی اسلوب کی بنا پر یہ طریقہ ہے جس نے دنیا میں انقلاب برپا کیا اور پہلے انسان کا ایک معاشرہ بنا دیا جو اپنے تقدس میں فرشتوں سے بھی اونچا مقام رکھتے ہیں! سورۃ مائدہ ص ۱۱۱ ج ۱

کیسی صحیح حقیقت کو دانشکات کیا گیا ہے کس طرح قرآنی اسلوب کی انتہائی تشریح کی جاوے نہ داخل
کے اصحاب غفلت کو کس طرح جھنجھڑا گیا ہے خود فراموش۔

• معارف القرآن: میں معارف تفسیروں کی افراط پر بھی گرفت کی گئی ہے، سہرا ایف انس کی آیات
۱۰۸ آیت کے پنجے معارف و معارف کے عنوان میں ایک صاحب کے برائے نقل فرمائے ہیں۔

• قرآن کے اشارات اور محیط پر انس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو
جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریاد و رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئیں تھیں اور
لہذا انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا منقرضہ ہو رہا تھا اس لیے جب آقا مہذب و مجاہد
آشہد یوں نے قرب و واسطہ کی قرائط تعالیٰ نے انہیں صاف کر دیا قرآن میں غائی و مستر کے جو محمولہ
کلمات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک
غضب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی رحمت پوری نہیں کر دیتا پس جب نبی اوتے رسالت میں کوئی
گمراہ اور اللہ کے منقرض کردہ وقت سے پہلے خود ہی اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے
اس قوم کو غضب دینا گوارہ نہ کیا۔ (تفسیر القرآن مولانا محمد علی میمنہ)

اس کے بعد عصمت انبیاء کی تفسیر تفصیل بیان فرما کر مفتی صاحب اشارہ فرماتے ہیں: لیکن
اس میں کسی فرق کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء مجسمہ العظم سب کے سب اوتے رسالت
کے فریاد میں بھی کوئی نہیں کر سکتے کیونکہ انبیاء کے لیے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ جن منصب
یہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اسی میں کوئی کمی نہیں ہے تو فرض نہیں تھا کہ کوئی
نیابت ہے جو عام شریعت انما فی سے بھی بعید ہے اس کو تا ہی سے بھی اگر کوئی معصوم نہ ہو تو پھر
دوسرے گناہوں سے عصمت بے فائدہ ہے۔ قرآن و سنت کے اصول اصول اور اجمالی عقیدہ عصمت انبیاء
کے بظاہر خلاف اگر کسی جگہ قرآن و حدیث میں بھی کوئی بات لفظ قرآنی قواعد اصولی کے رو سے ضروری تھا
کماں کی تفسیر و معنی کی ایسی ترمیم تلاش کی جاتی جس سے وہ قرآن و حدیث کے قطعی الثبوت اصول سے
متصادم و مختلف نہ ہے۔

مگر یہاں تو یلیب بات یہ ہے کہ مصنف موصوف نے جس بات کو قرآنی اشارات اور محیط
پر انس کی تفصیلات کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ وہ محیط پر انس میں ہو تو جو جس کا اہل اسلام میں کوئی

اعتقاد نہیں، قرآنی اشارہ تو ایکسہ بھی نہیں بلکہ ہوا یہ کہ کوئی معتقد ہو کہ یہ تجویز بہر حق تھا یا لایا گیا ہے، پہلے تو یہ فرض کر لیا گیا کہ قرآن پر سنس سے مذاہب کا لی جانا خدائی دستور کے خلاف واقع ہو ہے جو خود اسی آیت کے سیاق و سباق کے بھی باطل خلاف ہے اور اہل تحقیق اور تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اس کے ساتھ یہ فرض کر لیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقع پر اس لیے توڑا گیا تھا کہ خود بخیر سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کرنا یہاں چاہی تھیں، اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا کہ بخیر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کر دیا گیا تھا ورنہ اس وقت مقرر سے پہلے فریضہ دعوت کو چھوڑ کر جہاں کھڑے ہوئے اگر خدا بھی خود وہ دعوت سے کام لیا پہلے تو ثابت ہو جاتے گا کہ قرآن و حدیث کا کوئی اشارہ اس فرضی معتقد کی طرف نہیں پایا جاتا، سہہ پر سنس منہ پٹا، اس کے بعد تفصیل سے آیت کے مندرجہ مضمن پر غور کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مفسر معروف نے خزانہ قرآنی اشاروں کا سلسلہ کر ایک غلط بات اپنی تفسیر میں داخل کر دی ہے، واللہ تعالیٰ جہل مہر کے شر سے امت مسلمہ کی مخالفت فرمائے آمین۔

سورۃ یونس کی آیت نمبر ۳۰ و ۳۱ پر مصادف و مسائل کے زیر عنوان لکھ کر کرتے ہوئے آفتاب کے زیر عرض سجدہ کرنے کی تحقیق دقیق ایسے الفاظ میں رقم بند ہوئی ہے کہ ایک سطر تو اس مقام اشکالات کا دھڑ بھڑا ہے جو نہ دوسرے مشاہدہ و نفس الامری حدیث الہود پر وارد ہوئے تھے یا نیست مرد کلیات کے اصول کی بنیاد پر حدیث مذکور کے مضمن کو مشکل قرار دے رہے تھے دوسرے بطور سی نظریہ کی تردید بھی اس ضمن میں آگئی ہے کہ سورج پر غلے آسمانی میں مگر کوئی نہ ہے جسے مستقر کی تشریح مستقر مکانی سے کی گئی ہے جیسا کہ احادیث سے یہی مشاہدہ ہے پھر آفتاب کے زیر عرض سجدہ، جزو کرنے کے سلسلہ میں دوسرے جواب کے علاوہ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیہ کاہن کے مقالے "سجدہ الشمس" والا جواب اس علم طریق پر بیان فرمایا ہے کہ کلیات کے اس دقیق مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ایک عالمی انسان بھی ذرا غور و فکر سے کام لے تو صحیح بات اس کی سمجھ میں آ سکتی ہے ساتھ ہی قرآنی سلوب کی اس ضمن میں واضح تشریح تحریر میں آگئی ہے۔

سورۃ کہف کی تفسیر کے ضمن میں آیت نمبر ۱۷ سے نمبر ۲۰ تک کے ذیل میں آیات غور و فکر خضر کے مسئلہ پر لکھ کر آگئی ہے آیت نمبر ۱۷ سے نمبر ۲۰ کے ذیل میں ذرا غور و فکر کی شخصیت اور ذرا غور و

کی وجہ سے یہ اور ان کے زمانے اور ان کے ملک کے بستے میں کہ دو کس ملک کے بادشاہ تھے تفسیر الھام
 کیا گیا ہے اس کی وجہ کی ابتدا یہ واقعہ ہے کہ یہ کتاب قرآن اور الباقیہ عن القرآن الہدایہ
 ابو یوسف کی تفسیر علیہ اور مولانا حفص الرحمن سرمدی نے اس کی تفسیر صواب ایک جگہ اپنا غواب اس کے لئے لکھا ہے
 کی قصص القرآن ہے ذوالقرنین کی شخصیت کے بارے میں مختلف اقوال اور ان حضرات کی آراء نقل
 فرمائی ہیں اور تفسیر ترجیح دینے کو قرآن کا قصد ذوالقرنین کی شخصیت و غزوہ کی تعیین کے بغیر بھی ہوا ہے
 آگے گئے ہیں آگے چل کر آیت نمبر ۱۰۲ سے نمبر ۱۰۸ تک کے معارف و مسائل میں یا جوتہ ابو جوتہ
 کوئی ہیں اور کہاں ہیں سند ذوالقرنین کس جگہ ہے۔ کاغذی لکھا کہ شایعہ غفلت اور واضح بحث
 فرمائی ہے جو معارف القرآن کے ۱۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے پوری بحث لائق مطالعہ و تحقیق ہے
 صفحات کا پڑھنا ہے۔

اس مختصر فرصت میں معارف القرآن کی تمام غریبوں پر کلام ممکن نہیں اس لیے جتنے جتنے
 کچھ مباحثہ تو بعد ضرورت اور کہ بعض اشارات میں پیش کرنے پر اکتفا کی گئی ہے۔ اس تفسیر
 کی ایک غریب یہ بھی ہے کہ ہر چیز آپ کو باحوال ہے گی سوائے اس صدمہ کے جو حضرت معنی صاحب
 کا اپنا نقطہ نظر ہے کہیں حوالہ نظر انداز نہیں کیا گیا۔

باوجود اس کے کہ یہ تصنیف علوم کے لیے پیغام قرآنی کو عام کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔
 لکھیں علمی و تحقیقی مسائل سے اس کا دامن معصوم ہے اور اسلوب بیان واقعی ایسا ہے کہ ہر شخص اپنی منزلت
 کے مطابق دامن کو بھر سکتا ہے۔ بکے پچھلے ائذاز میں منات کی تشریح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اصل
 تفسیر میں اصل کے مطابق صحابہ و تابعین سے منقول حاشیہ تفسیر اور مستند کتب حدیث و تفسیر
 میں موجود مواد کو شامل معارف کیا گیا ہے۔

مطالعہ و معارف کے درجہ میں متاخرین مستند اہل تفسیر کے مضامین بھی لے گئے ہیں اور
 ایسے مضامین کو جمعیت دی گئی ہے جو انہی کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم کی عظمت و اہمیت کو بڑھائیں اور قرآن پر عمل اور اصلاح اعمال پر مائل کریں۔

آخر میں یہ بات ضرور کہنی ہے کہ دس نکاحی پر اعتراض کرنے والے علمبردار ہیں کہ جس شخص
 کی پوری عمر فحش فحش میں بسر ہوئی کسی تفسیر کو بطور موضوع اس نے اختیار نہیں کیا جب وہ تفسیر

کھنے بیٹا تو ایسی تفسیر اس نے لکھی کہ معلوم ہوا ہے جیسے ساری عمر کا شغری اس کا پس تھا کی آنکھ کا
 چکر مارنے کے مطلق سے نااہل ہوتا ہے دل کے مرض کا اہر آنکھ کو دیکھنے تک کے لیے دو دراز نہیں
 انجمن صاحب وکالت سے بے بہرہ ہیں اور وکیل صاحب کو معاہدات کی کچھ خبر نہیں لیکن ہر شخص
 اپنی جگہ مطمئن ہے اور کہیں اس کو کسی دوسرے کو یہ خیال نہیں گذرے گا کہ انجمن قارئین نہیں اور قارئین
 وکیل کیوں نہیں مگر درس نظامی کے فضلا، کرکٹ مائنس ٹیپے کا مشورہ دیا ہے تو کوئی صنعت و
 معرفت سمجھنے کی توفیق کرتا ہے حالانکہ یہ مصروفیت میں پختہ علوم پر مہارنا قارئین دوسری حاصل
 کرتے ہیں ان میں سرٹ تفسیر دفعہ، اس کے اصول، عرب، (عربی لٹریچر) صرف و نحو، معانی و بیانی،
 منطق، فلسفہ، ریاضت و ریاضی وغیرہ بہت سے علوم ہیں جس لائق کو وہ چاہیں ان میں تحقیقی کام کرنے
 کی عمدہ صلاحیت ان میں ہوتی ہے لیکن حوصلہ افزائی نہ ہونے کی بنا پر بہت سے اچھے باصلاحیت افراد
 ضائع ہو جاتے ہیں البتہ دوسروں کے لیے ترغیب کا کوئی سماں فراہم نہیں ہوتا اس لیے فوجی اہل
 حوصلہ و افراد کا رجوع کم ہوتا ہے اللہ کا یہی قیامت تک ہے گا اس لیے وہ اچانک زمانہ کی سرحدیں
 کے باوجود، ہمال کاہر پر صحت فراہم فرمائیں گے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدد اللہ معجیہ
 و جعل الجنة مشاء کے لیے اس تشکیک وغیرہ آخرت کے طور پر قبول فرمائیں اور ان کے سخاوت کو ان کے
 طرز عمل پر پختہ کی توفیق انسانی فرمائیں امت مسلمہ کو اس نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ
 کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بجائے و حدیثات کے ایجاد کرنے والے اہل اہلان پر عمل کرنے والے علما حضرات
 صوفیا، مکرام اور مشائخ طریقت کی بناء لیتے ہیں اور انہی کی طوط منسوب کرتے ہیں،
 یہاں تک کہ صحبت سے حوام اس خیال میں ہیں کہ شریعت و طریقت و اعتقاد و تجزیہ
 میں بہت سے احکام پر طریقت میں، چلتے ہیں اصل طریقت ان کو جائز قرار دیتے ہیں، البتہ
 ایک غلط فہمی ہے کہ اس میں بہت سے ہونے کے بعد یہی دیکھیں کہ فریسیہ کی کہ انہی کو تمام امور پر
 ہے یہاں تک کہ صرف طریقت ہے، جب اس کی ضمانت کو جائز قرار دیا گیا تو پھر یہ لای کا شمار
 ہر جائز عمل ہے۔ (حضرت مفتی اعظم، سنت و دعوت، ص ۱۸)

مولانا ابو الزہاد احمد سرفراز مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مدظلہ العالی

فقیہ دوران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتاح الہدایہ

ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

وہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

یہ ایک عظیم الشان شخصیت مولانا صاحب مثنوی دست بردار

و حالات معاملات و استجابات میں فرط کوشش و فراخی بخشد تعالیٰ و اقرار فرمے سربراہ تفسیر ہی ہر وقت صبر
ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اگر بھی رہتا ہے۔ حاضر ہی جس سے علم منہی ارشاد و فراخی۔ والسلام
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ
احقر ابو الزاد محمد رفیع الدین صاحب کرمیہ

(پاکستان)

۲۲ اپریل ۱۹۷۵ء بروز جمعرات

فتیہ اولیٰ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع۔۔۔ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت مرحوم کے فتویٰ و احکامات سے علی

ان کی اس مفتی عربی اور کمال کو چند سالوں سے پہلے کر ہی میں کی وجہ سے ان کو دور حاضر میں نمایاں شہرت حاصل ہو۔
اس وقت دنیا میں جتنے غائب و غایب موجود ہیں ان تمام غائب و غایب میں صرف معلوم ہی بھلاہو حق مذہب ہے۔

اور اب انہی ہی حالت صرف ہی میں حضرت ۱۰ اس برحق مذہب کے اہم اور بنیادی شوق قرائن کریم سورت شریف
اجماع اقتدار و فخر و قیاس ہی پہلے تین سورتوں کے داخل اور حق میں کہ ان کے اثبات کے لئے ہر مان و

جہت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آفتاب اور دلی آفتاب اس البتہ تمام سورتوں میں غائب ہو سکتے ہیں لیکن
واقعہ کے لحاظ سے اس میں بھی کوئی غائب نہیں حقیقت یہ ہے کہ تمام جہت فی الدین کے بغیر دین کی تکمیل ہونا

بہت ہی مشکل امر ہے قرآنی صورت میں فقہ فی الدین کی نہ صرف یہ کہ معنی ہی نمایاں کی گئی ہے بلکہ اس کی تفسیر
بھی دی گئی ہے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَیَّ وَفَضْلُ

بَنَاتِهِ عَلَیَّ لَافْتَقْتُكَ اَللّٰهُمَّ اَلِیُّ الْوَحْدِ اَمِیْنٌ۔ سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے الی کا ایک حصہ تاکہ کھربہ کرے
دین میں ۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ فی الدین شرعی طور پر ایک مطلوب و محبوب چیز ہے جس کی ترغیب

اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کریمہ میں دی ہے اور جو لوگ دین کی تمامیت کو کہ نیم و بصیرت سے غلام ہیں اللہ
تعالیٰ نے ان کی خدمت میں فرمائی ہے۔ جَانِزٌ اَیْکَ مَقَامٍ بِرِشَادٍ ہوتا ہے۔ اَلَا یَا کَاکِلَ الْفَلَقِ کُلِّیْ حَیْثُ

قَرِیبٌ نَہِیْکَ کہ بھیجیں کوئی است۔ معلوم ہوا کہ دینی اہل کو نہ سمجھا ایک مذہب صحت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
سکھانے کو اس سے علم خدا کے حضرت امیر معاویہ کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ سِیَرِ اللّٰہَ بِہِ عِلْمِہِ یَفْقَہِہُ فِی الدِّیْنِ وَالْحَدِیْثِ اَرْبَعًا مِیْ اَرْبَعٍ کہ
اے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میں

کو دین کی کچھ عطا فرماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو مقبول ہو دینا بندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دین کی دافرواد
سے نوازتا ہے اور ان کی ایک روایت میں لیں آیا ہے کہ۔

یہی کی غناہت سے کوئی شخص غلام ہو کر وہ ایسے اس واسطے کہ وہ اس کو یہ کہہ کر کہنے لگے کہ جو ہوں گے
 توبہ عات سب سے اور یہی سے قطعاً اس کا کوئی واسطہ نہ ہوگا لیکن وہ اپنی کلمی علی اور عدم بصیرت کی وجہ
 سے اس کاموں کو یہی اور یہی کے اسمہ کہہ گا اور یہی ہوں قیامت قریب آتی ہو چکی ایسے بھی اس واسطے
 نہ لے رہی گے چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے کہا میں نے فرماتے ہیں کہ۔

ما رز حق ان اس عام (أو احدثوا فیدہ بیدہ) ہوسل کی انگلی ہانچا اس میں وہ بدعت گذارے رہی گے
 واما توافیہ سے: حاتی ثقیما البیدع وستر السنہ اور سنت کو ترک کر کے جائیں گے یہاں تک کہ وہ حق سے لڑا
 (ولم یجدوا لہم واما رز حق ان اس عام) لیکن جائیں گی اور انہیں حق میں مل جائیں گی۔

حضرت ابن عباسؓ نے یہی کہہ کر ارشاد فرمایا اور اس کی تائید فرمادی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کی سنت
 ترک ہو جائے تو اگر کفاروں کے ہاتھ پر لگن بھی نہیں پڑتے اور اگر کوئی مرد جو بدعت چھوڑتا ہے تو غناہتوں
 اور ہوسلوں میں پھلنے لگی جاتی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور حسادت کے جذبات نمایاں ہوجاتے
 ہیں اور ایسے ہی ماحول میں گنہگار ہو فروشی غلام الناس کی بیاد سے غلط فائدہ اٹھا کر قریب و قاصب
 کا منہ پر کرتے ہوئے اپنی جھولی سیاست کو سلا دیتے ہیں اور لوگوں کے ایمان اور عیب پر ہانک کر ڈالتے
 ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمادے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ پر دیکھا کہ وہ دیکھ کر فرمایا کہ۔

ان الله لا يقبض العلم انتدافاً بندقه (و ان الله لا يقبض العلم انتدافاً بندقه) ہا حقہ اللہ تعالیٰ حکم کریں نہیں اٹھا کر بندوں سے
 من العباد ولكن يقبض العلم بقبض (من العباد ولكن يقبض العلم بقبض) حکم نکالے لیکن وہ حکم کو ان کے اٹھا لینے سے قبض کرنا
 العلماء وحقی اذا لم یسبق حالاً اتخذ الناس (یہ سنی کہ جب کوئی عالم نہ ہوے گا تو وہ کہہ جائیں گے کہ اپنا
 رؤسا جہلاً ففسدوا فافسوا یعنی ہم ففسدوا (رؤسا جہلاً ففسدوا فافسوا) بدعتوں یا نہیں گئے اس سے مسائل پر چھ جائیں گے اور نیز
 واضعوا۔ (عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ جو لوگوں کے لئے حکم لگائے ہیں کہ

کریں گے۔

(بخاری ۱۰ صحت)

اور اس کی ایک وجہ تو ان کے ہم علم اور حق کی حیثیت ہوگی اور دوسری ان کی دنیا کی لالچی
 میں ڈوبی ہوئی غفلت و بی ادبی کے ہونے کی وجہ سے وہ گمراہی کے عین گمراہی میں ہونے کی وجہ سے کہ وہ گمراہی میں گئے کہ
 ان کا دامن سے باوجود اس واسطے کہ وہ کہہ سکیں کہ ان کے لئے یہی ہے اور ایسی ہی غیر معصوم آباد
 غرضات نفسانی انسان کو مذہب خداوندی کی طرف کشش کشاں سے جاتی ہیں۔ حالانکہ ایسے موقع پر حکم شرعی

دوست پر حضرت علیؑ کے مروی ہے وہ فرماتے ہیں :-

قلت یا رسول اللہ ان نزل بنا امر یسیر
فیہ بیان امرولا نہیں فاما امری قالہ شاورنا
فیہ الفقہاء والعلماء ولا تمضوا فیہ
سے فرما اگر اس میں اختلاف اور عادیں سے مشورہ کرو اور

(مجمع احمد ۱۲/۱۰۷) دربارہ مؤمنین) انھوں نے اس پر زور دیا۔

میں زمانہ میں حیالت اور خود مرضی عام پر ماتریت اور دنیا کی محبت نہ رکھنے میں سب سے بڑے
ہر ایک زمانہ میں علم دین اور فہم کی نشر و اشاعت بڑا جیسا ہے حضرت ازہریؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت
ابن عباسؓ سے جیسا کہ اسے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ :-

الا انک علیٰ خیر من الجہاد قلت ہئی
قال تبخی مسجۃ او تعلم فیہ الضرائف
والغفۃ فی الدین - (روایع بیان العلم ۱/۱۰۷)
کیا میں تجھے جیسا کہ بہتر چیز نہ بتاؤں میں نے کہا
نہر و تباہی انہوں نے فرمایا کہ سمجھ کر اور اس

فرحان کے خلاف کایک اہم مسئلہ ہے اور میں آگاہ ہاں ایک اور دقیق مسائل کی گنتیں بھی
سکتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت فی الدین کی ہے یا میں دوست اور نصرت سے بددور کیا ہوں
حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اعط شئی جاد و عامر هذا القرن الفقہ ویا
حبہ اللہ یشتی افضل من فقه فی الدین
والفقہ واحد اشد علی الشیطان من
الف حابہ - (روایع بیان العلم ۱/۱۰۷)
ہر چیز کا ایک مسئلہ اور سادہ ہوتا ہے میں پرہیزگار
دوست اور اس میں دین کا مسئلہ فقہ ہے اور غایت

پر گناہ و گنہگار کسی ایک اور شیخ شہادت ہو اور انھوں نے جہالت کرنا ہو مگر اس سے معرفت ہی ہوگا
کہ وہ اپنے دیانت بلکہ کہنے کی محنت ہوگا اور اپنی ہی نہایت اخروی کے لیے ہوگا اور غیر اپنے لیے عملی کمال
اور فہمی بصیرت سے بے شمار لوگوں کی اصلاح کرے گا اور ان کو راہ درست پر لے کر کشش اور کوشش
کرنے کا اس لیے وہ ایک شیطان پر ہزار ماہ سے بھاری ہے اور سیکے ایک عالم بانی کا دیانت و نصرت

ہو جاتے ہیں جو کسی وسیع منظر اور ذہن سے لڑیں کہنی تو اپنی علمی خامی کی وجہ سے پیش آتے اور آ سکتے ہیں
اسی طرح بے شمار انتہائی مسائل پر چھوٹی ٹی کی کتابیں اور ان کے تراجم کیسے اور بعض کو عربی کا ہمارے پرنا کر اس
انداز سے مرتب کیا ہے کہ علوم انسانی میں شری آسانی سے ان سے استفادہ کر سکتے ہیں اور عربی دہان ان کی عربی
حالات سے لطافت انداز ہو سکتے ہیں اور تفسیر و معارف القرآن قرآن کا ایسا صندوقہ جاری ہے جس نے
دوسرے جدید میں اردو زبان میں تفسیری لکھنے والوں کے طعم کو ذوق نہ کر سکے۔ جس کی اپنی تفسیر پر لڑا ہی
نہیں اس تفسیر میں فی تفسیر کی ضروری اور صحیح بالا اور تشریحات کے علاوہ جس طرح فقہی مسائل بیان کیے گئے
ہیں وہ صرف اردو زبان میں اسی تفسیر کا حرقہ اختیار ہے جس سے علماء ہر کتب خانہ کے حضرات اور خصوصاً
موجود تعلیم یافتہ حضرات صرف استفادہ ہی نہیں کہتے بلکہ ان کی ہر طرح سے تسلی بھی ہو جاتی ہے اور ہم نے
بہت اونچے طبقہ کے لوگوں سے اس تفسیر کے بارے میں ذوق و شوق کے جذبات سنے اور ملے جاتے
ہیں اور علماء العلوم کا دینی مدد سے وہ دہان کے لوگ علمی پیاس بجھاتے ہیں ان کا ایک شعلہ مستعد ہوتا
ہے اور حضرات مروجہ کے سب فرقہ بندی جو اپنی جگہ عید عید کرم میں شمار ہوتے ہیں ملی انصاف و معصیت موزا کہ
فقہ صاحب عثمانی دلم جو ہم ان کی اقیات و صالحات میں ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مروجہ کے جنت الفردوس
میں بھی جے بلکہ اسے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے فضل قدم پر چھنے کی توفیق بخشنے
آمین قر آمین ۔



”نئی تعلیم نے آزادی دینے کا جو صورت عثمانی و سکر ہادی میں متعارف کرانیا پر پہلی ضرب
لگائی۔ وہ اسلام کی عظمت اور ان پر اعتماد ہے جس کے نتیجہ میں عربی کے سلاطین اور جمیع مذاہب
بھی خشکیات کا کھڑا نہیں گئے۔ ہم دیکھتے ہیں اور تحقیق کے نام پر ان نیرنگوں کا اعتماد کھڑا کرنا کہ
اور ہم ان دہانوں میں بکھٹنے گئے ہیں مسائل میں اسلام ثابت کا خود اختلاف ہے۔ انہیں آپ
جس کو علم و مشورہ کی نذر سے زیادہ فضیلت سمجھیں، اس کے قول و عمل کو اختیار کر سکتے ہیں مگر پھر بھی
اس سے گفت و بات نہ کھنڈے بلکہ نیرنگوں کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ بدلہ دینی بھی بخشنے کی دعا کیجئے
(مفتی اعظم، ایک ایم پی ایم پاکستان کے نوجوان علماء کے نام، ص ۱۰)

مولانا صاحب دہلوی صاحب
پاکستان تحفہ دارالعلوم، کراچی

حضرت مفتی اعظم کی ہفتی خدمت اور قومی میں آپ کا نقشہ

اللہ تعالیٰ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے دین کی جو
بیشمار خدمتیں لیں، ان میں آپ کی فقہی خدمات ممتاز مقام کی حامل ہیں۔ ذیل نظر مقالے میں انہی خدمات
کا تذکرہ مقصود ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں خدمت اقامت

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اپنی افتاد طبع اور شوق و ذوق کی بناء پر طالب علمی سے اپنے
استاد محترم امام الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں فوجی فوجی کی مشق کے
لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور استاد موصوف آپ کو اپنے پاس آئے ہوئے کچھ فقہی سوالات اور
استفتاء دے دیا کرتے، ان کا آپ جواب لکھ کر پیش کر دیتے۔ اسی دور کا ایک مستفتا جو تقلید
سے متعلق ہے، آپ کے استاد محترم نے آپ کو جواب لکھنے کے لیے عنایت فرمایا۔ آپ نے اس کا جواب
بہت مفصل و مدلل تقریباً چوبیس صفحات پر تحریر فرمایا، جسے مبسوط اور جامع ہونے کی بناء پر دارالعلوم
دیوبند کے ماہنامہ المصطفیٰ میں شائع کر دیا گیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب خود رقم طراز ہیں:-

مسئلہ تقلید پر چند سوالات و جوابات : یہ سوالات میرے استاد محترم
مفتی اعظم ہند اور دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مستقل مفتی حضرت مولانا مفتی
عزیز الرحمن صاحب کا خطیب ہیں، وہ ہندوستان طالب علمی مظاہرہ میں جب کہ محترم

دارالعلوم دیوبند میں دودھ حدیث کا ایک طالب علم تھا، حضرت ممدوح نے جواب لکھنے کے لیے عطا فرمائے تھے، جواب کچھ مفصل ہو گیا تھا، اس وجہ سے اس کو دارالعلوم دیوبند کے ایک استاد میں مشایخ کر دیا گیا تھا، وہاں سے نقل کیا جا رہا ہے
واللہ الموفق والعین۔ ان سوالات و جوابات کی تفصیلات جو اہر الخلق جلد ۱ صفر ۱۴۱۱ پر دی گئی جا سکتی ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ

تصفیۃ العلماء مفتی اعظم، استاذ محترم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں اس امر کو مشکوٰۃ اور جلالین شریف وغیرہ پڑھنے کا شرف حاصل تھا اور حضرت ممدوح بذاتِ عزت فرماتے تھے۔ اس طرح میں گاہ گاہ کچھ سوالات عطا فرمادیتے اور اس پر جواب لکھ کر پیش کر دیتا جو اصلاح و تصدیق کے بعد روانہ کیے جاتے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

مستندہ میں بہ نیرنگ تقدیر کچھ ایسے اسباب پیش آئے کہ حضرت مفتی (عزیز الرحمن صاحب) قدس سرہ دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے اور اس وقت سے مفتی مستندہ تک نائب مفتی مولانا مسعود صاحب دیوبندی دالہ حضرت شیخ الہند جو زمانہ نماز سے حضرت مفتی (عزیز الرحمن صاحب) رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت میں یہ کام کر رہے تھے، اب بطور قائم مقام مفتی اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ مفتی مستندہ میں ہجوم خدائی اور غیوریاں پر نظر کر کے ارباب دارالعلوم نے حضرت مولانا (عزیز الرحمن صاحب) کو مدرسہ عالیہ میرٹھ سے طلبہ کے یہ منصب سپرد کیا۔ موصوف نے غور و مشاہدہ تک خدمت انجام دی۔ لیکن پھر مصالحت مدرسہ موصوف کو تعلیم کی طرف منتقل کر کے اس ناکارہ فلاح کو اس خدمت کے لیے مامور کیا گیا۔ موصوف

۱۳۳۸ھ سے ۱۳۳۹ھ تک پانچ سال حسب استطاعت اخذ کرنے سے خدمت انجام دی۔ وسط ۱۳۳۹ھ میں بعض مصلح مدد کی بناء پر اس کو تعلیم قدوسی کے لیے مامور کیا گیا، اور حضرت مولانا مہول صاحب بہاری ترمذی پڑھایا۔ پندرہ سال اس منصب کے لیے لایا گیا۔ مگر موصوف اپنی ذات ضرورت کی بناء پر یہاں زیادہ قیام نہ فرما سکے، بلکہ ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۰ھ تک اس خدمت کو انجام دینے کے بعد پھر اپنی سابقہ ملازمت پر پلٹے، بہار تشریف لے گئے، وسط ۱۳۴۰ھ سے آپ کی جگہ مولانا حافظ کفایت اللہ صاحب میرٹھی کو لایا گیا، مگر موصوف بھی اس جگہ زیادہ قیام نہ فرما سکے، آخر ۱۳۴۰ھ میں اس جگہ سے منتقل ہو گئے۔ ۱۳۴۰ھ میں پھر قزوین اس ناگوار کے نام پر نکلا اور بجائے تدبیر کے پھر اس خدمت افتادہ پر مامور کیا گیا، ۱۳۴۰ھ تک دوبارہ پانچ سال پھر اپنی قدت و استطاعت کے موافق اس سلسلے میں کاغذ سیاہ کیے، مگر یہ نیزنگ تقدیر ۱۳۴۰ھ میں کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ ہر ریح الاول ۱۳۴۰ھ کو اس قدر نے دارالعلوم کی ضابطہ کی خدمت سے استعفاء پیش کر دیا اور ملازمت سے رخصت ہو گیا، گو اصل خدمت فتادہ میں ہر حال ملازم ہی کا فیصل اور اسی کی خدمت ہے، بجز اللہ جاری ہے۔ ۱۳۴۰ھ

غرضیکہ حضرت مفتی صاحب نے بارہ سال تک دارالعلوم دیوبند میں اپنے اکابر و علمائے کرام کے زیر سایہ افتادہ کی خدمت بحسن و خوبی انجام دی۔ آپ کے فتاویٰ کی جو چار ضخیم جلدیں شائع ہوئی ہیں، وہ بارہ سال کے مجموعی فتاویٰ کا پندرہواں حصہ بھی نہیں۔ اگر وہ سب فتاویٰ شائع کیے جائیں جو آپ نے اس تیرہ سالہ دور میں تحریر فرمائے، تو وہ ساٹھ ضخیم جلدوں میں سما سکیں گے۔ جو فتاویٰ اس زمانے میں دستِ رجسٹر نہیں ہوئے (جن کی تعداد بیت ہے) وہ ان کے علاوہ ہیں۔ یہ سب اعداد و شمار تو صرف ان فتاویٰ کے ہیں جو آپ نے صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے

تحریر فرماتے ہیں۔

پھر اس کے بعد مسئلہ میں جب آپ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو گئے تو عوام و خواص کے کثرت رجوع کے باعث اور حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی ہدایت کی بناء پر افتاء کا سلسلہ اب بھی برابر جاری رہا، تحریری بھی اور ذہانی بھی۔ ایسی طرح قیام پاکستان کے بعد حضرت مفتی صاحب موصوفیہ بنا، دارالعلوم کراچی سے پہلے بھی کراچی میں جس جگہ ہے، آپ کا مکان ہمیشہ ایک دارالافتاء بنا رہتا تھا، پھر آپ نے باقاعدہ دارالافتاء ٹانکہ واڑہ کراچی کی ایک بلڈنگ کے چھوٹے سے کمرے میں قائم فرمایا جو تاریک اور بیت ہی فقر اور غم چھٹ کا تھا۔ بنا، دارالعلوم کراچی کے بعد آپ نے وہاں تشریف لے ہا کر موجودہ شہر دارالافتاء قائم فرمایا، جس میں الحمد للہ آج تک بحسن و خوبی افتاء کا کام جاری ہے۔

انہوں نے کراچی سے مسئلہ ٹانکہ واڑہ کے عرصہ میں اچھو فتاویٰ جاری کیے گئے ان کی نقل جسطرحوں میں باقاعدہ محفوظ نہ کی جاسکی، نہ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کثرت اس گراں قدر علمی سرمائے کی حفاظت کا اس وقت کچھ انتظام ہو رہا تھا آج وہ علمی نوالہ طبع ہو کر ضائع و عوام کے سامنے ہوتے ہیں۔

دہلی مکتوف سے ہجرت کے بعد پاکستان کے کافی عرصہ کے بعد مسئلہ مطابق ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم کراچی کے شعبہ دارالافتاء میں خوش نصیبوں سے ودباں آپ کے فتاویٰ کی نقول محفوظ رکھنے کا انتظام ہو گیا ہے اور بحمد اللہ آج تک یہ انتظام موجود ہے۔ اس کے لیے جازہ دار میں پاکستان (مترجم حافظ نذرا احمد) کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہے۔

دارالعلوم کراچی کے صدر خود شیخ الجامعہ حضرت مفتی صاحب ازیں۔ آپ مدت عمر دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے منصب جلیلہ پر فائز رہے آپ نے

۱۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۳۴۵-۳۵

۲۔ مخلص سالانہ دفترا دارالعلوم کراچی۔ صفحہ ۱۶-۱۷

۳۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۳۵

لے پہنچے پورشد حضرت مولانا شرف علی تھانوی مہوم کے ساتھ بھی کچھ عرصہ ان کے کام کیا۔ آپ لےنے دارالعلوم کراچی کے مفتی طلبہ کو باقاعدہ افتاء کی عملی تربیت دیتے ہیں۔ آپ کے نائب مفتی مولانا صابر علی صاحب فاضل امروہہ تعلیفہ جاز حضرت تھانوی مہوم ہیں۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۹ء تک آٹھ سال کی مدت میں دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے (حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے) ستر ہزار نو سو بارہ فتوے جاری ہوئے۔ ان کے علاوہ مجلسی فیصلوں اور مذہبی فتویوں کی تعداد بے شمار ہے۔ انگریزوں سے منہ اور اہل تنازعہ خود حاضر ہو کر لےنے مقدمت اور مسائل کے فیصلے کرتے۔ دارالعلوم کراچی سے پاکستان کے علاوہ ہندوستان، الیکٹرانکس، فلپائن، امریکہ، کویت، بحرین، ایران، افغانستان، برما، سنگاپور، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ بھی فتوے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۲۹۵)

مذکورہ بالا اعداد و شمار پاکستان شریف لائے کے بعد بھی صرف ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ء تک کے ہیں۔ اس سے پہلے نو سال اور بعد کے اب تک کے فتاویٰ ان کے علاوہ ہیں، جن کا نہ جتنے والا سلسلہ، تحریر کے علاوہ مذہبی اور شیعین پر مرجع و شام ہر وقت جاری ہے۔ سمیت جاری کی حالت میں عین امام کے وقت، حتیٰ کہ رات کے ایک دو بجے بھی اگر کوئی اپنی حاجت آجائے تو آپ خود سرے وقت پر نہیں ملتے۔ سفر کی حالت میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ آپ کو ہر وقت کھتے رہنے کی خوب مشق ہے۔ تیز رفتار گاڑیوں میں خواہ وہ کتنی ہی تیز رفتاری سے دوڑ رہی ہوں، آپ فتاویٰ کی جوابی ڈاک بے تکلف تحریر فرماتے۔ بڑے بڑے سفر اسی شغل میں ملے پہنچاتے تھے۔

شان تحقیق و احتیاط

افتاء کا منصب علمی مسائل میں سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم تہی سمجھا گیا ہے، فقہ کی متماثل جوئیات اور ان کے متعلق احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق سے حکم کا تفاوت ممکن کرنا

حقیقہ علم کو چاہتا ہے، جو کہ ہر عالم و مدرس کے بس کی بات نہیں، جب تک فقہ سے کاہل مضامینت،
 ذہین و ذکا، میں خاص قسم کی صلاحیت اور قلب میں مادہ تعلق نہ ہو۔ اس لیے مدارجہ دینیہ میں
 افتاء کے لیے کسی شخصیت کا انتخاب کرنا نہایت پیچیدہ مسئلہ سمجھا گیا ہے، جو کافی غور و فکر اور سوچ
 و پکار کے بعد عمل ہوتا ہے اور پھر بھی تجربات کا محتاج رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء ہی ۱۳۳۳ھ میں جب آپ کو صدر مفتی کے عظیم منصب
 سزا دیا گیا تو آپ نے اس کی ہماری ذمہ داری کے باعث ارادہ فرمایا تھا کہ اس منصب عظیم اور
 عظیم ذمہ داری سے استعفیٰ دے دوں۔ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

”میں اپنی طبیعت سے بے بضاعتی سے بے خبر تو نہ تھا، مگر یہ حقیقت ہے کہ
 اس کام کے لیے علم کے جس پایہ و منزلت کی ضرورت تھی، اس سے بڑا واقعہ
 بھی نہ تھا، جنسی خدمتوں کی طرح اساتذہ اور بافروض سیدی و استاذی حضرت
 مولانا سید صفحہ حسین محدث دارالعلوم اور سیدی و مرشدی و سندی حضرت حکیم
 مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ کی احوال و اعانت کے بعد و سر پر اس
 بار کو بھی سر پر اٹھایا۔ کئی سال تک کام کرنے کے بعد اس علم تک رسائی
 ہوئی کہ یہ کام مجھ جیسے با بضاعت و بے لیاقت لوگوں کا نہیں ہے
 کبھی اتنا کہ کچھ نہ سمجھ پائے
 سو یہ بھی ایک عمر میں ہوا، علم

ارادہ ہوا کہ اس خدمت سے استعفیٰ پیش کر دوں۔ سیدی حضرت حکیم الامت
 قدس سرہ سے اس ارادے کا ذکر کیا، حضرت محدود جانے اس کی اجازت دینی
 اور کام میں پورا غور و فکر کرنے کی ہدایت کے ساتھ چند ائمول بھی ارشاد فرمائے
 جس سے یہ کام بہل ہو گیا۔ دوسری طرف سیدی حضرت میاں صاحب مولانا سید
 صفحہ حسین صاحب کو مخاطب دارالعلوم باخاطر احقر کے فتاویٰ پر نظر و اصلاح

کرنے کے لیے مامور کر دیا گیا تھا اور اہم و مشکوکات الفتاویٰ میں اکثر و بیشتر
 سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے مراجعت رہتی تھی۔ ان کا ایک خاص
 توجہ اور برکت ظاہر و باطن کے سبب اس کام میں لگا رہا سیلے
 حضرت مجدد عالم حکیم الامتؒ میں اپنے پروردگار حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمہ کا
 ایک ملفوظ نقل فرماتے ہیں :-

آرشد فرمایا کہ مجھے تو قوم علوم و فنون میں خدا سب سے زیادہ مشکل معلوم
 ہوتا ہے۔ اور تو امتوائیہ بھی فرمایا کہ مجھے تو اس فن سے مناسبت نہیں، بالکل
 عاجز ہو جاتا ہوں :-

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب مکمل تحقیق کے باوجود استغناء کے جوابات تحریر فرماتے
 میں غایت احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سوال جس میں حضرت ولایت علیہ دریافت کیا گیا تھا کہ
 ”بھیکلی“ حدیث قتل ذرغہ (گزشت) میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کون اور مرتب حدیث یا روایت
 فقہی اس بارے کے مدلل کے متعلق وارد ہے یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو اقلکوا الوزغة ولو فی
 جوف الکعبۃ سے کیا مراد ہے؟

منگدہ سوال کی پوری تحقیق کے باوجود غایت احتیاط سے حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ
 ”ہم اُنت عربی وفارسی و ہندی کی عبارتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عربی میں ”ذرغہ“ اور فارسی میں
 ”چلیاسہ“ لفظ عام ہے، دونوں قسم پر صادق آتا ہے، یعنی گزشت اور چھپکلی دونوں پر۔ اور عربی میں
 ”سَامِ اِبرص“ اور فارسی میں ”کریم“ اور ”کرش“ وغیرہ گزشت کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں قتل کا حکم
 لفظ ”ذرغہ“ کے ساتھ ارشاد ہوا ہے، اس لیے دونوں قسموں کو شامل معلوم ہوتا ہے۔
 نیز حضرت مفتی صاحبؒ جب تک مسئلے کی پوری تحقیق نہ فرمائیے اور اس تحقیق پر مکمل شریعہ صادر

۱۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۴۴

۲۔ صلا ۳۱۲ - ضمیمہ و تقریر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ - مطبوعہ کراچی -

۳۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند - جلد ۱۰ - صفحہ ۱۵۹ - ملاحظہ ہو -

نہ ہو جاتا، فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ اور جہاں ضرورت ہوتی، احتیاط سے کام لیتے ہوئے کسی چیز سے اجتناب کا حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ حضرت علامہ خود جَوَاهِرُ الْفَقْہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۱ پر مشینی نسخہ کے ایک مسئلے کے سلسلے میں رقمطراز ہیں :

اب مشینی ذبیحہ کی جو بیشیں رسائل و اخبارات میں آئی ہیں، وہ صحیح صورت حال سے پہلے بعض مفوضہ صورتوں سے متعلق رہیں۔ مجھ سے بھی یہ سوال کیا گیا تھا کہ بہت سے جانوروں کو مشین کے پیچھے کھڑا کر کے ایک وقت سب کی گوزنیں مشین کی چھری سے کاٹ کر جدا کر دی جاتی ہیں، لیکن اس امر میں کچھ دیکھنے والوں کے بیانات سے کچھ اخباری مقالات سے یہ معلوم ہوا کہ مشینوں کے ذریعہ ذبح کرنے کا میں طریقہ نہیں ہے، بلکہ قتلِ مملوک اور شہروں میں اس کی قتل و صورتیں مانگ ہیں، جن میں ایک صورت وہ بھی ہے جس کو اسلامی ذبیحہ کا نام دیا جاتا ہے ؟

آگے تحریر فرماتے ہیں :

ان حالات میں کسی مفوضے پر بحث فضول ہے جب تک کہ ذرا بعد کی ہوئی مشین کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو، کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا :

اور اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں :

جب تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو اس وقت تک مشینی ذبیحہ کے گوشت سے احتیاط کرنا واجب ہے :

اسی طرح موصوف نے ”آلہ مکبر الصوت“ کے استعمال کے بارے میں ابتداءً ممانعت کے ساتھ یہ تحریر فرمایا تھا کہ جو نماز اس کی مدد سے ادا کی جائے وہ نماز فاسد ہے۔ اس وقت یہ چونکہ اس کی پوری حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا تھا اور حکمِ خدا میں احتیاط کا پہلو تھا، اس لیے مذکورہ حکم آپ نے صادر فرمایا تھا، لیکن بعد میں بحث و نظر اور اندر میرزا تحقیق کے بعد حضرت علامہ نے اس پر ادا کی جانے والی نماز کے عدم فساد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے

لے تفسیر کے لیے دلچسپی والے کاتبِ جدیدہ کے احکام ۔

حضرت دلائل اللہ علیہ ایسے مسائل جن کی اہانت سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوتا، تحریر فرماتا دینے سے بھی بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ مسائل کو زبانی دریافت کرنے کا مشورہ دیتے، یا تحریر فرماتے کہ کسی عالم سے زبانی معلوم کر لیں۔ ایک سوال مع جواب اسی نوعیت کا فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے نقل کیا جاتا ہے :

سوال :- غیر مسلم قوم (مثلاً یہود، نصاریٰ یا اہل ہند) کی جماعت کا کوئی فرد مذہب اسلام کی توہین کرتا ہے، یا غیر مسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا ہے، مسلمانوں کی دل تناسبی کرتا ہے اور اپنی جماعت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ زید جو مسلمانوں کی جماعت کا ایک معمولی شخص ہے اس غیر مسلم کو بلا اتمام جنت دھوکہ سے قتل کرنا جائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید کا یہ ارادہ اور یہ فعل اگر دس شرع مشرعیں جائز ہوگا، یا ناجائز؟ اور قتل کرنے کے بعد قاتل گرفتار ہو جائے اور اس کو پھانسی دے دی جائے تو قاتل کو درجہ شہادت ملے گا یا نہیں؟ کیا اسلام نے اس قسم کی تعظیم دی ہے کہ غیر مسلموں کو دھوکہ سے قتل کر دیا جائے۔ مع حوالہ کتب تحریر کیا جائے۔

الجواب :- کسی عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے۔ فقط

حضرت دلائل جس طرح خود غایت درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ اسی طرح بعض مسائل میں مسائل کو بھی اصل حکم سے آگاہ فرما کر تحریر فرمادیا کرتے تھے کہ اس میں احتیاط بہتر ہے۔ چنانچہ ایک سوال مع جواب اس نوعیت کا نقل کیا جاتا ہے :-

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ لور کے رنگ سے عورت کے لیے کپڑا رنگنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں شراب پڑتی ہے؟“

الجواب :- کچھ رنگ لور سے عورت کے لیے جائز ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اس میں وہم نہ کرنا چاہیے لیکن نہار میں احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم سے

نیز حضرت مفتی صاحب اپنی مکمل تحقیق کے باوجود برہنہ سے احتیاط دیگر علمائے کرام سے

بھی تصدیق کرایا کرتے تھے، جس کی نظیریں امداد الفتن، جواہر الفقہ اور حضرت ولہ کے دیگر فقہی رسائل میں بکثرت موجود ہیں۔ اور حضرات علما کرام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی نہ صرف تصدیق فرماتے بلکہ آپ کو زبردست اعزاز میں خواجہ تحسین پیش کرتے، جن میں آپ کے اساتذہ کرام بھی داخل ہیں۔ مثلاً ذیل میں آپ تصدیقات درج کی جاتی ہیں :-

مفتی عبدالکرم صاحب مکتوبی تحریر فرماتے ہیں :

”قوت کے مرتد ہونے سے فصیح نکاح نہ ہونے پر جواب مفتی صاحب مدظلہ نے جو تحریر فرمایا ہے اوہ بالکل درست ہے۔ اس تحقیقی انیق کی غامض جامعیت اور ضرورت کو دیکھ کر بے ساختہ دل سے نکلتا ہے : اللہ در المعجب حیث اجاد واصاب فیما افاد واجاب“

اسی مندرجہ مسئلہ کی تصدیق فرماتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

”طالعت هذه الضميمة الفخيمة وتشرفت بتوقيع هذه العدة الیتمة فقلته در من اخرجها من المصنف الا نيق واستخرجها من البحر العميق وانا موافق لجميع ما في الباب ومسرور بضم هذه الضميمة باصل المکتب والله اعلم بالصواب : له

آپ کے استاد اعظم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مسئلہ منکح بغير مسلوب کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرع پر جو اس سے قبل مسلم لیگ اور کانگریس کی شرعی حیثیت کے نام سے شائع ہوا تھا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقی انیق پر فرماتے ہیں :

”میں نے اس فتویٰ کا بالانتیحاب مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مسئلہ کو بالکل

صاف کر دیا ہے۔ اہل علم و نظر کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی۔ سب
اطراف و جانب واضح ہو کر سامنے آ گئے۔ حق تعالیٰ شائد، مفتی صاحب
کو بڑے خیر دے گا

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ
مفتی احمد عثمانی در پورہ

اور اسی مسئلے کی تصدیق فرماتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی "قرطراز ہیں،
بعد الحمد والصلوة۔ اس فقرے بھی فتویٰ مذکورہ کا حق و حقیقت اسطرح
کیا، اللہ تعالیٰ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کو بڑے خیر عطا فرمائیں
کہ یہاں سب حاضرہ کا شرعی حکم اچھی طرح واضح فرما دیا اور بڑی محنت سے
قرآن و حدیث و فقہ سے جو نیابت احکام کو تلاش کر کے جمع فرما دیا۔
امید ہے کہ اس کے بعد مسائل حاضرہ میں کسی اور فتویٰ کی حاجت
باقی نہیں رہے گی۔ ہکذا تکنون جمعۃ الرجال وعزیمۃ الرجال
کثرافلہ فینا امثالہم۔ والسلام

ظفر احمد عثمانی خٹاؤں سے محفوظ رہے

قیم پوسٹ کی میراث کے مسئلے میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب تحریر فرماتے ہیں :-
الجواب صواب۔ واللہ در المعجب فقط اجاب و اصاب
فیما اجاب۔ اس تحریر دلپذیر کو پڑھا، جس کا ہر لفظ عقل اور نقل
کی نگاہ میں کما ہوا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے مدلل اور میراث
اور قانونی نظائر سے روشن اور مزین ہے۔ امید ہے کہ اہل اسلام
کے لیے علما اور اداکار اسماعیل کے لیے خصوصاً یہ تحریر شب تاریک
میں گنج گلاب دے گی۔ والسلام

محمد ادریس خٹاؤں سے محفوظ رہے

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نیٹا گنبد لاہور

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ پوری تحقیق و جستجو کے باوجود امتیازاً دوسرے عالم کو بھی مسئلہ کی تحقیق کے لیے معذور فرماتے۔ چنانچہ آپ نے اگر مکبر الصوت کی تحقیق کے سلسلے میں اپنی تحریر اور اس پر حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب کی تنقید پر غماز کے لیے حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہم کو معذور فرمایا۔ رقمطراز ہیں :-

بہر حال نفس مسئلہ میں اب بھی میری رائے نہیں بدلی۔ مزید امتیاز کے لیے احقر نے اپنی تحریر اور مولانا موصوف کی تمام تنقیدات اپنے دارالعلوم کراچی کے ایک ماہر فن محقق حدیث مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہم کے سپرد کر دی کہ سب پر غور کر کے مجھے رائے دیں۔ مولانا رشید احمد صاحب نے بھی چند جگہ غلطی تنقیدات و تحریروں فرمائیں، جن کی اصلاح کر دی گئی۔ مگر اصل مسئلے میں ان کی رائے بھی احقر سے مفتی اور وہی رہی جو رسالہ مذکورہ میں شاخ کی گئی تھی :-

تفصیلات اصل کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نیز اسی آراء مکبر الصوت کے سلسلے میں صفحہ ۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

احقر نے حسبِ ایشیاء اسلام حضرت مولانا عثمانیؒ اس مسئلے کی تحقیق کے لیے ایک طرف توفیقی طرد پر غور دیکھا اور فکر صوت کے اعلیٰ ماہرین سے اس کی تحقیقات شروع کی اور مکرر مکرر مرامت کی، دوسری جانب علماء اہل عصر و ارباب فتویٰ سے گفتگو اور مرامت کا سلسلہ جاری رہا۔ خود حضرت مولانا مرحوم سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر کئی کئی گھنٹے بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ سلسلہ بروز منگل نہ ہوا تھا کہ مولانا صفت کی یہ آخری یادگار بھی اچانک مرنے مرض سے ہم سفر ہو گئی۔ مسئلہ میں دنیا سے رخصت ہو گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مسئلہ بروز جمعہ ۱۲ محرم تھا۔ اس حادثہ نے اور بھی ہمت توڑ دی۔ ایک مدت تک پھر امتداد میں گزارا۔

اہل عصر و ارباب فتویٰ کی کچھ تحقیقات و جمادات اس حوالے میں موصول ہوئے اور

بقائے ضرورت پھر اس مسئلے پر لکھنے کے لیے اجاب کا تقاضا ہوا۔ اس لیے
اس کی پوری تاریخ بتانے کے بعد اس مسئلہ پر تحقیق اور چند سالہ غور و فکر اور
اکابر علماء سے بحث و تمحیص کے بعد جس نتیجہ پر اسحق ناگاہ پہنچا ہے، تو کمال علی
الشرعین کرتا ہے۔ اس پر بھی اس وقت اقدام کیا، جب اکابر علماء، اہل تحقیق
و رہبایہ فتویٰ سے زبانی بحث و تمحیص میں اس کی موافقت معلوم ہوئی، مثلاً
مولانا غفر احمد مثالی، حضرت مولانا محمد حسن، بہتم جامد اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا
محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث مدرستہ کور، حضرت مولانا خیر محمد صاحب بہتم
مدرسہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا امجد علی صاحب مدرستہ جامعہ علماء اسلام
مشرقی پاکستان اور علامہ ذہاب کوثری از اکابر علماء مصر و مفتی اعظم فلسطین، مفتی
ذہاب مصریہ و شیخ امجد زہاری قاضی عراق و ترکیان۔

اسی طرح حضرت مفتی صاحب دقتہ الشریعہ کی تحریرات میں اکابر علماء و مشائخ کے فقہی اختلاف
میں کسی کو ترجیح دینے میں بڑی حق ریزی کے باوجود عقائد پہلوئیاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ایک
مسلے میں جس میں علامہ شامی اور شامیہ منیہ جواز کے قائل اور دوسرے عام مشائخ ناجائز فرماتے
ہیں، وجوہ ترجیح بیان کرنے کے بعد اپنی عقائد لانے کا اظہار فرما دیا ہے۔

فصل ہے کہ اگر دیہ اور اونٹنیوں کو نعل کر لیا جائے یعنی تلے یا
نیچے اور ایڑھی پر بھی چڑا چڑھا دیا جائے تو اس پر مسیح کرنا شامی اور شامیہ
جائز مگر خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے عام مشائخ ناجائز فرماتے ہیں۔
اور ایسے اکابر علماء و مشائخ کے اختلافات میں کسی جانب کو ترجیح دینا گو ہم
جیسوں کا کام نہیں، لیکن بھروسہ دینے اس سے چار بھی نہیں۔

آخر میں حضرت تحریر فرماتے ہیں :

اس لیے خیال اٹھایا ہے کہ اس قسم کی جوابوں پر بھی مسیح کی اجازت

نہی جائے۔ واللہ تعالیٰ المستوفیٰ لشدید و هو من فضلہ و کرمہ

غیر بعید ۛ

(فتاویٰ دالاعلم و زبیر علیہ السلام ص ۱۰۸)

بعض مرتبہ حضرت مفتی صاحب اکابر کے مسئلہ میں اختلاف ہو جانے کی صورت میں سلیس کو بھی اختیار پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ ایک جگہ ہندو پاک سے جانے والے ملازمین ج کہتے روایت سے احرام کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”ایسے حالات میں کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف رہتا ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بھری جہاز میں تکلم ہی سے احرام باندھ لیں۔ یا ماحول جلد پر آنے سے پہلے احرام باندھ لیں، کیونکہ حسب تصریح فقہاء محل اختلاف میں احتیاط کا پہلا اختیار کرنا بہتر ہے، تاکہ جلدت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے۔“

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی سوال کا جواب تحریر فرمانے کے بعد اس میں شہرہ بوجاً تو آپ احتیاط کی بند پر برطاس کا اظہار فرمادیتے اور مسائل کو دوسرے علماء سے تحقیق کرنے کا حکم صادر فرماتے۔ اسی نوعیت کے ایک سوال کا جواب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۳ صفحہ ۳۳ پر درج ہے۔ آپ کو اس پر شہرہ ہوگا، آپ نے حاشیہ دے کر ایک نوٹ تحریر فرمایا۔ اس نوٹ سے آپ کے وصف احتیاط کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں :

”نظر ثانی کے وقت مجھے اس طلاق کے رمی ہونے میں شہرہ ہو گیا۔ کیونکہ اس کے الفاظ ”وہ میری ماں ہیں“ اگرچہ مستحقاً بحکم طلاق نہیں، لیکن اگر اس نے ان الفاظ سے نیت حرمت کی کر لی ہے، جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو مستحق طلاق میں ایک شدت کا اضافہ ان لفظوں سے ہو جاتا ہے، جس کا مقتضایہ ہے کہ طلاق بائن ہو جائے، جیسے فقہاء نے اشد الطلاق یا الطول الطلاق وغیرہ کے الفاظ میں بیہوشی کا حکم کیا ہے اس لیے ناقرین دوسرے علماء سے تحقیق فرما کر عمل کریں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی سوال کا جواب جوئیہ نہ ملنے کی وجہ سے اصول و قواعد سے تحریر فرمادیتے تب بھی مسائل کو دوسرے علماء سے تحقیق کرنے کا مشورہ تحریر فرمادیتے۔ چنانچہ ایک سوال

کے جواب میں فرماتے ہیں :

آنرا مذکورہ کی شکل دیکھنے سے ، نیز اس حال سے جو سوال میں درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اگر تیر کی طرح زخم کھولتا ہے ۔ بندوق کی مام گولی اور چھوڑ کی طرح جسم کو کوٹھن نہیں ، لہذا اس کا حکم تیر ہی کا حکم ہے ، یعنی اگر بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے اور جانور اس کے ذریعہ مر جائے تو حلال ہوگا ، لکھا ہو سکے گا السہو عرفی عامۃ کتب الفقہاء ، لیکن یہ مسئلہ چونکہ محض قواعد سے ٹھہرایا ہے ۔ کوئی مرتبہ جزئیہ نظر سے نہیں گزرا ، اس لیے دوست ۱۱۰ سے بھی تحقیق کر لینا چاہیے ۔ فقط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان تحقیق و فقہانیت آپ کی تصانیف سے نمایاں ہے ۔ حق کے خیال پر آپ کی شان تحقیق و فقہانیت کے لیے صرف جواہر الفقہ دیکھ لینا کافی ہوگا ۔ تاہم تشیلاً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مشرور فرائض کے احکام کی تحقیق مختصر طریق سے بیان کی جاتی ہے ، جس سے آپ کی شان تحقیق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔ آپ نے مشرور فرائض کے احکام کی تحقیق جواہر الفقہ جلد ۱ صفحہ ۵۵ پر تقریباً پچیس صفحات پر متصل طریق سے فرمائی ہے ۔ یہ مقالہ دراصل حضرت مفتی صاحب کی کتاب ”اسلام کا نظام اراضی“ کا چھٹا باب ہے ۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے استاذ المکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ

”یہ کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور بہت سے وقتی اور ضروری مسائل کی تحقیق پر مبنی ہے ، ہر ملک کے شرعی احکام ، زمینوں کے بارے میں اسلامی حکومت کے اعتقادات وغیرہ شرعی دلائل سے واضح کیے گئے ہیں ۔ پہلے باب میں اسلام کے عام احکام اراضی پر بالخصوص کسی ملک اور خطے کے بیان کیے گئے ہیں ۔ چھٹے باب میں قبلاً تقسیم شدہ زمینوں کے ہندوستان کی زمینوں کے شرعی احکام شاہان اسلام کے فرامین اور ان کے تعامل کی روشنی میں ہندوستان کے ہر صوبے کے متعلق تجاویز

احکام جمع کیے گئے ہیں۔ پھر انگریزی عہد کے تغیرات اور ان کا جو اثر زمینوں کے احکام پر پڑا، اس کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں تقسیم ہند اور بٹانے پاکستان کی نقشہ تارخ اور وہ دستویری معاہدہ جس کی رو سے ہندوستان دو ملکوں میں تقسیم ہوا، جس پر دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام کا مدار ہے ان مصلحت کی مدح میں دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام شرعی میں کیا فرق آگیا اور دونوں طرف سے ترک وطن کرنے والوں کی متروک زمینوں کے کیا احکام ہیں؟ ان سب امور کا مفصل بیان۔ چوتھے باب میں دونوں ملکوں کے لوگاف کے متعلق احکام ہیں۔ پانچویں باب میں دونوں ملکوں کی اراضی کے مشرو و خراج کی تحقیق اور مسائل درج ہیں۔ مقصد کے لحاظ سے یہ کتاب فقہی احکام کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اس کے ضمن میں تقریباً اکثر فتوحات اسلامیہ خصوصاً انوجا ست ہندوستان اور شاہان ہند کے فرائض و محرمہ کا ایک اہم تاریخی حصہ بھی آگیا ہے۔

ذیل میں چھٹے باب کی تفصیلات مختصراً بیان کی جاتی ہیں :-
 آپ نے ابتداً مشرو و خراج کی تعریف و اصل سے واضح فرمائی ہے، بعداً موصوفہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خاص خاص حالات و صفات کے اعتبار سے زمینوں کی دو قسمیں ہیں، کچھ مشری کہ خراجی۔ اس باب میں اصل مقصد اسی کا بیان اور تمہیں ہے کہ کوئی زمین مشری ہے اور کوئی خراجی۔ چنانچہ آپ نے اس کی مکمل تحقیق تحریر فرماتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت کے لیے عہد رسالت و خلفائے راشدین کے فیصلے زمینوں کے مشری یا خراجی ہونے کے سلسلے میں نقل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد بحث کی ہے کہ اراضی پاکستان پر مشرو واجب ہے یا خراج، اس سلسلے میں آپ اپنے تلامذہ پرین اور علامہ سندھ کی تحقیق اور دیگر فقہی کتابوں کے حاکم کے بعد صفحہ ۳۷ پر پوری تکمیلی بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں :

خلاصہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ کے زمانہ میں مشرکہ ہندوستان کی زمین

کے جو احکام عشری یا خراجی ہونے کے متعلق مذکور الصدر تحقیق اور حضرت حکیم
الامت تھانوی قدس سرہ کے فتویٰ سے ثابت ہونے ہیں۔ ہندوستان کے
بعد پاکستان کی بعض اراضی میں وہ احکام بدلے ہیں، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے
کہ غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں جو حکومت پاکستان نے مسلمانوں میں تقسیم کیں،
وہ سب عشری ہو گئیں، خواہ پہلے وہ خراجی ہوں۔ اسی طرح وہ زمینیں جن کو حکومت
پاکستان نے آباد کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا وہ بھی عشری ہو گئیں، اگرچہ اس سے
پہلے نہ وہ عشری تھیں نہ خراجی۔ ان دونوں قسموں کے علاوہ باقی اقسام اراضی کے
وہی احکام باقی رہے جو عہدِ برطانیہ اور اس سے پہلے اسلامی حکومت کے زمانہ میں
چلے آتے ہیں جن کی تفصیل حکیم الامت قدس سرہ اور تھانوی دارالعلوم کے حوالے سے
بیان ہو چکی ہے۔

اس کے بعد آپ کے ہندوستان کی اراضی کے عشری یا خراجی ہونے کی تحقیق فرمائی ہے اور اس
پہلے میں بعض علمائے کرام کے فتوے سے پیدا ہونے والے شبہات کو بڑے عمدہ اور دلنشین انداز سے
دور فرمایا ہے۔ اپنی اس تحقیق کے آخر میں بطور تائید حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی تحقیق گوش گزار کی ہے
بعد آپ نے پوری تحقیق ذیق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے اور پھر حضور و خراج کے احکام و مسائل بیان فرمائے
ہیں۔ مزید آگے آپ نے ہوائے خراج پاکستان و ہندوستان کی صورت کو منظر کیا ہے اور آخر میں اس
پوری بحث کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے کہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی خراجی زمینوں کا خراج
بطور خود نکال کر مصارف خراج و مدارس اسلامیہ اور علماء و طلباء پر صرف کرنا چاہیے
اور یہ خراج موقوف ہوگا جس کی تفصیل ابھی گئی ہے اور توفیق عمری کے نام سے
تمام حدیث و فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ہندوستان کے مسلمان اپنی خراجی زمینوں
کا خراج حکومت پاکستان کی مالگاری میں دے کر سبکدوش ہو سکتے ہیں بشرطیکہ مقلد
خراج یعنی پیداوار کا پانچواں حصہ جو یا سرکاری مال گزری میں آجاتا ہو۔ اور اگر سرکاری
مال گزری میں اس مقدار سے کم ہو تو بقدر کسی کے پاکستانی مسلمانوں پر بھی بطور خود

باقی ماندہ خراج کی ادائیگی اور مصارف خراج میں خرچ کرنا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وسعت قلب و نظر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اللہ جل شانہ نے بڑا وسیع القلب اور وسیع النظر بنایا تھا۔ آپ اپنی تحقیق کے ساتھ دوسرے اکابرین اور بعض علماء کی تحقیق کو نقل کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے اور انہیں اسی طرح شاخ بھی فرمایا کرتے تھے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے جواہر الفقہ، اگر آپ کے فتویٰ سے کسی عالم کو اختلاف ہوتا تھا آپ بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور فرماتے اور بعض مرتباً اس اختلاف کا ذکر بھی فرماتے، بلکہ اس کی مفصل تقریر اپنے فتوے کے ساتھ منسلک فرما کر شاخ کر دیا کرتے تھے چنانچہ آپ اگر مبکرا الصوت کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

آخر نے ان نئی تحقیقات اور دوسری وجوہ فقہیہ کے ساتھ اپنے رسلے کو دوبارہ ترتیب دیا اور اس کا مسودہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم مہمان پر، خیر المدارس مدائن وغیرہ اہم جہازیں اسلامیہ میں حضرات علماء کے غور و فکر اور استصواب رسلے کے لیے بھیج دیا۔ ان سب حضرات نے جووی اختلافات کے ساتھ اصل مسئلہ عدم فساد نماز میں اتفاق ظاہر فرمایا تو بنام خدا تعالیٰ یہ رسالہ ۱۳۵۷ھ میں شاخ کر دیا گیا، (اور تمام اکابرین علماء کی آراء کو اسی رسلے کے ساتھ شاخ کر دیا گیا)

اس کی شاعت کے بعد ہندوستان و پاکستان سے بعض علماء کی ایسی تقریریں وصول ہوئیں جن میں مبکرا الصوت کی آواز کو حکم کی آواز سے طرزی یک معنوی آواز ثابت کیا گیا تھا۔ میرے رسلے میں عدم فساد کا حکم اگرچہ اس پر موقوف نہ تھا بلکہ دوسری وجوہ فقہیہ بھی لکھی تھیں، جن کی دُوسرے طرزی آواز حکم ہونے کی صورت میں بھی فساد نماز کا حکم نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس وقت حکم فساد کی بنیاد ہی منہمک ہو کر اُن دہرہ و تھپے پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی، اب جب کہ بعض علماء اپنے

اختلاف کا اظہار فرمایا، خصوصاً حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے ہری پور
 جزیرہ سے خاص ماہرین صوتیات کی ایک مفصل تحریر ارسال فرمائی جس میں اس کا
 مصنوعی آواز بتا دیا گیا ہے، جس کو آخر رسالہ ضمیمہ ثانیہ میں پورا نقل کر دیا
 گیا ہے۔ نیز اس کی کھسی ہوئی وجوہ فقہیہ پر تنقید فرمائی، اس سے منصوص پیش آتی
 کہ ان جرنیات پر تفصیل بحث کی جائے۔ احقر نے اپنی ناچیز تحقیق و بصیرت کی
 مدد تک اس کی تفصیل لکھ کر مولانا موصوف کے پاس بھیج دی۔ اس پر مولانا موصوف
 نے استمداد تحریر فرمایا۔ احقر نے مولانا کی تحقیقات ساجدہ اور استمداد لایق کا
 بخور مطالعہ کیا جس سے کئی جگہ اپنی نوگذاشت یا غلطی کا علم ہوا اور کہیں کہیں
 عبارت کے اجمال و ابہام سے شبہات پیدا ہوئے تھے۔ احقر نے مولانا موصوف
 کے ٹکڑے کے ساتھ ان الفاظ و اجمال کی اصلاحات اصل رسالے میں کر دی، مگر
 ان میں سے اکثر غلطی یا جہوی مناقشات تھے جن کا اثر اصل مسئلے پر کچھ نہ تھا۔
 آخر میں حضرت مفتی صاحب نے قاضی صاحب سے اختلاف کے باوجود ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی
 نواسہ تحقیق کو شاخ فرمایا۔ تحریر فرماتے ہیں :

قاضی شمس الدین صاحب کا شکر گزار ہوں کہ اپنی بصیرت افزا تحریرات سے
 بہت سی مفید معلومات عطا فرمائی۔ آپ کی نواسہ تحقیق متعلقہ آواز میکروفون کو ذخیرہ
 ثانیہ کا جو بہت کامکش شاخ کیا جاتا ہے۔ لے

اگر حضرت مفتی صاحب رجوع کے فتویٰ سے کسی کا اختلاف ہوتا اور وہ آپ کے فتویٰ کے خلاف
 عمل کرتا تو آپ اس سے بالکل ناگوار کا اظہار نہ فرماتے۔ بلکہ بعض جگہ خود موصوف اپنی تحقیق رفق کے
 بعد تحریر فرمادیا کرتے کہ کسی کو اس سے اختلاف ہو تو وہ سب علماء سے تحقیق کر کے اس پر عمل کریں چنانچہ
 آپ نواسہ میں کہ میکروفون کے استعمال پر عدم فساد کی مکمل تحقیق کے بعد رجوع فرماتے ہیں۔
 آخر میں یہ عرض ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اپنی ناقص تحقیق اور ناقص

فہم پر اس کا مدار ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کے خلاف کوئی دوسری صورت راجح معلوم ہو، وہ دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کریں = ۱۷
اسی طرح تحقیق متعلقہ پائیدار فہم کے بعد آخر میں تنبیہ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ
تدویات فقہیہ کو دیکھنے اور خود کر کے اسے احقر کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس
فہم کی رقم پر ایام ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ احتیاطاً دوسرے علماء سے بھی تحقیق
کر لیا مناسب ہے :

اگر حضرت مفتی صاحبؒ کو کسی مسئلے میں تردد یا شبہ ہو جاتا تو سامعین کو دوسرے ائمہ فقہ کی
طرف رجوع کرنے اور ان سے مسئلہ دریافت کر کے عمل کرنے کی ترغیب فرماتے۔ چنانچہ آپ ناچار کاموں
میں تعاون کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں :

”اہل کراہت قہوم و تخریبہ کا فیصلہ اس بارے میں عمل خود ہے۔ اگر یہ دیکھا
جائے کہ جاننے والے نے بنگ کی مناسبت سے کہے ہوئے ہیں، تو یہ معلوم ہوتا
ہے کہ کراہت قہوم ہے۔ اور یہ سمجھا جائے کہ ایسے کرے صرف بنگ ہی کے پٹے ہیں
بلکہ دوسرے کاموں اور دفاتر کے پٹے بھی پختے ہیں تو کراہت تخریبہ کہا جاسکتا
ہے۔ اس میں مجھے ہنوز تردد ہے کہ اس کو مکروہ قہوی کہا جائے یا تخریبہ کا حکم
علماء سے استصواب فرمالیں : ۱۸

یز آپ وقف کے ایک مسئلے میں تردد کے باعث تحریر فرماتے ہیں :-
”مفتی صاحبؒ کے وقت احقر کو اس مسئلے میں تردد ہو گیا۔ سرسری تلاش میں کوئی
مرتب جو یہ اس مسئلہ کا نہیں تھا۔ یاد پڑتا ہے کہ شرح کبیر میں ایک جرنیل نے غلط فہمی
کے ساتھ ہے اور اس میں کم تصنیف کا نہیں ہے، مگر وہ بھی اس وقت نہیں ملا۔
اس لیے دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کیا جاوے : ۱۹

۱۷ آداب جدیدہ کے شرعی احکام صفحہ ۱۸

۱۸ جواہر الحقہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ سے امداد منتہی صفحہ ۵۷۳۔ کتاب اوقف۔

اسی طرح ایک استفتاء کا جواب امداد الفقیہین میں مرقوم ہے جس پر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا امین حسین صاحب، حضرت مولانا اعجاز علی صاحب اور حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب کی تصدیق موجود ہے۔ لیکن نظر ثانی کے وقت تردد ہو جانے کے سبب تحریر فرماتے ہیں:-
 ”یہ فتویٰ شہانِ مفسرین میں لکھا گیا تھا، نظر ثانی کے وقت مجھے اس میں تردد ہو گیا کہ یہ کلام یہیں خود ہے یا نہیں، لیکن چونکہ مدارِ جواب یہیں خود ہونے پر نہیں اس لیے پوری تقریر کو بطور بحث کے دکھایا۔“ ۱

اگر حضرت مفتی صاحب کو اپنے فتوے اور اکابرین کے فتاویٰ میں اختلاف ہو جاتا تو اپنے فتویٰ کو ترجیح دینے کے بجائے لکھ دیتے کہ سائل کو اختیار ہے جس کے فتویٰ پر دیانہ ماحتمد ہو اس پر عمل کرے یا مزید تحقیق کر کے جودائع ہو اس پر عمل کرے۔ چنانچہ فتاویٰ دالامعلوم دیوبند میں مرقوم ایک فتویٰ کے سلسلے میں ذیل حاشیہ دے کر لکھتے ہیں کہ

فتاویٰ میں لفظ ”گذاشتم“ اور ”اندویش“ پھر ”دیا“ جب کہ بوی کے متعلق استعمال کیے جائیں، اس مسئلہ میں فتاویٰ علماء عصر کے مختلف ہیں۔ طویر الفتاویٰ جلد سوم صفحہ ۱۱۱ میں اس کو کتابیہ قرار دے کر حتمی نیت فرمایا ہے اور بشرط نیت وقوع بائن کا حکم دیا ہے اور بعض اصحاب کے حضرت مولانا رشید احمد ٹنکڑی قادی سنی سے بھی یہی حکم نقل کیا ہے۔ اور مولانا عبدالحی المنصوری ”نیر حضرت حکیم الامت تھانوی“ ان الفاظ کو یورو عرف نام کے مترشح قرار دیتے ہیں۔ حکم اس کا یہی ہے کہ ایک مطلق دہی ہوگی خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ احقر کے خیال میں یہ بھی اسی کو ترجیح ہے۔ غرض اس میں طحا کا اختلاف ہے، سائل کو دیانہ جس پر زیادہ اہمکد ہو اس کے فتوے کو اختیار کرنا چاہیے۔“ ۲

اسی طرح حضرت مفتی صاحب امداد الفقیہین کے مقدمے میں صفحہ ۱۰ پر اپنے استاذِ مہرم حضرت

مولانا مفتی عروج الرحمن صاحب کے فتاویٰ بنام عوین الفتاویٰ کی حج و ترتیب اور اس کی تصحیح کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں :

”آخر نے اس سلسلے میں اپنا یہ معمول قرار دیا کہ جس جگہ یقینی طور پر کتابت کی غلطی ثابت ہوئی، وہاں توضیح کو دی اور جس جگہ شبہ رہا، وہاں ترمیم نہ کی بلکہ حاشیہ میں مشتبہ کر دیا۔ اسی طرح جہاں مسائل کے احکام حالات بدل جانے کے سبب بدل گئے، وہاں بھی حاشیہ میں تنبیہ کر دی۔ محدود سے چند مقامات ایسے بھی آئے ہیں جن میں حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ پر اس قدر شرح صدر نہیں ہوا اور میرا اپنا فتویٰ اس کے مطابق نہیں ہو سکا اور عوین الفتاویٰ دامداد الغنیس میں فتاویٰ کا اختلاف رہا، ایسے مواقع میں بھی حاشیہ پر تنبیہ کر دی گئی۔ ان مسائل میں اہل بصیرت لاشی بصیرت پر اور عوام دوسرے علماء کی طرف مراجعت کر کے جس پر اطمینان ہو اس پر عمل کریں۔“

اور ایک جگہ پڑ دہائی کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ

”پڑ دہائی کا معاملہ اگر حکومت موجودہ سے کیا گیا ہے یا کسی وقف زمین کے متعلق ہے تو اس میں جواز اس معاملہ کا انصاف اور قضا کے موافق شامی اور بحر دفعہ میں منقول و مصرع ہے، اس میں تو اس قدر کے نزدیک کوئی شبہ نہیں لیکن جو زمین کسی زمیندار کی ملک خاص ہو اس کے بارے میں چونکہ فقہاء متاخرین کے کلام بھی مختلف ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ دوسرے علماء سے بھی اس کی تحقیق کر لی جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم“

نیز حضرت علامہ بعض علماء سے بھی اخراجات کے، باہر بان کی کتب و فتاویٰ کے حوالہ اپنے فتاویٰ کی تائید میں پیش فرما دیا کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک سوال مع جواب امداد الغنیس سے نقل کیا جاتا ہے، جس میں آپ نے جواب تحریر کرنے کے بعد اپنے فتوے کی تائید میں مولانا عبدالحی کھنویؒ کے

مجموع الفتاویٰ کا حوالہ دیا ہے۔ جبکہ آپ کا مولانا عبدالحی لکھنوی سے صوفیہ چاندی کے نصاب اور
اندازِ شریعہ میں شدید اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیلات اندازِ شریعہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔
سوال (۱۵۶) تباکو کھانا جائز ہے یا حرام؟ پانی سڑ میں ہوتے ہوئے درود شریف پڑھا
جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تباکو کھانا بلا مکمل جائز ہے اور تباکو سڑ میں ہوتے ہوئے درود شریف اور
قرآن مجید وغیرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ کذا قال مولانا المحقق عبدالحی لکھنوی فی مجموعۃ
الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۳۹۵ لے

آپ خود بھی بعض مسائل میں دوسرے علماء سے استفادہ فرمایا کرتے تھے، خصوصاً اپنے ذاتی
مسائل میں تو اکثر رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ جب کہ آپ شدید علیل میں مبتلا
تھے، استادِ مکرم حضرت مولانا عاشق الہی صاحبِ حلۃ تعلیم سے دریافت فرمایا کہ تم کی گنجائش ہے؟
عابد و موصوف ہوتا ہے؟ تو یہ کہ فرمایا کہ گنجائش نہ تھی لیکن تخفیف اس قدر شدید تھی کہ میں یہ کہنے کی بہت
نہ کر سکا کہ وضو کرنا لازم ہے۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر چلا آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ فرمایا
کہ وضو کے بغیر چارہ نہیں اچھا پئے وضو فرما کر نماز ادا فرمائی اور مسجد میں گھر سے فرمایا کہ میں نے وضو کر لیا
تھا۔ لے

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں بالتحصیل تحریر فرمایا کہ اقرب
الی فرادہ کے لیے کسی چاند کو نامزد کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ اور آخر میں تینوں صورتوں کی پوری بحث
کا خلاصہ تحریر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ

اس مسئلے میں تیسری صورت چونکہ احقر نے حضورِ قرآن سے لکھی تھی اس لیے
اس پر اطمینان نہ تھا۔ بنا علیہ حضرت لکھنویؒ مولانا تھانویؒ کی خدمت میں پہنچ
لکھ کر استفسار کیا۔ وہ خلاصہ جواب امداد الفتاویٰ، کتاب العید والذباغ صفحہ ۶۷۹
پر مرقوم ہے۔

فقیہی اختلافات میں اعتدال پسندی

اللہ جل شانہ نے حضرت مفتی صاحب فرائد مرقہ کو بہت سی عظمت جمیل سے نوازا تھا، جن میں سے ان کی ایک خاص صفت طبیعت کا اعتدال ہے، جس کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ ہر مکتب فکر کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان سے بڑی خندہ پیشانی اور رشتہ سے ملنے اور ان کی عزت و احترام فرماتے اور کبھی کسی کے آنے پر نگواری یا بدظنی کا مظاہرہ نہ فرماتے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر سب ہی مکتب فکر کے لوگ آپ کے ہزارے میں شریک تھے اور سب ہی کو آپ کی مخالفت کا غم تھا۔ اس سلسلے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے حالات کے پیش نظر مسئلہ میں برطانوی مکتب فکر کے مولانا محمد حسن عثمانی کو دوٹو دینے کی اپیل کی تھی جو آپ کے طبقے سے صوبائی انتخاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور وہ اس طبقے سے کامیاب ہوئے حالانکہ ان سے آپ کا نسلیا شدید اختلاف ہے۔ یہ اعلان اخبار جنگ میں شائع ہو چکا ہے۔

جواہر اللفقہ جلد ۳ صفحہ ۳۲ پر آپ اعتدال پسندی کی اہمیت پر فرمود فرماتے ہیں کہ

دنیا کے مسلمات اور علوم متعارفہ میں سے ہے کہ کوئی چیز خواہ کتنی ہی محبوب ہو بہتر ہو، جب وہ اپنی حدود سے تجاوز کرتی ہے تو مضر اور ایک آفت ہو جاتی ہے۔ پانی اور ہوا انسان کے لیے حیات ہیں لیکن ذرا اعتدال سے زائد ہو جاتی ہیں تو بھی چیزیں ہلک ہو جاتی ہیں۔ اگر خود کیا جانے تو دین و دنیا کی تمام فرامیوں، جرائم اور معاصی، بد اعمالی اور بدظنی، سب ایک لفظ ہے اعتدال کی شرع اور اس کے مختلف شعبے ہیں اور ہر زمانے میں اصلاح کرنے والوں کا کام اسی ہے اعتدال کا علاج کرنا رہا ہے، جس طرح طبیہ جسمانی میں ہے اعتدال کا نیم مرض ہے اور مزاج کے اعتدال کی اصلاح و علاج ہے، خمیک اسی طرح طبیہ روحانی (دینی و شریعت) میں بھی یہی اصول رہا ہے۔

آپ کی تصانیف و تقریرات کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ نے مسائل کے اختلاف میں کبھی سخت اور متعصبانہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ ذاتیات سے ہمیشہ ان

بچایا اور کبھی ایسا انداز بیان اختیار نہیں فرمایا، جس سے دوسرے عالم کی توجہ و تدبیر ہو۔ بلکہ واقعہ ہے کہ اختلافات میں آپ بہت قیاد الفاظ استعمال فرماتے تھے اور وہ اختلاف صرف مسئلے کی حد تک ہوتا تھا، تکنیکی کام تک نوبت نہیں آتی تھی اور اختلاف رائے پر کبھی خسر یا ناگواری کا اظہار نہ فرماتے تھے، اگرچہ اختلاف کرنے والا آپ کا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سلطان مائش ایلی صاحبہ عظیم جو کئی سال تک حضرت کے زیر سایہ فداوی کے جواہرات دیتے رہے۔ فرماتے ہیں:-

”احقر کو بہت سی جگہ اختلاف رائے بھی ہوتا، بندہ عرض کر دیتا کہ یہ جواب آپ کی رائے کے مطابق لکھ دیا ہے، آپ دستخط فرما دیں، میں دستخط نہیں کروں گا۔ میری گزارش بدشامت سے قبول فرماتے اور دستخط فرمادیتے۔ غصہ جیسے ایک معمولی طالب علم کے اختلاف کرنے پر کبھی تکذیر یا ناگواری کا ظہور نہیں ہوا۔ تکذیر کیا ہوتا، اختلاف سے خوش ہوتے تھے۔“

اور اگر آپ کو کسی عالم کے مسئلے میں مخالفت کے بارے میں شبہ ہو یا آ تو اس شبہ کو دور بھی بیان فرمادیا کرتے تھے کہ ممکن ہے اس کا اقتدار کرتے ہوئے تذکرہ عالم نے مسند بیان کیا ہو۔ چنانچہ مولانا عبدالحی کھنوی سے اذکار شریعہ میں اختلاف فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”مولانا کھنوی“ نے جو دین صانع کا ایک میر پندہ قولے قرار دیا ہے، ہمارے ایک محقر نے تفسیر کی وہ کسی حساب سے درست نہیں نکلا۔ اور دوسرا مخالفت کی وہی معلوم ہوتی ہے جو دین درجہ کی تفسیر میں دھوکہ لگتی ہے کہ صرف ایک دلی کو جو کے ساتھ تو لایا گیا اس میں خفیت سا فرق محسوس نہ ہوا۔“

آپ حاشیہ پر غور فرماتے ہیں کہ

”یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا نے دوسرے اثر کے مطابق صانع خالق کے بجائے صانع مجازی اختیار فرمایا ہو، جو آٹھ کے بجائے پانچ رطل سے کچھ زائد ہوتا ہے، مگر مجبوراً تفسیر نے چونکہ صانع خالق کو ہی ان معلومات میں اختیار کیا ہے اس لیے

ہم نے اسی کا حساب لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم :-

مولانا لکھنویؒ سے اس شدید اختلاف کے باوجود آپ اپنے فتاویٰ کی تائید میں ان کے قول اور ان کی تصانیف کی چار تیس پیش فرماتے ہیں اور مولانا لکھنویؒ کے لیے بڑے عمدہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمادو! الفتاویٰ کتاب الاکل والشرب صفحہ ۱۰۰ سوال ۱۱۱ جواب فرستادہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں : کذا اقال مولانا المعقق عبدالحی لکھنویؒ فی مجموعۃ الفتاویٰ (جلد دوم صفحہ ۱۹۵)

دوسری جگہ حضرت مفتی صاحبؒ کتاب الطلاق صفحہ ۳۰۶ پر رقم فرماتے ہیں :-

وصرح بہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فی مجموعۃ

الفتاویٰ (جلد اول)

اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ کا مولانا بندوقیؒ اور مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم سے اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ ہندوپاک سے جاننا لے جائزین حج کو کس جگہ سے احرام باندھنا چاہیے اور کیا ان کے لیے جہۃ داخل میقات ہے یا نہ؟ اختلاف ہے۔ آپ دونوں حضرات کی مکمل تحقیق نقل فرماتے ہیں کہ بعد از تحریر فرماتے ہیں ، جب کہ دونوں حضرات آپ کے ہم عصر ہیں۔ جس سے آپ کا وصف اعتدال واضح اور روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتا ہے اور یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ صاحب فرمایا کہ کس درجہ احرام فرمایا کرتے تھے ، حالانکہ مشہور ہے ، معاشرت بہت بڑی ابتداء ہے اس قدر سے اچھے اچھے اور بڑے بڑے علماء دنیا کے۔ فرماتے ہیں کہ

مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کے علمی اور عملی کمالات بظاہر باب ضعیف کے

کے لیے قابل غبطہ ہیں زادہم اللہ تعالیٰ صلوا نا فعا وعلیٰ متقبلا زیادان

لا تشکواہی۔ لیکن جن وجوہ کی بناء پر ان حضرات نے بحری مسافروں کے لیے

جہۃ سے احرام باندھنے کو ناجائز۔ موجب دم قرار دیا ہے ، ان پر اس قدر کہ قلب

منشرح نہیں۔ اس قدر نے جہاں تک غور کیا ، ترجیح اسی کو معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں

کے لیے جہۃ تک احرام طواف کرنا اور جہۃ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے ، نہ اس سے

دم لازم آتا ہے :- (جمہر الفتا جلد سوم ص ۱۰۰ بحوالہ مفتی صاحبؒ)

اسی طرح حضرت مفتی صاحب کے پاس آنے والے ایک سوال پر جس میں مسائل نے یہ روایت کیا تھا کہ نابالغ لڑکی کا نکاح باپ کر دے تو کس صورت میں اس کو خیال فرماتے گا؟ اور باپ کو کب بھی الاخیار قرار دیا جائے گا؟ نیز اس نکاح کو فسخ کرنے کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ ایک جواب مدرسہ فخر المدارس ملتان کے نائب مفتی مولانا محمد اسحاق صاحب کا مرقوم ہے اور اس جواب پر مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی تصدیق و تصحیح ہے۔ اور دوسرا جواب جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی مولانا جمیل عثمانی مدظلہ کا ہے۔ حضرت مفتی صاحب اس سوال کا مختصراً جواب تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ لاہور کا فتویٰ مرجع ہے۔ اسی طرح ملتان کے فتویٰ میں بھی جو یہ لکھا گیا ہے کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لڑکی آزاد ہے، جہاں چاہے نکاح کرے۔ یہ بھی صحیح نہیں، جیسا کہ فتاویٰ خیرہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے اس کو نکاح کہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کے ذریعہ فسخ کر کر باطل ہو سکتا ہے :

جب کہ حضرت مفتی صاحب، مولانا خیر محمد صاحب اور مفتی جمیل احمد صاحب مدظلہ ہم مسلک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شیخ کے تربیت یافتہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حضرات جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کا احترام و اکرام فرمایا کرتے تھے۔

مصر کے مفتی عبداللہ ان تہجد پسند علماء میں سے تھے جنہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راہ اختیار کی ہے اور ان کے اس مشغول نے عالم اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے پوری امت اسلامیہ اور امتزادہ کے خلاف، یورپ میں ہونے والے سب ذرائع کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا۔ ہمارے حضرات نے ان کی تحقیق نقل فرما کر اس کی سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ صفحہ ۴۱ پر رد قسطنطنیہ میں کہ

مفتی عبداللہ نے ذبیحہ پر اٹھ کا نام لینے کی ضرورت کا پہلے ہی انکار کر دیا تھا، معلوم کی جاگئیں کہ ان کی ضرورت کا بھی صاف انکار کیا، مگر گھونٹ کر بالعقد وکے

ہوئے جانور بھی سزا دی جائے تو اب ان کی تحقیق کی کدو سے حرام صرف وہ جانور
 وہ گیا جو اپنی موت مر گیا ہو یا کسی انسان کے قصد و اختیار کے بغیر کسی شکر سے
 یا اپنی جگہ سے گر کر یا خود بخود گلا گھونٹ کر مر گیا ہو۔ اور جن کو کسی انسان نے
 کھانے کی نیت سے بالقصد مارا ہو، وہ سب حلال ہے، کوئی مارے کسی طرح
 مارے، اللہ کا نام لے یا نہ لے، ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کافر، مظلوم کی دیکھیں
 کالے یا نہ کالے، خصوصاً اہل کتاب کے معاملے میں تو ان کی تحقیق یہ ہے کہ اہل اسلام
 اہل کتاب بغیر کسی قید و شرط کے سب جائز ہے، خواہ اہل کتاب نے گلامرہ کر
 مارا ہو یا چٹیلے سے قتل کیا ہو یا کسی اور صورت سے۔ (تفسیر النصار، صفحہ ۱۰۰ جلد ۱)
 آگے تحریر فرماتے ہیں :-

”اس کے بعد واضح فہم میں یہ بھی کہہ دیا کہ جانور کا گوشت کھانا، اسلوب
 طبعی طور پر اس سے ہے مذہب و ملت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، شرعی پابندی
 صرف جہادات میں ہو کرتی ہیں۔“

مزید آگے حضرت علامہ اشر علیہ تحریر فرماتے ہیں جو آپ کے وصف ابدال کی سبب و دلیل ہے کہ
 ”مفتی محمد اور علامہ رشید رضا مصری سے یہ لغزش ہوئی اور بڑی سخت
 ہوئی، مگر ان کی علمی خدمات اور سوانحی سے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و اسرار سے مدد
 اور تیرہ مغفرت ہے۔“

اپنے شیخ سے فقہی اختلاف

نیز آپ نے بعض مسائل میں اپنے شیخ و مربی حکیم الدین مجدد الف ثانی حضرت تھانی رحمہ اللہ
 سے بھی اختلاف فرمایا، جس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ سے فقہی اختلاف اپنے نفس کی
 اصلاح میں مانع نہیں۔ اور شیخ کو بھی مرید کے فقہی اختلاف سے اعتبار نہ کرنا چاہیے

بکری شیخ کی ایسی غلطی ہو تو اس سے رجوع ہو جانا چاہیے۔ جیسا کہ ہم ذیل میں مولانا محمد رفیع اور حضرت مفتی صاحب کی ایسی نظیریں پیش کریں گے۔

موصوف جواہر اللغات جلد ۱ صفحات ۱۸۰ پر یہ دو مسئلہ کے فقہی اختلافات کے زیر عنوان تفسیر فرماتے ہیں :-

”جس زمانے میں مرحوم مولانا حافظ جلیل احمد صاحب حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مخصوص اور ممتاز تلمیذ اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھانہ جھون میں مقیم تھے آپ نے اپنی ایلیہ تحریر کی وقت کردہ جائداد کے متعلق کچھ سوالات حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیے، جن کا جواب اس وقت کے مفتی خانقاہ نے تحریر فرمایا، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس جواب پر اطمینان نہ ہوا اور اس پر کچھ اشکالات تحریر فرما کر اپنا جواب لکھا اور ارشاد فرمایا کہ اب یہ مجموعہ عمر شیخ کے پاس درو بند بھیج دیا جائے کہ وہ جواب لکھے۔ میں نے مسئلے میں رہنما غور و فکر کیا تو مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر اطمینان اور شرح صدر نہ ہوا، بلکہ کچھ شبہات و اشکالات پیش آنے لگے جو کو تحریر کر کے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا اور میرا جواب حضرت کے جواب سے مختلف ہو گیا اور مواخذہ اور زیادہ اُلجھ گیا تو حضرت نے مولانا حافظ محمد جلیل صاحب سے فرمایا کہ خطا و کتابت میں غول ہوگا، عمر شیخ کے تھانہ جھون آنے کا انتظار کرو، ذرا بائی گنگو سے بات طے کر لی جائے گی۔“

جب مقرر تھانہ جھون حاضر ہوا تو حضرت نے اس مسئلے پر گنگو کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا اور کافی دیر تک مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث و گفتگو ہوئی رہی، مگر عجب اتفاق یہ پیش آیا کہ اس ذرا بائی گنگو میں بھی کسی ایک صورت پر راءیں متفق نہ ہوئیں، حضرت کے سامنے مجھے بے علم و غل کی رائے ہی کیا تھی، مگر حکم ہی تھا کہ جو کچھ رائے ہو اس کو چوٹی مسائل سے پیش کر دو، اس میں ادب و سن نہ ہونا چاہیے، اس لیے اظہار رائے پر مجبور تھا، کچھ دیر کے بعد مجھیں اس بات پر ختم ہونی کہ ذرا کافی ہو گئی ہے، اب پھر کسی روز اس مسئلے پر غور کریں گے۔

اب ملاحظہ فرمات ہو چکا ہے پوری بات یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ اس کے بعد ہم تحریری مسئلہ شروع ہوا۔ حضرت نے میرے شبہات و اشکات کا جواب تحریر فرمایا، مگر آخر کو اس جواب پر اطمینان نہ ہوا تو مزید سوالات لکھ کر بھیجے۔ اس طرح ایک عرصے تک پھر یہ زیر بحث مسئلہ ملتوی رہا۔ اور آخر میں جب احقر تھانہ جہوں حاضر ہوا تو مزید غور و فکر کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی، اس میں بھی مسئلہ در حال ہی رہی کہ حضرت کی رائے بدل نہ میری۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تمھارے جواب کو موصول و قواعد کی روش سے غلط نہیں کہتا، مگر اس پر میرا شرح و مدد نہیں اس لیے اختیار نہیں کرتا۔ آخر نے بھی عرض کیا کہ حضرت کی تحقیق کے بعد غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میری رائے ہی غلط ہوگئی، مگر کیا عرض کروں؟ اس کا غلط ہونا مجھ پر واضح نہیں۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تمہارا آپ اپنی رائے اور فتویٰ پر رہو، میں اپنی رائے اور فتویٰ پر ہوں۔ مستغنی کو ہم اس کی اطلاع کروں گے کہ اس مسئلے میں ہم اور ان میں اختلاف ہے اور کسی جانب کو بائیسوی غلط بھی نہیں کہہ سکتے، اس لیے تمھیں اختیار ہے، جس پر چاہو عمل کرو۔ جب اتفاق ہے کہ مستغنی ہم حضرت کے مزید اور خاص خلیفہ تھے۔ ان کو جب اختیار ملا تو انھوں نے عرض کیا کہ اگر مجھے اختیار ہے تو بندہ عمر ضعیف کے فتویٰ کو اختیار کرتا ہے۔ حضرت نے بڑی خوشی کے ساتھ اس کو قبول کیا۔ یہ واقعہ حضرت عظیم الامت کی وفات سے چھ سال پہلے یعنی ۱۳۳۵ھ کا ہے۔ اور یہ تصدیق ہوا ہر ائمہ جلد اس صفحہ ۱ پر ملاحظہ فرمائیں!

اسی طرح ایک سوال فتاویٰ دارالعلوم دیوبند^۱ میں مرقوم ہے جس کا ایک جواب حضرت تھانویؒ کی جانب سے دیا گیا تھا اور دوسرا جواب مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے دیا گیا تھا۔ آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تصحیح و مدلل جواب تحریر فرمایا ہے جو تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے

جس میں آپ نے مذکورہ دونوں فتوؤں کے خلاف وقوع طلاق کا فتویٰ صادر فرمایا۔ (تخصیصات کتاب مذکور میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تحقیق متعلقہ زکوٰۃ پر بلائیٹ قنڈ جو موصوف نے دادالعلوم دیوبند میں ۱۲ صفر ۱۳۵۷ھ میں کی تھی۔ اس پر جواب تحریر فرمایا۔ الجواب: آپ صاحبوں کی تحقیق صحیح ہے، لہذا میں بھی اسی کو اختیار کرتا ہوں اور اس کے خلاف سے رجوع کرتا ہوں۔

انشراف علی — ۱۲ صفر ۱۳۵۷ھ

معاہر جماعتوں اور فرقوں پر فقہی اظہار خیال میں احتیاط و انصاف

احتیاط کے معنی صحیح انصاف، تمکین حق و باطل اور مدابنت فی الدین نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ "اتحاد ملی" کے لیے ملی طور پر بھی کسی قسم کا اختلافی اظہار خیال نہ چاہیے اور باہمی اتفاق کے لیے کسی ماہر علم و فن کو بھی اپنی تحقیق اور اپنا تحقیقی مسلک واضح نہ کرنا چاہیے۔ اتحاد ملت اور ملی یک جہتی واقعی ایک عظیم دینی مقصد اور مقصود ملت ہے اور اس باب میں دل آزار اسلوب، مناظرہ بازی، گنگائی اور عوامی سطح پر اختلافی اور فروعی مسائل و احکام پر ہلکا سار آرائی اور تنظیم سازی نہایت قابل نفرت اور ملی انتشار و زوال است کا باعث ہیں۔

اختلاف اور اس کے حدود و شرائط و آداب کے سلسلے میں بھی حضرت مفتی صاحب موصوف کا رویہ افراط و تفریط سے پاک، حرم و احتیاط اور عدل و انصاف پر مبنی ہے، جس کا نتیجہ نہایت درست و نیک ہے۔

① — مسلمانوں کے وہ تمام فرقے اور جماعتیں جن کے درمیان دین کے بنیادی اور جوہری اصول میں اختلاف نہیں ہے، زبانی اور قلمی مناظروں سے مکمل پرہیز کریں۔

② — ہر فرقہ اپنے تدریس، تصنیف اور فتویٰ کے حلقوں میں اپنا مسلک ضرور واضح کرے، لیکن اس میں دوسرے پر طعن و تشنیع، فقرو بازی اور ملامت و تخریص کے دل آزار

اُسلوب کو قطعی طور پر ترک کیا جائے۔

②۔ ان اختلافات کو عوامی جلسوں اور اخبارات و رسائل کا بنیادی موضوع نہ بنایا جائے کسی جگہ مٹنا ان کا ذکر ضروری معلوم ہو تو اس میں نرم لب و لہجہ کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کردی جائے۔

③۔ تمام مسلمان اپنی توانائیاں بے دریغ کے اس سیلابِ بربند باندھنے میں صرف کریں جس نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

④۔ ہر جماعت کے اہل علم و وقت کے ان علمی محنتوں کا تنہیگی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں، جو اشترائیت، عیسائیت، دہریت، قادیانیت، انکارِ حدیث اور تہجد و تحریبِ دین کی شکل میں ہمارا دامنِ دین کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے اہل علم و فکر حضرات ان نظریات کا کما حقہ مطالعہ کر کے ان کی فتنہ سالانیوں سے ہماری طرح آگاہ ہوں گے تو انھیں آپس کے اختلافات کی بجائے نظر آئیں گے اور فروعی مسائل پر بحث و مباحثہ کی یہ گرم بازاری انھیں گناہِ عسوس ہوگی۔ ۱۷

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی ایسی جماعتوں اور فرقوں پر بھی فقہی اظہارِ خیال فرمایا ہے جن کے بارے میں آپ سے استفسار کیا گیا۔ آپ نے ان کے بارے میں سوالات کے جوابات اگرچہ بڑی جرأت اور جراتِ کومت لائے دیئے ہیں۔ لیکن ان میں بھی بڑی عقائد و روش اختیار فرمائی ہے۔

کانگریس اور مسلم لیگ

آپ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے مصلحت فہمی صادر فرمایا، جو تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے قرآنی و حدیث و فقہ سے جو نہایت احکام کو تلاش کر کے کانگریس اور مسلم لیگ کی شرعی حیثیت کے علاوہ اس میں کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی تعلقات کے موضوع پر قائل فقہی حیثیت سے اصولی بحث فرمائی ہے اور اس موضوع کے تمام تفصیلات پر پیرائے

حقیقی مواد کے ذریعہ مسئلے کے ہر پہلو پر خوب واضح اور مدلل فرمایا ہے۔ یہ فتویٰ ہندستان ہی میں دو مرتبہ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ اس صدارت کی حیثیت محض ایک وقتی منصب کی نہیں بلکہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی داخلہ و خارجہ پالیسی کے لیے اہم شرعی دستور العمل ہے۔ اس لیے اس کا نام ”ملکی سیاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود و ضوابط“ سے بدل کر تیسری مرتبہ جو اہل ائمہ جلد ۱ کا جز ۱ بنا کر شائع کیا گیا ہے۔ فتویٰ کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، جو دراصل ایک استفتاء کا جواب ہے، جس میں اراکین مجلس رجوع الحق بمبئی کی جانب سے تین سوال کیے گئے تھے :-

۱۔ اس حالت میں کہ کانگریس میں غلبہ ہندوؤں کا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت کسی حال متوقع نہیں، مسلمانوں کا بد شرعہ اس میں داخل ہو کر حصول آزادی کی کوشش کرنا اور ان سے مدد لینا، جائز ہے یا نہیں ؟
 بحالت مذکورۃ القصد مسلم لیگ کی حرارت و شرکت اور اس کے ذریعہ علم آزادی کی کوشش جائز ہے یا نہیں ؟

مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان یعنی مسلم اکثریت کے صوبوں میں ان کی آزادی و خود مختار حکومت، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ ہفتوا، توجہ و!
 درج ذیل جواب سے حضرت والا کی شرف نگاہی، جرئت اور توازن و احتیاط کے جملہ پہلو واضح ہیں۔ جواب کے آغاز میں حضرت مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

”ہندوستان کی سیاسی کشمکش اور اس کے طوفانی مدوجزن نے ایک زمانے سے مسلمانوں میں مختلف قسم کے سیاسی اور مذہبی سوالات پیدا کر رکھے ہیں۔ اہل فہم بہ فتنی نہیں کہ معمولی امور یا جزوی اختلاف کو فتوں کا رنگ دے کر ان کو سیاسی اگھاڑوں کا کھیل بنانا کسی طرح زیبا نہیں کہ اس کی وجہ سے قسم قسم کی غرضات تکلف اور حدود و ضوابط سے تجاوز و غلو کے علاوہ خود فتوے کے اعتماد و احترام میں سخت خلل پڑتا ہے۔ لیکن پیش کردہ سوالات ایک حد تک اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر مسلمانوں کی ملکی و سیاسی مسائل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے اور جس کے صحیح

یا غلط ہونے کا اثر ان کے تمام شعبہ ہائے زندگی تک پہنچنے والا ہے۔ بالخصوص مذہب اور شعائر مذہب پر اس کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ ادھر دین دار مسلمانوں کے سوالات اور استفتا، اطراف و اکناف سے یکثرت آرہے ہیں، سب کا تعلق جواب فیضی، علیحدہ، کھٹنا دشوار ہو رہا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ ان مسائل پر کسی قدر مفصل بحث کر کے ایک صفحہ اتر پیش کر دیا جائے جس میں عامۃ الامور سوالات کا بھی جواب ہو جاوے۔

پہلے سوال میں غیر مسلموں کے ساتھ سیاسی تعلق کی تین صورتیں بڑے بدل نشین انداز میں دلائل و نظائر کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ آخر میں اس بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کے وفاق کی صرف دو صورتیں جائز ہیں، ایک محض مصالحت و مودعت بلا اشتراک عمل، یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس میں مصلحت مسلمین ملحوظ ہو اور شرائط صلح میں کوئی شرط خلاف شرع نہ ہو۔ دوسرے استعانت اور مشارکت عمل، یہ اس شرط سے جائز ہے کہ غیر حکم اسلام کا ہو، کفار محض تابع ہو کر ساتھ گئے ہوں۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ اشتکاط اور جماعتی اشتراک کی کوئی صورت جائز نہیں، خواہ وہ عورت و معاشرت و معاشرت کہلاتے یا ممالک و موزت نام رکھی جائے یا کچھ اور۔

اس کے بعد حضرت ولایتی نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت شیخ الہندؒ نے کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل فرمایا تھا اس وقت پہلی صورت تھی، لیکن آپ کے بعد وہ باقی نہیں رہی بلکہ جھنڈا غیر مسلموں کے ہاتھ چل گیا، اس لیے اب اشتراک کا مطلب مغلویت و معاشرت ہو گا جو ناجائز ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:-

کفار کے ساتھ اتفاق کی تین قسمیں ہو اور مفصل ذکر کی گئی ہیں، ان میں مسلم ہو چکا ہے کہ جب غلبہ اسلام کا نہ ہو تو کفار سے استعانت بھی جائز نہیں، چھ چٹنگے کہ بلا شرط انفرادی طور پر کفار کی جماعت میں شامل ہو جانا اور پھر شہرہ کفر کے

انہیں اور شہر اسلام کے مٹانے والی تھانویز نافذ کرنے کے باوجود اس میں شامل رہنا جو تیسری قسم کی بھی بدترین فرد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی شرکت کا ٹکڑا میں جاشہ ناجائز ہے، بچہ و جہ (۱۱) اس لیے کہ کانگریس میں ہندو غالب اور مسلمان مغلوب ہیں اور ایسی حالت میں اگر ہندو بالغرض دواوری سے بھی کام کریں اور اسلام کے خلاف تھانویز نافذ نہ کریں، جب بھی حسب تصریح مذکورہ ان سے اشتراک عمل جائز نہیں۔ (۱۲) اس لیے کہ صورت موجودہ میں مسلمانوں کو طوعاً یا کرہاً ہندوؤں کی متابعت کرنا پڑتی ہے (۱۳) اس لیے کہ ایسی متابعت و مشارکت حسب تصریح جمہور مسلمین و فقہاء و حضرت شیخ الہند نور احمد مدظلہ العالی کی کفر کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے، جیسا کہ خطبہ صدارت جلسہ جمعہ اعلیٰ دہلی کے حوالے سے اوپر آچکا ہے۔

آخر میں تیسرے سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے کہ مصلحت پاکستان کی شرعی حیثیت پر غور

و قسط از ہیں۔

ظاہرات ہے کہ اگر ہندوستان کا ایک مرکز ہے تو ہندو اکثریت کے سبب پورے ہندوستان پر ہندوؤں کی حکومت ہوگی، گو اس میں بڑی جھڑپ کے بعد کسی حد تک مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی کر لیا جاوے (جس کی حالات موجودہ و سابق کی بنا پر کوئی توقع نہیں) اور یہ امر مسلم ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے آپ کو غیر مسلم حکومت مسلط کرنے کا مطالبہ کرنا یا اس کا قبول کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ اور دوم کہ مسلم و غیر مسلم ہوجانے کی صورت میں مسلم مرکز میں حکومت مسلمانوں کی ہوگی، جس کے سبب اپنی حدود میں اسلامی احکام کے موافق دستور اور نظام جاری کرنے پر قدرت حاصل ہوگی، نیز یہ اقتدار حکومت دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کو پوری حفاظت و نگرانی کر سکے گی جو مسلمانوں کی اقلیت اور منتشر قوت کے ذریعہ کسی حال متصور نہیں۔

لہذا مسلمانوں کے لیے دو مطالبے ضروری ہیں، ایک اپنے بے مستقل مرکز کا

قیا، جس کو پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے مسلم اقلیتوں کے صوبہ میں
مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا غیر مبہم الفاظ میں مکمل معاہدہ، جس کی نگرانی
اسلامی مرکز کے فرائض و اختیارات میں داخل رہے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے،
جواہر اختر جلد ۵ صفحہ ۱۱۹

جماعت اسلامی

حضرت مفتی صاحب موصوفہ جماعت اسلامی پر فقہی لحاظ کے بعد تحریر فرماتے ہیں جو آپ
کے احتیاط و انصاف کا واضح اور مصحح ثبوت ہے۔ رقمطراز ہیں :-

”میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک غور و فکر کے بعد فقہی اجتہاد و اجتہاد
قائم ہے، میں کسی سہارا کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں اور دین کے معاملہ میں مباحثت سے بھی۔ جن حضرات کو میری اس طرف
سے اتفاق نہ ہوا وہ اپنے عمل کے حق میں، مجھے ان سے کوئی مباحثہ کرنا نہیں،
نہ میرے قوی اور مصروفیات اس کے متحمل ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب اس کو
شاخ کرنا چاہیں تو ان سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شاخ کریں، اور حوالہ
یا کوئی ٹیکسٹ شاخ کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔“

مندرجہ بالا عنوان کی رعایت سے یہ فقہی بلا کم و کاست درست قریب ہے۔ جواب ہی سے سوال
کا مدعا بھی ظاہر ہے اور تحریر و متن و احتیاط بھی :-

الجواب :- مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سالہا سال سے
سوالات آتے رہے ہیں، جن کا جواب میں اس وقت کے حالات اور ان کے بارے میں اپنی اس وقت
کی معلومات کے مطابق لکھتا رہا ہوں، ان میں بعض تحریریں شاخ بھی ہوئی ہیں اور بعض تحریریں
جواب میں لکھی گئی ہیں۔ اس وقت ان تمام تحریروں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں، البتہ اس طرح سے،
اختر کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعہ کا موقع ملا، کچھ ان کی نئی بیانات سامنے آئیں اور کچھ ان کے
تخریج کے عام اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقع ملا، اس مجموعے سے اب ان

کے پاس میں جو میری رہنے ہے وہ بے کم و کاست ذیل میں لکھ رہا ہوں۔

میری ساتھ تقریرات اگر اس تنازعہ قرار کے موافق ہوں تو خیر، اور اگر ساتھ تقریرات میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ بھی جائے، اور اب میری رہنے کے واسطے کے لیے غلط ذیل کی تقریر پر اعتماد کیا جائے۔

اسحق کے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ ان کا اجتہاد جمہور علمائے سلف کے خلاف ہو، حالانکہ اسحق کے نزدیک بالمشافہہ اجتہاد کے شرطن ان میں موجود نہیں۔ اس بنیادی غلطی کی بناء پر ان کے تقریر میں بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی تقریر میں علمائے سلف پر ہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے، وہ انتہائی غلط ہے۔ خاص طور سے خلافت و سلوکیت میں بغض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جبر طعن صرف تنقید ہی نہیں بلکہ سلامت کا ہدف بنایا ہے، اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دالنے کے باوجود اصرار کی جو روش اختیار کی گئی ہے، وہ جمہور علمائے اہل سنت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔

نیز ان کے عام طریقہ کار کا مجموعی اثر بھی اس کے پرچھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر مطلوب اعتماد نہیں رہتا اور ہمارے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا حصہ ہے، اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت غلط اور گمراہ کن راستوں پر چل سکتا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کو منکرین حدیث، قادیانوں یا اہل بیت پسند لوگوں کی صف میں گھسنا کرنا میرے نزدیک درست نہیں، جنھوں نے سؤد، شراب، قمار اور اسلام کے کھلے حرمت کو حلال کرنے کے لیے قرآن و سنت میں تحریفات کی ہیں..... بلکہ ایسے لوگوں کی تردید میں ان کی تقریریں ایک خاص سطح تک تو تعلیم یافتہ حلقوں میں موثر اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔ یہ بات میرے پیشہ کہتا آیا ہوں، لیکن اگر کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے کہ میں مودودی صاحب کے تقریرات سے متعلق ہوں جو انھوں نے جمہور علماء کے خلاف اختیار کیے ہیں تو یہ بالکل غلط اور غرض و قصد بات ہے۔

اگرچہ جماعت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی الگ الگ حیثیت

رکھتے ہیں۔ اور اصولاً جو بات مولانا مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو، ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی درست ہو۔ لیکن عملی طور سے جماعت اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے تشریح کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے، بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مداخلت کا عام طرز عمل ہر جگہ مشاہدے میں آتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان نظریات اور تقریروں سے متفق ہیں۔ البتہ اگر کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا اصول میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں اور جنہوں نے اہل سنت کے مسلک کو اس کے مقابلے میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہوگا۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو نماز پڑھا ہے جو جنہوں نے اہل سنت کے مسلک کا پابند ہو۔ لہذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا اصول میں متفق ہوں انھیں با اختیار و اہل امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیتی تو نماز ہو گئی۔ ۱۷

غیر مقلدین

اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کے بارے میں فقہی اظہار خیال فرمایا ہے جس کی نظیریں املاہ المفتین وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ تمثیل ذیل میں چند فتاویٰ مع سوانح دین کے جاتے ہیں۔ غیر مقلد حضرات کے بارے میں حقیقت حال تو حضرت کے مندرجہ ذیل فتویٰ سے واضح ہے:-

سوال :- جو لوگ آئیں بالجبر کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟
الجواب :- آئیں بالجبر کہنے والے جو ہمارے دیار میں عام طور پر غیر مقلد ہیں، ان کے پیچھے بلا مشورۃ نماز نہ پڑھنی چاہیے، کیونکہ وہ دھن و طہارت میں قواعد کے پابند اور قاطع نہیں۔ لیکن اگر اتنا آئیں کی مسجد یا جماعت میں پہنچی جاتے اور جماعت شروع ہو جائے تو شریک ہو جانا چاہیے، نماز ہو جائے گی بشرطیکہ اس سے صراحت کوئی ایسی چیز صادر نہ ہو جو ہمارے نزدیک مقصد نماز ہے۔ کذا قال

الثامن فی باب الامامة - (اعداد المقتبین مخطوط ۱۳۱۸)

لیکن ان میں سے جو حضرات مستغضب ہیں اور مقلدین کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں تحریر فرمایا :-

سوال ۵۱-۱۱۰: جو غیر مقلد ہیں کی امامت کے متعلق ایک مفصل فتویٰ ہے :-

کیا جانتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ غیر مقلد کے عقائد علیات یہ ہیں کہ قسیدہ کو شرک بتاتے ہیں اور حنفی مذہب والے کو کافر و مشرک اور بدعتی کہتے ہیں اور اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اگر کوئی خنئی مذہب مان کر پڑھ اس مذہب میں ہو میں جانا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے غلط شخص کو مسلمان کیا ہے، چنانچہ یہاں پر کوئی سوتے لڑکے ہیں، ہم ضعیف قرار کرتے ہیں کہ اس میں بالکل جھوٹ نہیں ہے۔ غیر مقلدین جو نماز پڑھتے ہیں وہ اس طریقے سے بات سمجھنے پر باندھے ہیں اور شیخ دین کہتے ہیں کہ یہاں کے اندر کافا فاضل بہت ہوتا ہے۔ اور جب اہم قراء شروع کرتا ہے تو سورۃ فاتحہ سے پیشتر ہمسائہ قرات سے پڑھتا ہے اور سورۃ فاتحہ کے بعد ہوسوت پڑھتا ہے تو اس کے شروع میں ہمسائہ قرات سے پڑھتا ہے۔ ہوسوت ختم کرنے کے بعد ہمسائہ قرات سے پڑھتا ہے، سورۃ اخلاص شروع کرتا ہے۔ وہ سورۃ اخلاص کو دُعا مانتے ہیں بعض موقع ایسا ہوتا ہے کہ قرات میں اتنی ترتیب سے سورۃ پڑھتے ہیں، جیسے پہلی رکعت میں سورۃ فلق اور سورۃ اخلاص پڑھا اور دوسری میں سورۃ ناس پڑھا اور پھر سورۃ اخلاص پڑھا۔ اور آئین بہت دور سے پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ آواز مسجد سے دوچار قدم باہر پہنچتی ہے، ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا کہ تم اس طرح قرات کیوں پڑھتے ہو اور آئین دور سے کیوں پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر تک کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

الجواب :- ایسے غیر مقلدوں کے پیچھے نماز حنفیوں کی مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ امام سے کوئی نقل ایسا سزاوارتہ ہو جس سے حنفیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً قون زخم کے سر سے نکل کر بہہ گیا اور اس نے وضو دوبارہ نہ کیا اور دعائے مواضع خلاف کی ذکر سے۔ اگر امام مواضع خلاف کی روایت نہیں کرتا ہے تو پھر اس کے پیچھے نماز حنفیوں کی جائز اور صحیح نہیں ہے۔ بہر حال آج کل کے ان

غیر مقلدوں کو کام لےنے کا ہرگز نہ بنانا چاہیے۔ کذا فی الشامی، باب الإمامۃ مطلب فی اقتداء الشافعی، ص ۱۰۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی مکتب فکر

اسی طرح حضرت مفتی صاحب نے بریلوی مکتب فکر پر اعتدال و توازن کے ساتھ نقیبہ محاکم فرمایا ہے۔ اپنی تالیف سنت و بدعت میں بدعت کی جنگ میں ملوث فکریہ کے تحت قرر فرماتے ہیں کہ

تشدد، طعن ذلی، الزام تراشی کے طریقوں سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے کہ ان سے کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہوتی۔ تبدیلی اور توانائی کے طعن آمیز خطبات سے پرہیز کیا جائے۔ کسی کے کلام کو توڑ مروڑ کر اس کے منشاء و مقصد کے خلاف اس پر لفظ الزام لگانا کھلم کھیا ہے، جس کے حرم ہونے میں کسی کو کسی ترمذی کی گنجائش نہیں۔ آفت کے حساب کو سامنے رکھتے ہوئے، ان حرکات سے باز رہا جائے۔

اس کے بعد موصوف نے بدعت کے تمام ممالہا و طیبہا پر روشنی ڈالی ہے اور حضرات مرفیاء کے اقوال بھی بدعات و محدثات کے بارے میں نقل فرمائے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہیں۔
صلوٰۃ و سلام کے مودع طریقے کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں قرر فرماتے ہیں جس میں سائل نے یہ دریافت کیا تھا کہ

بعض مساجد میں کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جُمُعہ کی نماز یا دوسری نمازوں کے بعد التزم کے ساتھ جماعت بنا کر اور کھڑے ہو کر پکوان بلند بالذکر و غیر ذلک پڑھتے ہیں

یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم یا علی یا محمد صلی علیہ وسلم

ان میں بہت سے لوگوں کا یہ جھوٹا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں

تشریف دیتے ہیں یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اس لیے یہ سلام خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ جو لوگ ان کے اس عمل میں شریک نہیں ہوتے، ان کو سطوت کرتے اور طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں عموماً مسجدوں میں فتنے اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اس طرح کا سلام پھینکا مسجدوں میں جائز ہے اور متولیانِ مسجد کو اس کی اجازت دینا چاہیے یا نہیں؟
الجواب: جس ہیئت سے مسجد میں بطرز مذکور اجتماع اور التزام کے ساتھ درود و سلام کے نام پر بظاہر آرائی ہوتی ہے، اس کو درود و سلام کی نمائش تو کہا جاسکتا ہے، درود و سلام کہنا اس کو صحیح نہیں، کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے ۱۰

بعد حضرت مفتی صاحب نے اس کے عدم حجاز کے وجہ اور دلائل بالتفصیل بیان فرمائے ہیں مثلاً اور آخر میں ”ممدودار مشورہ“ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں کہ

ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا ہے اور اپنے اہلِ کار کو اب دینا ہے۔ ان معاملات میں تجھربندی اور قدیم آبائی رسوم پر صفا اور ہٹ و حرکی کو چھوڑ کر تنبیہ کی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ غور کرنا چاہیے کہ دنیا کے تو تمام معاملات میں ہمارے جھگڑنے چلتے رہتے ہیں کہ انکم اللہ کے گھر اور عبادتِ نماز ہی کو ہر طرح کے جھگڑے فساد سے محفوظ رکھا جائے۔ ۱۱

اسی طرح آپ سے ایک سائل نے دریافت کیا کہ ایک اشتہار جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”مٹائے دیوبند کافر ہیں، خطرے گزرا اگر جس پر حملے کریں شریعتیں ملک معطر کے بھی، مستحق ہیں اور اس میں عبادتِ تہذیب ان سے اور حفظِ ایمان و تہذیبِ قافلہ کی گواہی کے فتویٰ لیا گیا ہے اور جس کا

جواب انھوں نے یہ دیا ہے کہ حیلہ ہائے کفر ہیں۔ مولوی حسرت علی رضوی، اس کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں اور ٹرند فطوں میں علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ ان کے جنازے کی نماز میں شرکت یا ان کے پیچھے نماز ادا کرنا، ان سے بیاہ شادی وغیرہ یا ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، ان کی موت و زندگی میں ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا سب حرام حرام و زہر تہا، مگر اسلام ہے۔ اہل اسلام بھائی ان فتاویٰ کو حاصل کریں اور بے دینوں کے منہ میں قیام الہی کا پتھر غوطہ نہیں کہ یہ صرف بریلوی اور دیوبندی کا جھگڑا نہیں بلکہ کفر و اسلام کا جھگڑا ہے۔ مضمیل ایسی باتیں کہتے ہیں حرام لوگ کی روک تھام کے لیے جواب سے جلد مطلق فرمائیں۔

بیشوا اتوجرو ۱

الجواب :- اس اشتہاد میں غلطی دیوبند کی متبرک و مقبول جماعت کو کافر و مرتد وغیرہ لکھنے والے نے اپنے دل کی جھڑاس نکالی ہے اس کا جواب تو صرف یہ ہے، فَصَبْرٌ صَبِيرٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تُصِفُوْنَ — وَمَنْ يَّقْنَرْ الْاَوْثَانَ ظَلَمَوا۟ اَنۡیْ مُنْقَلَبٌ یَّتَفَلَّسُوْنَ۔ اور اگر کسی کو ان کی خاموشی و عبادت کے بارے میں شبہ ہے یا ان لوگوں کے ورغلانے سے پیدا ہو جائے تو اس کا مفصل جواب رسائل ذیل میں مذکور ہے۔ ان کو دیکھا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ تعاقب کی طرف روشن ہو جائے گا کہ ان حضرات پر جو کچھ الزامات لگائے ہیں وہ سب بد فہمی کا نتیجہ ہیں یا افتراء و بہتان ہیں۔ عبادت کو کثرت و پختہ کر کے خیانت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جو کفری مضامین پر ان کی تعریف سے مشعل ہو گئیں۔ لوگوں نے تکفیر کی۔ رسائل یہ ہیں، المسحاب المدمار، ترک کعبہ القواطر، تغیر العنوان، بسط البیان، فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۛ

ایک اور سوال کتبہ میں ہیں میں سائنس نے مولوی شمس علی رضوی کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے مجمع عام میں اکابر علمائے دیوبند کو اور ان کے متعلقین کو کافر کہا۔ اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیا واقعی بقول شمس علی رضوی کے اکابر علمائے دیوبند کافر ہیں؟ حضرت موصوف اس کا تحقیقی جواب تحریر فرمانے کے بعد آخر میں خلاصہ لکھتے ہیں کہ

”کبھی اولیٰ سے اولیٰ قاضی سے قاضی مسلمان کو بھی ایسے اتہادات کی بنا پر کافر کہنا حرام ہے۔ جن اتہادات کو ان حضرات مکلفین نے اس جماعت شعلہ دار پر عائد کیا ہے۔ اور پھر یہ حضرات تو علم و علم، حب خدا اور حب رسول میں اپنی تعمیر آپ ہیں۔ بڑا عالم ہے جو ان حضرات پر ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ والی اللہ المشتکی ولہ العمد قولہ وأخروہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ“

اور مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب کے متعلقین کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ ان کے کلام میں تاویل ہو سکتی ہے اور شیخ مسلم میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت احتیاط فرمایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے کلام میں نزاع ہو تو وجہ کفر کے ہول اور ایک وجہ ضعیف اسلام کی ہو تو مفتی کو اس ضعیف وجہ کی بنا پر فتویٰ دینا چاہیے۔ یعنی اس کو مسلمان کہنا چاہیے۔ اگر وہ فی الواقع عقیدہ کے اعتبار سے مسلمان ہے تو فقہاء و مفسرین مفتی کا فتویٰ اس کو کچھ منفع نہیں دے گا۔ درمختار میں ہے واعلموا انه لا یفتی بکفر مسلمہ امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ۔ کما حصرہ فی البحر وغیرہ۔ وفي الاشباه الى الصغری وفي الدرر وغیرہا

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يستعد فعل المقتضى
العمل لما يستعد له ثلثه ذلك فعلمه والا لم يستعد فعل المقتضى
على خلافه الا بناء على تغيير كذا اپنے دلالت کی صحیح نہیں، بلکہ وہ مسلمان ہے،
لیکن فاسق و فاجر ہے کیونکہ اس کے عقائد مذکورہ مسلم خلاف شرع ہیں اور
وہ ایک ایسے شخص کا مرید اور معتقد ہے جو بزرگ عقائد اپنے کے تلقین نہیں ہے بلکہ

فرقہ روافض و شیعہ

فرقہ روافض و شیعہ کے بارے میں حضرت مفتی صاحب ہواہر القلہ میں تحریر فرماتے ہیں،
جس میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ روافض و اہل تشیع میں بہت سے مختلف عقائد فرقتے ہیں
اور ہر فرقے کے عقائد کو جدا جدا منضبط کرنا بھی دشوار ہے۔ ایک دوسری شکل یہ ہے کہ کسی
فرقے کی کتابوں میں ان کے بعض عقائد معلوم ہوتے ہیں مگر جب وہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا
جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً کتب شیعہ میں جاہل اس قسم کی عبادتیں ملتی ہیں، جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو حرف و ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ مگر جب کہا جاتا ہے کہ تم
موجودہ قرآن پر یقین نہیں رکھتے تو وہ شدت کے ساتھ اس سے تبری کرتے ہیں۔ ایک شکل یہ ہے
کہ ہندوستان میں عوام روافض کے متعلق یہ فیصلہ بھی دشوار ہے کہ وہ کس فرقے میں مدع ہے۔
اب دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں، ہم روافض کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ ان کو مسلمان
سمجھیں یا کافرو؟ اس کے بعد سائل نے ان کے کچھ عقائد لکھے ہیں۔ لائق دید ہیں۔

الجواب :- مختصر اور محقق و جامع کلام روافض کے بارے میں یہ ہے کہ مجاہد احکام روافض
کی یہی صورتیں ہیں۔

اقل یہ کہ ان میں سے کسی شخص یا فرقے کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ

وہ ضروریات دینی میں سے کسی چیز کا منکر ہے۔ اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو اور صاف انکار سے
تبری کیا ہو، اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ باتفاق و باجماع کا فر مرتد ہے۔ اس کے ساتھ
کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں۔

دوم صورت یہ ہے کہ کسی شخص یا فرقے کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ فرقہ
دینی میں سے کسی چیز کا منکر نہیں، مگر صرف اس میں اختلاف لکھا ہے کہ جمہور امت کے خلاف
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل الصلوٰۃ اور خلیفہ اول سمجھا ہے تو وہ فاسق و مکرم ہے مگر کافر و مرتد
نہیں۔ اس کے ساتھ وہ اسلامی معاملات جائز ہیں جو کسی فاسق و مکرم کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں مثلاً
فریہ اس کا احوال ہے۔ اس کے جنازہ پر نماز جائز ہے، نکاح کے معاملہ میں اس سے بھی اجتناب کرنا
بہتر ہے۔

سوم صورت یہ ہے کہ یقینی طور سے کسی امر کا ثبوت نہ ملے۔ یعنی نہ اس کا یقین ہے کہ وہ
ضروریات دینی میں سے کسی چیز کا منکر ہے اور نہ اس کا کہ منکر نہیں۔ بلکہ ایک مشتبہ حالت ہے..... اس
میں سب سے احوط و اسلم وہ حکم ہے جو فقہ العصر و امام وقت رحمہما اللہ حکیم الدلت مینا و مسندنا
حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے امداد الفتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ اسلم یہ ہے کہ
دکفر کا حکم کیا جائے نہ اسلام کا۔ یعنی نہ اس سے عقد نکاح کی اہلیت دین کے اور نہ اس کی اقتداء
کری گے۔ (ملفوظ)

فرقہ چکڑالوی (منکرین حدیث)

فرقہ چکڑالوی جو پنجاب میں ایک فرقہ ہے اور اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے۔ اس کا بانی و پیشرو
چکڑالوی ہے اور اسی کی طرف نسبت ہے۔ اس فرقے کے عقائد کا نمونہ خود بانی "فرقہ چکڑالوی" کی
کی کتاب "بان العرفان علی صلوٰۃ القرآن" سے بحوالہ کتاب رسائل نے لکھ کر حضرت مفتی صاحب
سے ان کے متعلق حکم شرعی دریافت فرمایا۔ ان کے عقائد چار حصہ جلد ۱ صفحہ ۳ پر مرقوم ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیات اور ان کی تفاسیر سے فرقہ چکڑالوی کے عقائد
پر دلنشین و مثبت انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ موصوف آخر میں رقمطراز ہیں :-

الغرض آیات و روایات مذکورہ سے واضح ہوا کہ جو شخص وہ عقائد رکھے جو فرقہ چکوالوی کی کتاب میں سوال میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ وہ بلاشبہ زندیق اور کافر خارج از اسلام ہے، کیونکہ وہ بہت سی ضروریات دین کا منکر ہے جیسا کہ عقائد مذکورہ کے دیکھنے والے پر غنی نہیں رہ سکتا۔ عقائد مذکورہ کا ضروریات دین کے خلاف ہونا چونکہ بالکل بدیہی اور آفتاب کی طرح روشن ہے، اس لیے ضرورت نہیں کہ ہر عقیدے کے متعلق نچا چدا کچھ لکھا جائے : ”

آج کل غلام احمد پرویز شاہوی، نگران طلوع اسلام نے اس فرقہ چکوالوی کی توثیق اور باگ ڈور سنبھالی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ بھی ضروریات دین کا منکر ہے اس لیے اس کے گھر میں بھی کوئی شرب نہیں۔ چنانچہ ایک مفصل و مدلل فتویٰ بنام ”پرویز کے بارے میں علماء کا متفقہ فتویٰ“ شریہ تصنیف مدرسہ اسلامیہ نونٹالوں سے شائع ہوا ہے جس میں پرویز کے مفصل عقائد اس کی تصنیفات اور رسائل کے حوالے سے لکھ کر قرآن و حدیث کی روشنی میں کافی وضاحتی جواب دیا گیا ہے۔ عالم اسلام کے جن مشاہیر علماء کے اس فتوے پر دستخط ہیں ان میں سب سے اول حضرت مفتی صاحب حق پور کے دستخط ہیں۔

فرقہ مرزائیہ

فرقہ مرزائیہ جس کا بانی مرزا غلام احمد ساکن فکویان ضلع گورداس پور پنجاب ہے۔ اور اس وقت اس فرقہ کی تین پارٹیاں ہیں۔ ایک ظہیر الدین ادنیٰ کی متبع اور دوسری مرزا محمود کی متبع جس کو قادیانی پارٹی کہا جاتا ہے، تیسرے ستر محمد علی لاہوری کی متبع جس کو لاہوری پارٹی کہا جاتا ہے حضرت مفتی صاحب فوراً مرقدہ ان کے عقائد فاسدہ و باطلہ اور ضروریات دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اور اس کی متبعین تینوں پارٹیوں کے گھر میں کوئی شرب نہیں۔ رقمطراز ہیں۔

کو کافر کہنا وہابی حکیم ہے۔ اس لیے صاحب بحر الرائق نے باب المرتد میں تصریح فرمائی ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کلمات کفریہ جاری کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہوں گا۔ اور بھی مضمون شامی نے باہر مذکور میں درج فرمایا ہے۔ اور جامع الفضلین باب کلمات الکفر میں بھی اسی کی تائید کی گئی ہے۔ الغرض محض ان الفاظ مذکورہ کے کہہ دینے سے کفر و ارتداد کے احکام جاری کرنا صحیح نہیں، بالخصوص جب کہ کہنے والے کا تکیہ کلام بھی الفاظ ہر جگہ ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعظم ۱۷

نیز آپ نے اس موضوع پر ایک کتاب "ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں" اور ایک رسالہ تکفیر کے اصول "ترتب فرمائی ہے جو بڑے جامع اور مدلل جگہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں" کے بارے میں غور و قیاس فرمائیے۔

آئمہ شریعہ کی کتاب مسئلہ کفر و اسلام کی تہم ضروری مباحث پر حاوی ہے اور ازالہ شبہات کے لیے کافی ہے۔ ۱۸

اور رسالہ تکفیر کے اصول "جو ابراہیم جلد ۱ کا جزو دین کو شائع ہوا ہے۔ اس دسلے کے بارے میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مفتی مولیٰ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں :

"مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر اور جامع مانع اور قطع رسد لکھا ہے۔ بعض جزا دین، میں بھی الجھا تھا مگر ان کی تحریر و تقریر سے، قریب قریب مسئلہ صاف ہو گیا۔ ۱۹

جدید مسائل پر نفاذ حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ جدید

۱۷ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۴

۱۸ کتاب مذکورہ۔ صفحہ ۲

۱۹ جواہر الفقہ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۹

اپنی والدہ کے حوالہ کر دی جائے گی۔ اور زوجین میں تفریق کر دینا ضروری ہے۔ اگر اس فرقے کے عقائد میں کوئی چیز قطعیات اسلامیہ کے خلاف نہیں تو نکاح درست و صحیح ہو گیا۔ اس پر طلاق کے کوئی نقص نہیں۔

لما فی الشامی، انعم لا شک فی تکذیرہ عن قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا
وانکر صحبۃ المصطفیٰ رضی اللہ عنہ او اعتقد الامویۃ فی علیؑ، او ان جبریل علیہ السلام خلق فی الوحی
لو غو ذلک من الکفر المصریح المذموم - شامی - باب المرتدین صفحہ ۳۲۰ - جلد ۲

جواب مذکور کے بعد حضرت مفتی صاحب نے نوٹ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ
”بعد میں آغا خان کے عقائد ان کی کتابوں سے بعض لوگوں نے نقل کر کے
لیجے جس میں ایسے صریح عقائد کو لکھ کر دیا ہے جو اسے کہیں کسی تکرار کی گنجائش نہیں
اس لیے یہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت
برکاتہم عنان کے متعلق اپنے رسالہ ”القول المتعالیٰ فی الحرب والآفاق“ میں یہ تحقیق
فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ احمدیہ کے رسالہ ”امول الانکار“ اور ”امول الکفار“ کا ضمیمہ ہر کتاب خانہ
ہوا ہے۔“ اور ترقی اہل علم

بندہ محمد شفیع غفرلہ رجب الثانی ۱۳۷۵ھ

تکفیر میں احتیاط و اعتدال

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصف احتیاط و اعتدال تکفیر کے باب میں بھی نمایاں نظر
آتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

”کبھی مسلمان کو کافر کہنے کے معاملے میں آئی کل ایک عجیب افراط و تفریط رونما
ہے۔ ایک جاحل شخص کہ جس نے مشغہ بھی اختیار کر لیا ہے کہ اونی معاملات میں مسلمانوں
پر تکفیر کا حکم نکال دیتے ہیں اور جہاں خامی کوئی غلاف شرعی حرکت کسی سے دیکھتے

ہیں تو اسلام سے خارج کہنے لگتے ہیں۔ اور دوسری طرف تو تعلیم یافتہ آزاد خیال جماعت ہے جس کے نزدیک کوئی قول و فعل خواہ کتنا ہی شدید اور عقائد اسلام کا سربراہ مقابل ہو کفر کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہ برہمنی اسلام کو مسلمان کہنا فرض سمجھتے ہیں، اگرچہ اس کا کوئی عقیدہ اور عمل اسلام کے موافق نہ ہو اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہو اور جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ایک سخت پرخطر معاملہ ہے اسی طرح کاذب کو مسلمان کہنا بھی اس سے کم نہیں۔ کیونکہ حدود و کفر و اسلام میں القاب کا بہرہ و صورت لازم آتا ہے، اس لیے علماء امت نے ہمیشہ ان دونوں معاملوں میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔

آگے ترغیب فرماتے ہیں۔

اس لیے تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطہ شریف یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تکرار صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح مسلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدے کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف اثر اجتہاد میں واقع ہو، اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تبدیلی و تحریف کرے جو اس کے اجمالی معانی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں تاویل نہ کی جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ اکابر علماء امت کے اس تکفیر مسلم کے ضابطہ شریف پر حضرت مفتی صاحب بڑی بختی سے کار بند رہتے تھے۔ اس کی مثالیں امداد المؤمنین، کتاب الایمان والعقائد اور جواہر الفقہ جلد ۱ میں اور وصول الافکار الی اصول الکفار میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ذیل میں چند بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں ایک سوال کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں۔

یہ اشارہ ایسے ہیں کہ اگر تاویل نہ کی جاوے تو ظاہر ان کا متحرک ہے، اس لیے

جو احیاءِ جان کی تکفیر نہ کی جاوے۔ مگر ان اشعار کا پڑھنا کتنا سب گناہ اور
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ آپ نے فرمایا لا تقروا فی (الحکم)
یعنی میری حد میں غلو نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کی حد میں غلو
کیا: فقط ۷۵

ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

آس شر کا مطلب اور مضمون بالکل کفر ہی ہے اور شرک پر دلالت کرنا
ہے۔ اس کا پڑھنا بالکل حرام ہے۔ بالخصوص جائز کچھ کہ پڑھنا وہ ہوا گناہ ہے لیکن
چونکہ ضعیف ہی تاویل وحدۃ الوجود کے قائل سے پر ہو سکتی ہے، اس لیے احتیاطاً
کہنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، جب تک اس کی زبان یا عبادت سے مراد
یہ معلوم ہو کہ یہ شخص بلا کسی تاویل کے اس شر کو اپنے ظاہری معنی میں استعمال کرتا ہے
اور اقتدار رکھتا ہے۔ یہ شخص شرعاً بدعتی اور فاسق ہے اور بادشاہ اسلام پر اس کی تہذیب
خردی ہے۔ ایسے شخص کی امامت درست نہیں۔ لعافی الدر المختار وغلط
فاسق والعبدع . واللہ اعلم ۷۶

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ

القائد اندر ذہ سوال ”مسجد کے گولی مارو“ توڑی مسجد پر مشعل ہے اور کفر
ہے۔ لیکن کسی جملہ کفر ہونا اور چیز ہے، اس کے کہنے والے کو کافر قرار دینا اور چیز۔
اس لیے بعض کلمہ کفر زبان سے نکلتے ہی کسی مسلمان پر کفر و استبداد کا حکم لگا دیتا
غلط ہے۔ بلکہ منقہ کا فرض ہے کہ یہ دیکھے کہ اس کلام میں کوئی قوی یا ضعیف یا
احتمال ایسا بھی نکل سکتا ہے، جس کی بنا پر یہ شخص کفر سے نکال جائے۔ اگر نکلے تو
اس پر واجب ہے کہ اسی پر فتویٰ دے اور اس شخص کو مسلمان کہے، کیونکہ مسلمان

کو کافر کہنا وبالِ عظیم ہے۔ اس لیے صاحبِ بکرا لائق نے بابِ المرتد میں تصریح فرمائی ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کلماتِ کفر و جہد کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہوں گا۔ اور یہی مضمون شامی نے باہرِ مذکور میں درج فرمایا ہے۔ اور جامعِ الفضلین بابِ کلماتِ کفر میں بھی اسی کی تائید کی گئی ہے۔ الغرض بعض ان حفاظِ مذکورہ کے کہہ دینے سے کفر و اعتقاد کے احکام جاری کرنا صحیح نہیں، بالخصوص جبکہ کہنے والے کا نیکو کام ہی اٹکا ہو جگہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعظم ۱۷

نیز آپ نے اس موضوع پر ایک کتاب "ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں" اور ایک رسالہ تکفیر کے اصول ترتیب فرمائی ہے جو بڑے جامع اور مدلل بلکہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحبِ ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں" کے بارے میں خود رقمطراز ہیں :-

"الحمد للہ یہ کتاب مسئلہ کفر و اسلام کی تمام ضروری مباحث پر معلوم ہے اور ان انا مشہات کے لیے کافی ہے۔"

اور رسالہ تکفیر کے اصول "جو ابراہیم جلد ۱۰ کا جزو ہے" کی شائع ہوا ہے۔ اس رسالے کے بارے میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مفتی علی الرحمن قزوینی فرماتے ہیں :

"مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر اور جامع مباحث اور مجمعِ رسالہ لکھا ہے۔ بعض اجزاء میں، میں بھی اُلجھا تھا مگر ان کی تقریر و تقریر سے، قریب قریب مسئلہ صاف ہو گیا۔"

جدید مسائل پر نفاذِ حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ جدید

۱۷ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند - جلد ۲ - صفحہ ۵

۱۸ کتاب مذکورہ - صفحہ ۲

۱۹ جواہر الفتح - جلد ۱ - صفحہ ۱۴

مسائل کا قرآن و حدیث اور مجہود فقہاء کے اقوال کی روشنی میں تھاکر فرماتے اور اس شرعی محاکمے سے قبل موصوفہ جدید مسائل کی ان کے ماہرین سے پوری تحقیق فرمائی کہ وہ کاوش کے ساتھ فرماتے اور جب تک ماہرین کی تحقیقات پر اطمینان نہ ہو جاتا، فتویٰ صادر نہ فرماتے بلکہ مزید تحقیق فرماتے۔ چنانچہ آپ شیخی ذیلیہ کے متعلق فرماتے ہیں: "جب تک ان مشینوں کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی جواب دینا بیکار ہے۔" آگے موصوفہ رقمطراز ہیں: "ان حالات میں کسی مفوضہ صورت پر بحث فصول ہے جب تک کہ درآمد کی ہوئی مشین کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔" ۱

اسی طرح آپ نے آرکلیٹر الصوت کے سلسلے میں فتویٰ صادر فرمانے سے پہلے کس قدر محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس آلے کی تحقیق فرمائی۔ اس کی ایک جھلک آپ کو پچھلے صفحات میں نظر آنے گی۔ (پوری بحث ملاحظہ ہو۔) آگے جدیدہ کے شرعی احکام) نیز حضرت مفتی صاحب نے فوڈوگرام کے متعلق شرعی احکام تحریر فرمانے، حکم شرعی کھنے سے قبل حضرت نے تحقیق فرمائی کہ گراموفون کب ایجاد ہوا اور کس نے ایجاد کیا؟ اور فوڈوگرام میں اصل صوت بواجری ہوتی ہے یا وہ از خود نکلتا قطع کرتا ہے؟ اور فوڈوگرام آلات حرب و مزامیر میں سے ہے یا نہیں؟ آلات حرب و مزامیر میں سے ہونے کے وجہ اور فوڈوگرام کے غرض آگاہ کیا کہ ہونے کے تحریر فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں کہ دونوں جانب کے یہ وجوہ ہیں، جی کی وجہ سے بحث کا فیصلہ غور طلب ہو جاتا ہے۔ لیکن مجدد الملت سیدی و سندھی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے مسئلہ زیر بحث کا جو فیصلہ احقر کے ایک عزیز نے جو آپ میں ارشاد فرمایا ہے، وہی اسی قابل قبول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مزامیر اور آلات حرب میں خود ان آلات کی آواز ہی بھی مقصور ہوتی ہے، اگرچہ ان کے ذریعے سے کسی خاص کام کی بھی غل اُٹاری جائے۔ اور گراموفون کی آواز خود مقصور نہیں ہوتی بلکہ اصل ہی کا سماع مقصور ہوتا ہے، اس لیے اس کا کوئی ملای غرض اور مزامیر میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے فوڈوگرام کے شرعی احکام)

اس پوری کدو کاوش کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فوجدگان کے متعلق پیش آنے والے
صوبہ ذیل سوال کا مفروضہ ان کے دل نشیں جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

- ۱) گراموفون میں عام ناگ و مزامیر اور عورتوں کا نا وغیرہ سننا شرعاً کیسا ہے ؟
- ۲) کوئی مہاجن نظم یا نثر اس آلے کے ذریعے تغویاً سننا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟
- ۳) کسی ضروری اور مفید کام کو اس آلے کے ذریعے سے ضبط کر لینا اور پھر سننا جائز
ہے یا نہیں ؟

- ۴) گراموفون میں قرآن مجید سننا اور سننا جائز ہے یا نہیں ؟
- ۵) اس میں جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس کے وہی احکام ہیں جو عام تلاوت قرآن کے ہیں
یا کچھ اور ؟

- ۶) اس میں اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کر دی جائے تو سننے والوں پر مسجد لازم ہو گیا یا نہیں ؟
- ۷) اس کے جس پلیٹ (ریکارڈ) میں قرآن مجید کی کوئی صورت محفوظ ہو اس کو بلا ضرورت
جائز ہے یا نہیں ؟

آپ نے ٹیپ ریکارڈ کے شرعی احکام پر گراموفون کے بعض احکام سے اس کے مختلف
ہونے کی وجہ سے ایک مستقل بحث فرمائی ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”ٹیپ ریکارڈ مشین جو
حال میں عام ہوتی ہے اس کے ذریعہ ہر حکم کی آواز کا ریکارڈ ایک ریل ٹیپ پر محفوظ کر لیا جاتا
ہے۔ پھر یہ ٹیپ ریکارڈ جب چاہیں مشین پر چڑھا کر وہی آواز سنی جا سکتی ہے جیسے گراموفون کے
کے ریکارڈوں سے سنی جاتی ہے۔ گراموفون کی طرح یہاں بھی چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے
جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ مشین اپنی وضع اور عام استعمال میں کچھ گراموفون سے مختلف ہے
کہ گراموفون کا استعمال عام طور پر ہجو و لعب اور عرب کی مجلسوں میں تفریح طبع کے لیے ہوتا ہے، اس کی
مشین کا یہ حال نہیں، بلکہ عموماً اس کو مفید کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنی بد مذہباتی
سے گمانے بچانے میں استعمال کر لیتا ہو تو اس کی وجہ سے اس مشین کو اگر ہجو و لعب کے حکم میں نہیں دیکھا

لے جوابات کے لیے دیکھیے فوجدگان کے شرعی احکام صفحہ ۷۵۸ طبع آیت ہدیہ کے شرعی احکام

جاسکتا۔ جیسے اگر موفوں کو عموماً ابو و حسب میں استعمال ہونے کے سبب اس کو آکاتِ ہد کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ اس لیے اس میں پر تلاوت قرآن اور دوسرے منید مضامین کا پڑھنا اور اس میں مضمون کرنا جائز ہے۔ نیز ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ جو آیت مجددی جانی جاتے اس کے سننے سے بعد تلاوت واجب نہیں اور اس ٹیپ کا بلا و موقوف ہونا بھی جائز ہے۔ ۱۷

اسی طرح آپ کے فوٹو گرافی کے شرعی احکام پر مستقل کتاب تحریر کی ہے۔ جس میں آپ نے جائز اور بے جا کی تصویر کشی کے تمام پہلوؤں کو قرآن و حدیث، تعامل صحابہ و تابعین اور اقبالی ائمہ مجتہدین کی روشنی میں اجاگر فرمایا ہے۔ اس کا ایک جزو آکاتِ ہد کے شرعی احکام کے تحت بھی شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے اصل مسئلے پر بحث فرماتے ہوئے تھمذ پسندوں کے فوٹو گرافی کے جواز کے دلائل نقل کرنے کے بعد مرد لیل کا الگ الگ جواب تحریر فرمایا ہے۔ پوری بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں:

تیسری اتنی گزارش سے واضح ہو گیا کہ جو وجوہ کی بنا پر فوٹو گرافی اور فوٹو کو حلال اور جائز سمجھا جاسکتا تھا، ان میں سے ایک بھی قابلِ استدلال نہیں اور اس ضعیف بنیاد پر ایک حرم صریح کو حلال کر دینا، اتنی بڑی جسارت اور دیرری ہے کہ کسی خدا ترس مسلمان سے ممکن نہیں۔ بلکہ بلاشبہ اسی مضمون کی نیکر ہے جو کوالہ حدیث اور پر گوند چکا ہے کہ اس امت پر کچھ لوگ نام بدل کر شراب پیئیں گے :- بلاشبہ یہ بھی اسی طرح کی تصویر کا نام بدل کر اس کو حلال کرنا ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس جیسے عظیم سے بچائے :- ۱۸

اسی طرح آپ نے دہدے میں انگلش کا شرعی حکم تحریر فرماتے سے قبل ڈاکٹروں سے اس کی تحقیق کے بعد دلائل فقہیہ کی روشنی میں اس پر فتویٰ صادر فرمایا۔ آپ اسی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں جس سے آپ کے ماہرین سے تحقیق اور اس پر شرعی دلائل کی روشنی میں منکر کے جملہ پہلو نمایاں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے نیز تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انگلش

کے ذریعہ دوا جو فحش عروق میں پہنچانی جاتی ہے اور خون کے ساتھ شرانیں (شریانوں) یا اورفہ (اوریدوں) میں اس کا سرطان ہوتا ہے۔ جو فحش و مبالغہ یا جو فحش بطن میں دوا نہیں پہنچتی۔ اور فحش صوم کے لیے مفسر کا جو فحش و مبالغہ یا جو فحش بطن میں بذریعہ منفذ اصلی پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جو فحش میں یا عروق (شرانیں و اورفہ) کے جو فحش میں پہنچنا مفسد صوم نہیں۔ فقہاء کی عبادت میں دو طرح پر تقریباً بلکہ حقیقتہً اس دعویٰ کی تصریح کرتی ہیں۔ اول تو یہ کہ فقہائے زہم پر دوا ڈالنے کو مطلقاً مفسد نہیں فرمایا، بلکہ جالفہ یا تہ کی قید لگائی ہے کیونکہ انھیں دو قسموں کے زخموں سے دوا جو فحش و مبالغہ یا جو فحش بطن کے اندر پہنچتی ہے وہ نہ جہت عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہنچ جاتی ہے۔ دوسرے بہت سی جوئیات فقہیہ مسلمات فقہاء میں سے ایسی ہیں جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جو فحش بدن میں تو پہنچ گئی لیکن چونکہ جو فحش و مبالغہ یا جو فحش بطن میں نہیں پہنچتی، اس لیے اس کا مفسر و مفسد صوم ہوتا نہیں قرار دیا جیسے مرد کے پیشاب گاہ میں دوا یا تیل وغیرہ چڑھانے سے باتفاق اکثر علماء روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت نے کتب فقہ کی عبادتیں بڑی بسط و تفصیل سے پیش کی ہیں۔ لے آفت جدیدہ کے شرعی احکام میں حضرت مفتی صاحب نے انگلش کی ایک واضح نظیر بھی تحریر کی ہے جو مسئلہ مذکور کے سمجھنے میں بڑی مدد و معاون ہے اور ایک کم عقل شخص بھی پڑھ کر صورت مذکورہ کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رقمطراز ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ انگلش کا طریقہ ذہب و رسالت میں موجود تھا نہ انڈیہ فقہین کے زمانے میں، اس لیے اس کا کوئی سرچ حکم نہ تو کسی حدیث میں مل سکتا ہے نہ انڈیہ فقہی اصول و قواعد اور نظائر پر قیاس کے اس کا

حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ سو اس کی واضح مثال یہ ہے کہ اگر کسی کو پتھر یا سانپ کاٹ لے تو یہ مشاہدہ ہے کہ زہر بدن کے اندر جاتا ہے، سانپ کا زہر تو اکثر دماغ ہی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور بعض جانوروں کے کاٹنے سے بد بھول جاتا ہے جس سے زہر کا بدن کے اندر جانا یقینی ہو جاتا ہے، مگر دنیا کے کسی نفسیہ عالم نے اس کو مفید صوم نہیں قرار دیا۔ یہ انگلشٹن کی ایک واضح مثال ہے۔ بلکہ سنا یہ گیا ہے کہ انگلشٹن کی ایجاد ہی اس طرح ہوئی ہے کہ زہر بے جا کھانے کے کاٹنے کا تجربہ کرتے کرتے اسی نتیجے پر پہنچا گیا ہے کہ دوا کا قوی اثر اس طرح بدن میں پہنچایا جاسکتا ہے ۱۰

اسی طرح آپ نے ریڈیو پر تلاوت قرآن کریم سے متعلق احکام شرعیہ تحریر فرمائے ہیں۔ جو آپ سے قبل آپ لکھتے ہیں کہ ”ریڈیو عصر حاضر کی ایک ایسی ایجاد ہے جس کو اگر صحیح استعمال کیا جائے تو پوری دنیا کے لیے بڑی نعمت اور علمی، عقلی، اخلاقی تربیت کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن انہیں کہ جن ہاتھوں میں اس کا انتظام ہے انہوں نے اس کو مفید خلق بنانے کے بجائے فاسد تجارتی اغراض پر مقبول عوام بنانے کو ترجیح دی اور اسی لیے ہر اچھے بُرے مذاق کی تسکینیں کہ اس میں ضرورت سمجھ کر اس میں قصص و سرود اور فلمی گیت تک داخل کر دیئے، وہی دار مسلمانوں کی ترقی کے لیے اس میں تلاوت قرآن اور مختلف مضامین پر تقریریں، وغیرہ بھی شامل کر دیں۔“ اس تہدیک بعد موصوف نے عام طور پر پیش آنے والے سوالات کے جوابات تحریر کیے ہیں، جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ریڈیو پر تلاوت قرآن فی غصہ جائز ہے، لیکن تلاوت کرنے والے کے پیش نظر وہ لوگ ہونے چاہئیں جو آپ تلاوت کی رعایت کرتے ہوں اور ریڈیو پر تلاوت کا مصلوب لینا حرام ہے۔ البتہ اگر تلاوت کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ اور تفسیر بھی ہو تو پھر وہ تلاوت مجزوء نہ رہے گی۔ تعلیم کی حیثیت اختیار کرے گی، اس کا معاون لینا جائز ہوگا۔ یا ریڈیو کی ملازمت اختیار کرے۔

وہاں آنے والے اور وقت کی پابندی وغیرہ کی تنخواہ لے اور تلاوت کو خواب سمجھ کر کرے۔

۲۱) ریڈیو سے تلاوت قرآن سننا بھی جائز ہے بشرطیکہ آداب قرآن کی پوری پابندی کا پتہ چلے

۲۲) تیسرا سوال یہ ہے کہ قاری نے ریڈیو پر کوئی آیت سجدہ پڑھی تو سننے والوں پر سجدہ

تلاوت واجب ہوگا یا نہیں ؟

جواب میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ قضاہر ہے کہ یہ آدمی حال میں ایجاد ہوا ہے اس کا حکم مرتکب

الغفلہ میں تو کتب فقہیہ الفہم کی کتب و سنت میں ہو نہیں سکتا، قواعد و اصول و امثال و نظائر ہی سے

اس کا حکم دریافت کیا جا سکتا ہے ؟ آگے حضرت "کتب فقہیہ سے نظائر تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ

فقہاء کی مذکورہ بالا تصریحات سننے کے بعد مسئلہ زیر بحث پر غور کیا جائے تو

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ریڈیو یا اگر مکبر الصوت کی آواز بھی اگر مصنفی کا مثل صوت

صدی کے قرار دیا جائے تو اس کے ذریعہ آیت سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب

نہ ہو۔ اور اگر اس کو مکمل کی اصل آواز قرار دیا جائے تو سجدہ تلاوت واجب ہو۔

اب یہ بات کہ آواز اصل ہے یا مصنفی اس معاملے میں مسائل جدید کے ماہرین

کے اقوال خود مختلف ہیں بعض اس کو اصلی آواز قرار دیتے ہیں اور بعض مصنفی

کہتے ہیں جس کی مکمل تحقیق رسالہ مکبر الصوت میں مذکور ہے۔ اس لیے سجدہ تلاوت

کے باب میں احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ واجب قرار دیا جائے ؟

۴) اگلی نے ریڈیو پر اشکام علیکم کہہ دیا تو بعض نے قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واجب

کی ادائیگی اس طرح کہ سلام کرنے والے کو اس کا جواب معلوم ہو جائے سننے والے کی قدرت میں نہیں،

اس لیے وجوب جواب تو ساقط ہو جانا چاہیے، البتہ احتیاطاً جواب سلام دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ

یہ ایک گھر دُعا کا ہے اور دُعا غائبانہ بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم ریڈیو پر سلام کرنے سے اجتناب

کیا جائے۔ لے

اسی طرح حضرت مفتی صاحب نے ہوائی مذہب ہلال کی شرعی حیثیت پر فقہی دلائل اور

جدید ماہرین کی تحقیقات کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ کراچی میں ہلال رمضان پر بعض لوگوں نے ہوائی جہاز میں پرواز کر کے (چاند) دیکھنے کا اہتمام کیا اور اس مذہبیت کی بناء پر کراچی میں اذان کا اعلان ہوا۔ اس پر اطراف پاکستان اور ہندوستان وغیرہ سے مختلف قسم کے سوالات آئے اور اہل علم نے اس پر شکالات کا اظہار کیا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ ہوائی جہاز ہلال کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ اکابر جدیدہ یعنی دیوبند، ٹیلی فون ٹیلی وژن لائسنس، ٹیلی گرام وغیرہ کے ذریعہ آنے والی خبروں کا درجہ اور مقام کی شرعی حیثیت اور مریض کے بدن میں انسانی خون کا استعمال اور اس سے متعلق مسائل نیز پاپ مسٹم ٹیسٹوں کے پاک ناپاک ہونے کے احکام جدید تحقیقات کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں جن کی تفصیلات طوالت کے باعث نقل نہیں کی گئیں جو اکابر جدیدہ کے شرعی احکام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

فقہی کتب کی مزاولت اور ان پر عبور

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقہ کو کتب فقہ و فتاویٰ بار بار دیکھنے کی وجہ سے ان پر اس قدر عبور ہو گیا تھا کہ آپ اپنے عمر کے آخری ایام میں کتب فقہ کی مراجعت کے بغیر مشکل سے مشکل فتاویٰ کے جوابات تحریر فرما دیا کرتے تھے اور حالات کے زمانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سنے سوال پیش کر سنایا جاتا، آپ فرما کر جت اس کا جواب تحریر کر دیتے۔ استاذنا المکرم حضرت مولانا مولانا صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ

”مجھے ہونے مسائل میں اکثر مراجعت کی ضرورت پڑتی تھی، اکثر متعدد لغات لے کر حاضر ہوتا، سوال کا خلاصہ سناتا، اور اسے جواب مل جاتا، فتویٰ ہی دیر میں بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔ آپ کو لغات تو جواب ہر سوال کا مصداق پایا۔“

آپ سے علماء مشکل اور لایحل مسائل میں رجوع کرتے، آپ ان کی انہیں ہوائی گھٹیاں لکھاتے

یہی وجہ ہے کہ آپ کے فقہی کتب پر عبور ہونے کی بناء پر فقہی اصول مستحضر ہو گئے تھے اور بعض مرتبہ انہی اصول کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ احکام الفقہاء کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں جس سے آپ کے فقہی کتب کی نزاکت اور ان پر عبور کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اس رسالے کو صرف ایک دن میں اور وہ سفر میں مکمل فرمایا۔ فرماتے ہیں :-

یوں تو ہم سے رسالے معاملات کی کثرت ہرگز نہیں ہے اور ہوتی جاتی ہے جن میں قدر نماز، اشغال بعد جس کو قرآن میں ایک حیثیت سے بہت پرستی کے برابر قرار دیا ہے۔ اس لیے دل میں تھا کہ قدر کے متعلق قرآن و حدیث کی وحید میں اور اس کے موجد احکام رسالے کی صورت میں پیش کر دینے چاہیں۔ اتفاقاً شعبان ۱۲۸۵ھ میں مجھے کراچی سے لاہور کا سفر کرنا ہوا۔ اور یہاں اتفاق طور پر چند روز قیام کرنا پڑا۔ اس فرصت میں اس مسئلے کا خیال آیا اور برغیر عذر و عین مولوی محمد زکی مسلمان ناظم ادارہ اسلامیات لاہور سے اس کا ذکر آیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس وقت یہ رسالہ لکھ دیا جائے۔ بنام خدائے تعالیٰ قلم اٹھایا اور بوقت تعالیٰ یکم شعبان ۱۲۸۵ھ شنبہ کو ایک ہی دن میں یہ رسالہ مکمل ہو گیا۔ اللہ اس کو ہم سب مسلمانوں کے لیے نافع و مفید بناویں۔ آمین

بندہ محمد شفیع خٹاوند یکم شعبان ۱۲۸۵ھ

اسی طرح آپ نے اپنی تالیف سنت و بدعت صرف دو دن میں مکمل فرمائی۔ آپ ہی کا کتب

کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

بنام خدائے تعالیٰ (اس کو) شروع کیا تو دو روز میں بوقت تعالیٰ یہ زیر نظر رسالہ

تیار ہو گیا :-

۱۔ احکام الفقہاء مطبوعہ مطبوعہ کراچی

۲۔ سنت و بدعت مطبوعہ - مطبوعہ کراچی

نیز تنفیح العقال فی تصحیح الاستقبال جس میں سمت قبلہ سے متعلق علامہ مشرقی کی پیدا کردہ تشکیلات کا واضح جواب اور اس مسئلے کی مثبت انداز میں مکمل تحقیق ہے، جو آپ نے چند گھنٹوں میں تحریر فرمایا۔
رسالہ تھنوی جواب سید مقبول حسین صاحب دہلوی، جہانگیر آباد کے استفتاء، متعلق سمت قبلہ کا جواب ہے۔ اس رسالے کے بارے میں حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ

”اس کا جواب اتفاقاً کہیں قدر مفصل لکھا گیا۔ موصوف دہلوی صاحب نے یہ جواب سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت والا دامت فضائلہم و فواضلہم نے اس کو پسند فرما کر اس کا نام بھی تنفیح العقال فی تصحیح الاستقبال تجویز فرمایا۔ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ ایک بے مایہ طالب علم کی محنت کے ساتھ چند گھنٹوں میں لکھی ہوئی تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔“

رسالے کے بارے میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی تحریر ملاحظہ ہو :-
بعد الحمد والصلوة، میر نے اس فتوے کو دیکھا۔ مسئلہ زیر بحث میں کافی وافی پایا جس سے عرفاً متفق ہوں اور سہولت تعمیر کے لیے اس کو تنفیح العقال فی تصحیح الاستقبال سے منقلب کرتا ہوں۔“

کتبہ اشرف علیٰ خلقہ ۳، بیچ الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

آپ کی کتب فقہ میں ہدایت نامہ اور کامل جہود کی بناء پر دیگر جید علماء کے علاوہ آپ کے شیخ و مرشد مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ بھی آپ سے مشکل اور فنی مسائل میں مراجعت فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب اسی نوعیت کے ایک سوال و جواب پر جو دارالم و دائرہ کے وقت کے متعلق ہے، ذیل میں حاشیہ دے کر تحریر فرماتے ہیں :-

یہ سوال حضرت مجدد الملت حکیم الامت سیدی و مرشدی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کا ہے جس پر لکھنے کی جرات مجھ کو ہی بجا لگتی ہے

بادجو حضرت ہی کے الطاف و مکارم کی بنا پر ہو سکی، ورنہ

کہاں میں بد کہاں یہ تنگست گل !

حضرت والاقدس سرہ نے اس جواب پر تصدیق بھی بالفاظِ خازنِ حق فرما کر اس ناکلہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں ان کلمات کو آئندہ کے لیے ذلیل نیک اور باعثِ بہت بکھر کر نقل کرتا ہوں۔ ورنہ اس کی نقل بھی دشوار ہے۔

”السلام علیکم۔ دوسریں ہوئیں اور دھڑکیں باغز سا بنیں، ایک شبہ کا ازالہ، دوسرے یعنی نکلے سے دین کی صحیح خدمت کرنے والے کا مشاہدہ، جس سے امید بندھ گئی کہ انشاء اللہ امت کے دست گیر بھی باقی رہیں گے۔ دل سے دعا، برکتِ ظاہرہ و باطنی کی کرتا ہوں۔“

اشرف علی ازہد یاد بھون لے

امت کے لیے رخصت و سہولت کا خیال

یہ عظیم ہستی، اکابرین و اسلاف کی آخری یادگار، جس نے کرب و بے چینی کے عالم میں بھی ہولیت پر عمل کیا اور سخت ترین بیماری کی حالت میں بھی اکثر و بیشتر غمزدگی باوجود لواحقین۔ ستارہِ عزم مولانا عاشق الہی صاحب مدظلہم کی یہ بات ہم گزشتہ صفحات میں بھی لکھ چکے ہیں کہ ایک مرتبہ رفیقِ خلقی صاحب درجہِ اولیٰ حضرت تحفیف میں مبتلا تھے۔ مولانا موصوفہ قطارِ ہر کہ لکھ سے دریافت فرمایا کہ تنہا کرنے کی گنجائش ہے؟ میرے نزدیک نہ تھی لیکن تحفیف اس قدر شدید تھی کہ میں یہ کہنے کی ہمت نہ کر سکا کہ وضو کرنا لازم ہے۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر میں چلا آیا۔ حضرت درجہِ اولیٰ نے صبر فرمایا کہ وضو کے بغیر چارہ نہیں، چنانچہ وضو کر کے نماز ادا فرمائی اور مسجد میں مجھ سے فرمایا کہ میں نے وضو کر لیا تھا۔

اس کے برخلاف دوسروں کے لیے تسہیل کا یہ عالم ہے کہ اگر سنے میں جواز کی کوئی گنجائش

نہیں ہے تو آپ امت کی سہولت کی خاطر اصل مسئلے کا جواب لکھنے کے بعد اس کا کوئی حیلہ مجاز تحریر فرمادیتے، تاکہ لوگ تنگی اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی نوعیت کے ایک سوال کے جواب میں جو بہر مشاع سے متعلق ہے آپ تحریر فرماتے ہیں :-

الجواب : قال في الدر المختار، ولذا يشترط فيه (أي في عرض الهبة) شرائط الهبة كقبض وانفraz وعدم مشيوع ولو العوض مجانسا أو ليسا (أي في باب الرجوع في الهبة) مفوض، وذلك في البحر الرائق من الرجوع في الهبة ص ۲۹۲ ج ۷ - ويشار بقوله فتقنه لئلا يشترط في العوض شرائط الهبة من القبض والانفraz - عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر ہبہ میں جو شیوع مانع ہے۔ لہذا صورت ہر مذکورہ سوال جائز نہیں۔ البتہ ایک حیلے سے جائز ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جائیداد مشترکہ کو موجب ہبا کے ہاتھ فروخت کر دی جائے اور جب بیع تمام ہو جائے تو پھر ان کو اس کی قیمت سے بری کر دیا جائے۔ کذا ذکرہ الشافعی فی کتاب الهبة - فقط -

مقامیت اہرام کے سلسلے میں ہندو پاکستان سے جانے والے بکری ملازمین کے لیے علماء ہجر نے جہد سے اہرام باندھنے کو ناجائز و مجہودم قرار دیا۔ اس کے برخلاف حضرت مفتی صاحب نے بکری مسافروں کے لیے اس کو ترجیح دی کہ جہد تک اہرام کو نو فرکنا اور جہد سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے۔ اس سے دم لازم آتا ہے۔ جو تسہیل امت کی میں دلیل ہے۔

اسی طرح آپ نے حج بدل کرنے والے کے لیے ملا علی قاریؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کے خلاف قیض کرنے کی گنجائش دی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

”اگرچہ میں حیث الدلیل و الجمال اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں اکبر کی اجازت سے قرآن اور قیض دونوں جائز ہیں اور فقہاء متاخرین میں صاحب لباب اس کے حاشیہ حباب و فروہ میں اسی کو اختیار بھی کیا گیا ہے۔ مگر ملا علی قاریؒ اور حضرت گنگوہیؒ قدس سرہما کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ قیض کو باطل قرار

بھی جائز قرار نہیں دیتے۔ معاملہ اولے فرض کا بازگ ہے اس لیے احتیاطاً اذرا ہے جہاں تک ممکن ہو ریح بدل میں اذرا یا قرآن کیا جائے، قیض ذکر کریں۔ لیکن اس زمانے میں ریح و عموہ کرنے میں عام آدمی آذرا نہیں کر جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں اور طوں احرام سے بچنے کے لیے ایام ریح کے بالکل قریب سفر کریں۔ ہر طرف حکومتی کی پابندیوں شدید ہیں اس لیے اگر کسی ریح بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے پتے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طوں میں واجب بات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لیے قیض کر لینے کی بھی گنجائش ہے۔^۱ وائیں ہمارے دعا علیہ السلام

نیز ریح بدل کے ایک اور مسئلے میں جس میں علماء کا اختلاف ہے، آپ نے اس میں سے ہوں واسیل کو اختیار فرمایا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص پر پہلے سے ریح فرض نہیں تھا، اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے ریح بدل پر چلا گیا اور اسی کی طرف سے احرام باندھ کر مکہ منظر میں داخل ہوا تو بیت اللہ کے پاس پہنچنے سے اس کے ذمے اپنا ریح فرض نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا ہے کہ دوسرے کی طرف سے احرام باندھنے کی بناء پر اپنا ریح کرنے پر اس کو قدرت نہیں۔ اور وائیں کے بعد غریب ہونے کی بناء دوبارہ جانے کی قدرت نہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اگرچہ اس کے وقت پہلے سے ریح فرض نہیں تھا مگر بیت اللہ کو دیکھنے سے اس پر ریح فرض ہو گیا اس لیے اس پر لازم ہے کہ سال بھر وہی ظہرے اور اگلے سال اپنا ریح کر کے وائیں آئے۔ وغیرہ

آج کل چونکہ نہ قیام طویل اختیار میں ہے، نہ اس کے وسائل اختیار میں، اس لیے پہلے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، بحیثیت دلیل بھی وہی راجح معلوم ہوتا ہے۔^۲

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امت کی رخصت و مسہدات کے لیے بغضات مذہبہ خفیہ کے علاوہ دوسرے مذاہب بہ فتوے صادر فرمائے تاکہ لوگ تنگی اور بد حالی میں مبتلا ہو کر کہیں دین سے ہزار نہ ہجوائیں۔ حیلہ ناجوہ۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں آپ نے اپنے شیخ و مرآت و ہدایت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر کام کیا اور اس کی تحقیق و سعی فرمائی تفصیلات

جملہ ناجورہ میں دلچسپی جاسکتی ہیں۔

نیز آپ نے علماء کی تہلیل کیلئے دوسرے مذاہب پر فتویٰ دینے کے حدود کے موضوع پر ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا، اس کی ابتدائی تہذیب بھی لکھ دی تھی اور اس کے پانچ مختلف کتب سے آپ نے اس موضوع سے متعلق مہارات کے حوالے بھی جمع فرمائے تھے، انہیں کو موصوفت اس کی تکمیل نہ فرما سکے :۔

اس طرح حضرت والا مسائل کی سہولت کے پیش نظر، علمی سوال کا جواب علمی میں اور فاری سوال کا جواب فاری زبان ہی میں تحریر فرمادیتے، تاکہ مسائل کو دشواری و پریشانی نہ ہو، جن کی بے شمار مثالیں نظام اہل الفتن اور جاہل لغت میں دلچسپی جاسکتی ہیں۔

فقہی مشاورت کا قیام اور اس میں شرکت

حضرت مفتی صاحب قدس سرہا اپنے رسالہ اعطاء انسان کی بیوند کلاسی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "فقہی مسائل میں اجتماعی فکر و فکر کا سلسلہ قرونِ اولیٰ سے چلا آتا ہے۔ جن مسائل میں قرآن و سنت کے اندر کوئی ضرر محسوس نہیں ہے، ان میں قرآن و سنت ہی کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق احکام تحریر و ملام کرنے کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذریعہ وایت نامہ دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجھانے جس کا حکم قرآن و سنت میں مذکور نہیں تو اس میں ہمارے لیے کیا روشا ہے؟ آپ نے فرمایا،

شاوروا الفقہاء والعابدین ولا تفتنوا
فہدوا لیاخاصۃ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوطار)
وہدالہ موثقون من اہل الصحیح
کذا فی مجمع الزوائد للہبیشی
اس میں فقہاء اور عابدین سے مشورہ کر کے کوئی
ہدایت قائم کرو، انفرادی رائے کو نافذ نہ کرو۔ (۱۰)
حدیث طبرانی نے مجملہ اوساط میں روایت کی ہے۔
اہم حدیث حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس حدیث کے
سبب دہائی مستند الحدیث کے رجال ہیں۔

اس حدیث کے معنیات پر عمل کرتے ہوئے مختلف زمانوں میں علماء امت کا یہ طریقہ بنا
 چکا کہ وہ نئے پیش آنے والے احکام دینیہ خصوصاً اجتماعی نوعیت کے مسائل میں باہمی غور و فکر مشورہ
 اور بحث و تمحیص کے بعد کوئی فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عمل بھی اسی پر تھا۔ فقہی مسائل
 کی تحقیق کے لیے انھوں نے ماہر فقہاء، ماہدین کی جو مجلس بنائی ہوئی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا۔
 مغربی حکومت کے دور میں "قادی مالگیریہ" جیسی عظیم الشان کتاب بھی اسی طرح مرتب ہوئی۔ آخر
 دور میں حکیم دولت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا طریق کار بھی یہ تھا کہ نئے پیش آنے
 والے مسائل میں، بالخصوص ان مسائل میں جو مالگیریہ اور اجتماعی نوعیت کے حامل ہوں، شخص اپنی افوازی طائے
 پر اعتماد فرمانے کے بجائے وقت کے ماہر فقہاء، ماہدین سے مشورہ فرماتے تھے اور موافق و مخالف
 تمام پہلو سامنے آنے کے بعد کوئی فتویٰ دیتے تھے۔ نئے فقہی مسائل کی تحقیقات کے لیے آپ نے
 حوادث الفتویٰ کے نام سے ایک مستقل سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور ان میں سے بیشتر مسائل میں
 آپ کا طریق کار یہی تھا۔ عورتوں کے مصائب و شکوات کو دور کرنے کے لیے الحلیۃ الناجزہ بھی اسی
 طرح تصنیف ہوئی جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے تفقہ اور دینی بصیرت کا نتیجہ ہے۔

یوں تو زندگی "ہر دم سوال و مجاہد" ہے اور ہر نیا نیا دلچسپ سا نئے مسائل اور نئے حالات
 لے کر آتا ہے، لیکن خاص طور سے شہین کی اوجھار کے بعد سے حالات نے جو پٹا دکھایا ہے اس نئے فنگی
 کا کوئی گوشہ ساز ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیاں پیدا
 کی ہیں اور ہر علم و فن میں نئے مسائل پیدا کر کے تحقیق و تفتیش کے نئے میدان کھولے ہیں۔ اسی فنگی میں
 ایسے بیشتر فقہی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا صریح حکم قرآن و سنت یا فقہانے امت کے کلام میں
 موجود نہیں اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں تحقیق و نظر کی ضرورت ہے
 اسی وجہ سے آج "شاوہد الفقہاء والعاہدین" کے ارشاد و حدیث پر عمل کرنے کی ضرورت مثلاً
 پچھلے عام زنا زانی سے زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ عالم اسلام کے جلیقہ
 فقہاء، ماہدین، جہن کی فقہی بصیرت، علم و عمل، تمدنی و تقویٰ اور معاملہ فہمی پر مبنی امت اسلامیہ کو
 اعتماد ہو، مشترک طور سے ان مسائل پر غور و فکر کریں، لیکن آج جو عالم اسلام جی سیاسی اور معاشرتی
 الجھنوں میں گرفتار ہے، اس کے پیش نظر ایہ بات ملکن نظر نہیں آتی۔ بحالات موجودہ علماء کے ہاتھ میں

لئے مسائل بھی نہیں ہیں کہ وہ ایک ہی ملک کے "فقہاء علیہین" کو بھیج کر کے کام انجام دے سکیں۔
لیکن حالاً پندرہ کھ لاکھ لاکھ کے پیش نظر صرف کراچی کے علماء نے اس کام کے
لیے ایک غیر رسمی جماعت بنائی ہوئی ہے، جس میں کراچی کے تین ممتاز دینی دس گاہوں دارالعلوم کراچی
مدیر و سربراہان اور اشرف المدارس باطلیم آبلو کراچی کے ماہر اہل فتویٰ شریک ہیں۔ یہ جماعت
ابھی تک عام جماعتوں کی سرگما پابندیوں اور عہدہ و منصب کے ضابطوں سے بے نیاز نہایت سادگی
کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ سینوں اداروں کے اہل علم و فتویٰ وقتاً فوقتاً مل کر بیٹھتے ہیں
نئے مسائل پر غور و فکر اور بحث و قیاس کرتے ہیں، مسئلے کے تمام گوشوں کا غور و انداز کی کما حقہ عطا
ہوتا ہے اور ہر شخص خوب کھل کر اپنی رائے پیش کرتا ہے اور جب کوئی مسئلہ طے ہو جاتا ہے تو اس کو
دلائل کے ساتھ گھم لیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ مجلس کئی فقہی مسائل طے کر چکی ہے، جو ائمہ الشریعہ رفتہ رفتہ شاخ کے چاہیں گے۔
فی الحال مجلس کو حق دینے اور تبادلاً "اعضاء اضافی" کا مسئلہ شاخ کیا جا رہا ہے، جس کے لیے ملک و
بروز ملک کے اہل فتویٰ کے پاس سوال و جواب کی ان کی تحقیقات بھی بھیجی گئی اور باہم بحث و
کے بعد سے آخری مرتب کیا ہے۔ دو کمرے طے شدہ مسائل میں نیز زندگی، بے شہر کی بخاری پر روایت
فتوہ اور اس کے سود کے احکام، مہارتیج، مشینیں ذبحہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو بھی اسی طرح شائع
کیا جائے گا اور ملک و بیرون ملک کے اہل فتویٰ کے پاس بالخصوص بھیجا جائے گا۔ اگر کسی طرف
سے کوئی مؤثر تحقیق ان کے خلاف میں آئی تو اس پر غور و فکر کے بعد بطور ضمیر شاخ کر دیا جائے گا
اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو مفید اور نافع بنائے اور اپنے ان بندوں کو راہ و صواب کی ہدایت فرمائے
جو اس کی موفیات کی تلاش و جستجو کرنا چاہتے ہیں۔ ہو حسبی و نعم الوکیل

اب تقریباً تمام مذکورہ مسائل شاخ ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض مستقل طور پر شاخ ہونے
ہیں اور بعض کو ابراہیمہ کا جوہر بنا کر شاخ کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ حضرت مفتی صاحب کی قائم کردہ
مجلس مشاورت اب تک قائم ہے اور اسی طرح یہ غیر رسمی جماعت نہایت سادگی اور حسن و خوبی
کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہی ہے!

دارالعلوم کراچی میں دارالافتاء کا قیام اور تخصص فی الفقہ کے شعبہ کا احیاء

شعبان ۱۳۷۸ھ میں نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں صرف ایک استاذ اور چند طلباء سے محلہ نانک داڑھ کی ایک عمارت میں مدرسہ مطہرہ قائم ہوا جس کو دارالعلوم کراچی کہا جاتا ہے۔ اس کام کزی مقام کو رنجی ٹاؤن ہے۔ اور قیام دارالعلوم کے ساتھ شعبہ افتاء بھی قائم کیا گیا، جو دارالعلوم کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے جس سے سلاز ہزاروں فتاویٰ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، ایران، عرب، افریقہ، برازیل، انگلہ اور دوسرے ملک میں جاتے ہیں۔ اور خود شہر کراچی میں زبانی اور تحریری سوالات کی تعداد اتنی ہے کہ شعبہ دوز اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

دارالعلوم کا تعلیمی دائرہ تو صرف ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو دارالعلوم میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کریں، لیکن اس شعبے کا فیض ہر ملک کے ہر مسلمان حاضر و غائب کے لیے عام ہے اور دارالعلوم کی خدا دلہ مقبولیت کے سبب عام مسلمانوں کا اس طرف رجوع ہے جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس شعبے کی پوری ذمہ داری باوجود شہانہ روزہ مشفقہ کے برادر امت صدر دیوبانی دارالعلوم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے لی ہوئی ہے، جن کو دنیائے اسلام کے ذامد مکہ دارالعلوم مدینہ میں پندرہ سال تک اکابر طہائے امت کے زیر سایہ ذمہ دارانہ طور پر فتاویٰ کی خدمت کرنے اور تقریباً تیس چالیس ہزار فتاویٰ اس زمانے میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کی وجہ سے ایک عالم گیر شہرت اور خدا دلہ مقبولیت حاصل ہے۔ مفتی صاحب موصوف دارالعلوم سے پہلے بھی کراچی میں جس جگہ رہے آپ کا مکان ہمیشہ ایک دارالافتاء بنا رہتا تھا۔ مگر انہیں ہے کہ اس زمانے کے فتاویٰ کی نقل رکھنے کا کوئی اہتمام نہ ہو سکا۔ قیام دارالعلوم کے بعد بحمد اللہ اس کو ایک مستقل شعبے کی حیثیت دے کر نقل و کتابت کا انتظام کیا گیا، ایک مستقل نائب مفتی رکھے گئے۔ یہ نقل شدہ فتاویٰ کسی وقت ایک بہت بڑا جلی سربلہ ہو جائے گا۔ اختتام سالانہ انکب جو فتاویٰ درج رجسٹر ہوتے، ان کی تعداد بے شمار ہے۔ زبانی فتاویٰ اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد اس سے کم نہیں ہوگی کیونکہ اس کا سلسلہ دن رات ٹیلی فون کے ذریعہ بھی جاری رہتا ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ کوئی مقامی حضرت زبانی یا تحریری طور پر مسائل

دریافت کرتے ہیں انہیں زبانی یا تحریری جواب دے دیا جاتا ہے اور جو بیرونی حضرات جوابی کاغذ یا الفاظ ارسال کرتے ہیں انہیں بذریعہ ڈاک جواب دے دیا جاتا ہے۔ یہ شعبہ دارالافتاء ابتدائاً ہنگ کانگری کی عمارت کے ایک چھوٹے سے کمرے میں قائم کیا گیا تھا، اس کے بعد مرکزی مقام کورنگی میں حضرت مفتی رضا کے منتقل ہو جانے کے بعد آپ کے ساتھ شعبہ دارالافتاء کو بھی وہاں منتقل کر دیا گیا اور ہنگ کانگری آپ کے زیر نگرانی ایک نائب مفتی مقرر کر دیا گیا۔ ۱۷

تخصّص فی الفقہ

اہل علم سے مفتی نہیں کو فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے۔ صرف کتب متداول پڑھ لینے سے یا کسی دس گنا سے فارغ ہو جانے سے یہ فن حاصل نہیں ہوتا، بلکہ فراغت کے بعد اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کسی ماہر مفتی کی سرپرستی میں فتویٰ نویسی کے اصول اور اس کا تجربہ حاصل کیا جائے۔ مفتی غرض سے مثال مشعل سے دارالعلوم کراچی میں شعبہ تخصّص فی الفقہ وافتاء کا باقاعدہ آغاز کیا گیا اگرچہ اس سے قبل بھی دارالعلوم میں قریب اٹھ کاکام کسی خاص اہتمام کے بغیر کرایا جاتا رہا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ شعبہ تخصّص میں طلباء کے کام کی مدت دو سال ہے۔ پہلے سال چھ پہلے پڑھائے جاتے ہیں اور دوسرے سال سات پہچے۔

سال اول

پہلا پرچہ ————— اصول فقہ

کتبہ ردی - الاحکام فی اصول الاحکام للآئمہ (۱) (قسم ثلث فی البیاری الفقہیہ والاحکام الشرعیہ - از صفہ ام ۱۴۰۵ھ - جلد اول)

کتبہ خطائہ - (۱) شرح جہنمات المسکون (مبہت الاحکام - ۱۳۰۱ھ) الاحکام فی اصول الاحکام (مبہت الاحکام - ۱۳۰۱ھ) قسم ثلث و مبہت فتاویٰ (۱۳۰۱ھ) الموافقات للشاطبی (اولین)

دوسرا پرچہ ————— اصول فتویٰ

۱۷ شعبہ تخصّص اسلام آباد دارالعلوم کراچی۔ شعبہ دارالافتاء

کتب درسی :- مقدمہ اللہ الخازن باعانت ثانی ص ۱۲۴ شرح فقہود رسم الفتی لابن عابدین۔

۳۱ الاحکام فی اصول الاحکام للآدی (العقودۃ الخازن فی التہدیر والاقوال المفتیین

والمفتیین از صفحہ ۱۳۷ جلد سوم تا آخر کتاب)

کتب مطالعہ :- الفتوی فی الاسام الشیخ جمال الدین العاصمی (۱۶ معین العقائد والمفتیین ۳۱)

نشر العرف لابن عابدین۔

تیسرا پرچہ ————— فقہ و فتویٰ

کتب مطالعہ :- (۱۱) الفتاویٰ الخیرۃ یا مجمع الخلد ص ۱۲۱ امداد الفتاویٰ (کامل) (۳۱) فستلوی

دارالعلوم (کامل) (۳۰) فتاویٰ رشیدیہ (کامل)

چوتھا پرچہ ————— تاریخ فقہ

کتب مطالعہ :- (۱۱) مقدمہ ابن خلدون (مباحث متعلقہ تفسیر، حدیث، فقہ و اصول) (۳۱) مقدمہ

نصب الزاویہ للشیخ الخیر (۳۱) الفوائد الجہتہ للشیخ عبدالحی

پانچواں پرچہ ————— تقریر الفتا

فتویٰ فزین امداس دوران تمام کتب فقہ و حدیث سے حسب ضرورت استفادہ۔

چھٹا پرچہ ————— معاشیات

عید حاضر کے معاشیات اور حوادث الفتاویٰ سے واقفیت کے لیے معاشیات کا حصہ

درسا بطور تکرار پڑھایا جائے گا، جو فقہ سے متعلق ہے۔ فتوئات درج ذیل ہیں :-

دولت، اس کی پیدائش، تقسیم اور مبادلہ، نظام زر، بنگاری، انراط و تنزیط۔

مالیات عامہ، بین الاقوامی تجارت، قانونی معاہدہ، شرکت، کمپنی، دست بیوتا

قابل انتقال۔

سابع دوم

پہلا پرچہ ————— اصول فقہ

کتب تدریس :- (۱) الاشیاء والنقار (ضمن الاول فی القواعد) باعانت حموی

کتب مطالعہ :- (۱) تجلۃ الاحکام العودلیہ (حصۃ القواعد) (۳۱) تخیض لاقتسام للشاطبی (۲۸)

(الاجلہ فی مضامین التدریج)

فہرست پرچہ ————— فقہ و فرائض

کتاب مطالعہ - (الاشیاء والظاہر (از لجنہ ثانی تا آخر) باعانت حموی (۱۲) جلد الاکھم الحدیثہ
(حصہ قوانین)

تیسرا پرچہ ————— فقہ فقہ و قوانین ہدیدیہ

کتاب مطالعہ - (المقارنات التشریعیۃ (۱۲) التشریح الخبالی الاسلامی

چہارم پرچہ ————— قرین افتاء

صحب سابق

پانچواں پرچہ ————— فقہی مقالہ

فقہ یا اصول فقہ کے کسی موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ - یا فتاویٰ کے کسی نمبر کی ترتیب،
تجویز، تجرید یا تہذیب -

چھٹا پرچہ ————— قانون

دس شکل تقاریر - (۱) اصول قانون جدید مع نصفت - (۲) قانون شہادت - (۳) قانون استعانت
جانعاد -

مطالعہ - (۱) قانون بیع مال (۲) قانون امانت (۳) قانون دادرسی خاص (۴) قانون ثلوث -
اس کے علاوہ سال دوم میں ایک تقریری امتحان بھی ہو گا، جس میں ثلوث افتاویٰ کی
معلومات کی بطور خاص جانچ کی جائے گی۔

اساتذہ

یہ شعبہ براہ راست حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی نگرانی میں ہے جو بعض اہم اسباق
خود چمکانے کے علاوہ قرین افتاء کا کام بھی خود ہی کراتے ہیں۔ آپ کے علاوہ دارالعلوم کے بعض ماہر
اساتذہ اپنے زیادہ اوقات اسی شعبے میں صرف کرتے ہیں اور تدریس کے علاوہ طلباء کے مطالعہ کی
نگرانی، ان کی مشکلات کے حل اور فتویٰ نویسی و مقالہ نگاری میں ان کی مکمل رہنمائی کریں گے۔

شرائط داخلہ

- (۱) اس شے کے لیے صرف وہ طلباء اپنی درخواستیں پیش کریں جو۔
- (الف) کسی معروف دینی درس گاہ سے اعلیٰ درجے میں فارغ التحصیل ہوں۔
- (ب) اورو تحریر وانشاء کی ایسی صلاحیت کے حامل ہوں۔
- (ج) افتادہ اصول فقہ میں خصوصی استعداد و مہارت رکھتے ہوں۔
- (۲) تقریری امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتابوں میں لیا جائے گا۔
- بیضاوی یا ہلالین۔ گنجۂ نوری۔ ہدایہ کامل۔ شرح مختار۔ مختصر المعانی۔
- مقالات قریری۔ سلم العلوم اور میبذی۔
- اس کے علاوہ اردو تحریر وانشاء کی صلاحیت کا بھی امتحان کیا جائے گا۔

وظیفہ

جو طلباء امتحان داخلہ میں کامیاب ہو کر اس شے میں داخل ہوں گے انھیں فراغت تک پچاس روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا انصاب مخصوص میں مشورے میں ترسیم و اضافہ کیا گیا۔ ترسیم شدہ انصاب حسب ذیل ہے، جسے مشورے کے مطابق جاری کیا گیا۔ جو اب تک جاری ہے۔

سال اول

پہلی سہ ماہی :- مطالعہ (۱) اندوۃ الفتاویٰ کامل (۲) فتاویٰ رشیدیہ کامل

دوسری سہ ماہی :- مطالعہ (۱) مقدمۃ اندوۃ الفتاویٰ و رد المحتار (۲) شرح فقہ ربیع المفتی (۳) الاحکام فی اصول الاحکام (القاعدۃ الارشادیۃ فی المعتمدین و احوال الغائبین المستغنی

از صفحہ ۳۹ جلد سوم تا آخر کتاب)۔ (۴) الفتویٰ فی الاسلام (الفتح جمال الدینی قلمی

(۵) الفتاویٰ الخیریہ۔

تیسری سہ ماہی :- مطالعہ (۱) اندوۃ الغائبین کامل (۲) مسائل فقہیہ (فہرست مشورے سے تیار کی

جانے گی۔ (۳۱) مقدمہ نصب الرایہ الشیخ المکثوری (۱)۔ (۴۱) سراوی مع القرمی و قرین افکار (دوسرا)۔
نوٹ: تصوف کی ایک کتاب دونوں سالوں میں جاری رہے گی جو حضرت مفتی صاحب دوسرا چھوڑی
کے علاوہ ازہر تصوف السبیل اور تعلیم الدینی کا مطالعہ خود کریں گے۔

سال دوم

پہلی سہ ماہی: (۱) تالیس النظر (مطالعہ)۔ (۲) تفتیش الاعتصام فی طب (الابلاغ فی مفار
الابتداء (مطالعہ)۔ (۳) معین الاحکام (مطالعہ)۔ (۴) فتویٰ نویسی۔
دوسری سہ ماہی: (۱) الاشباہ والنظائر (از مفتی ثانی تا آخر)۔ (۲) مشتق غریب نویسی۔
تیسری سہ ماہی: (۱) فقہی مقالہ مع فتویٰ نویسی۔

تحفہ فی الفقہ مستفید ہونے والے طلباء

حسب ذیل طلباء نے اس شعبے سے استفادہ کیا، جن میں سے بعض طلباء نے مذکورہ دوسرا
نصاب کی تکمیل سے قبل ہی اپنے بعض اعداد کی بنا پر دارالعلوم کراچی سے چلے گئے اور بعض نے
دوبارہ دیکھی کے ساتھ اس شعبے میں کام کیا اور پورے دوسرا نصاب کی تکمیل کی۔

۱۳۸۵ھ

(۱) مولوی محمد یوسف چانگانی (۵) مولوی محبت اللہ ارکانی

(۲) - احرار الزمان (۶) - محمد رفیع عثمانی

(۳) - محمد امین کوٹوالی (۷) - محمد تعفی عثمانی

(۴) - عبد اللہ ارکانی (۸) - جمال الدین سندھی

۱۳۸۶ھ

(۱) مولوی عبداللطیف ڈیروی (۵) مولوی پیرو خان

(۲) - بحر العلوم (۶) - محمد مدثر

(۳) - محمد حسین (۷) - منیر احمد

(۴) - احرار الزمان (۸) - اکبر علی

۱۳۸۲ھ

(۱) مولوی منیر احمد

۱۳۸۳ھ

(۱) مولوی عبدالباقی

(۵) مولوی عبدالقادر ہزاروی

(۲) عبدالعزیز

(۶) محمد عبدالقادر

(۳) حبیب الرحمن

(۷) نور محمد

۱۳۸۶ھ

(۱) مولوی حبیب الرحمن ہزاروی

(۲) مولوی عبدالصمد ہزاروی

۱۳۸۷ھ

(۱) مولوی شہناز بی عبدالرحمن کوٹلی

(۲) مولوی محمد حبیب اللہ جھنگوی

۱۳۸۹ھ

(۱) مولوی عبدالظاہر انصاری

(۳) مولوی محمد عبدالحمید ڈھاکوی

(۲) جلال الدین ایرانی

(۵) عبدالرشید سراوانی

(۳) خان محمد سراوانی

(۶) محمد عبدالمتان فریدپوری

۱۳۹۱ھ

(۱) مولوی امین اللہ سواتی

(۶) مولوی محمد حفیز احمد کٹانی

(۲) محمد رفیق ڈھاکوی

(۷) عبدالغنی ایرانی

(۳) سراج الدین اکیانی

(۸) عبدالرؤف سکھری

(۴) محمد صادق الاسلام کٹانی

(۹) غلام محمد قندھاری

(۵) محمد اشرف عثمانی

۱۳۹۳ھ

(۱) مولوی عبدالملک کراچی

(۳) مولوی عبدالغفور کراچی

(۲) محمد عبدالغفور اربکانی

(۴) محمد ظاہر شاہ چیمبرہ الی

- (۵) مولوی رحمت کریم سرحدی (۷) مولوی شفیق احمد کراچی
 (۶) رفیق احمد کراچی (۸) سراج الدین کراچی
۱۳۹۳ھ
 (۱۱) مولوی امین اشرف کراچی (۲) مولوی صبار دانش حسید آبادی
۱۳۹۵ھ
 (۱۱) مولوی منیب احمد کراچی
۱۳۹۶ھ
 (۱) مولوی نعمت اللہ چترال (۳) مولوی محمد اسلم
 (۲) انصار رضا
۱۳۹۷ھ
 (۱۱) مولوی شیخ رحیم الدین وکنی
۱۳۹۸ھ
 (۱۱) مولوی عبدالقدیر کراچی (۳) مولوی امیر شاہ بخاری
 (۲) محمد مصطفیٰ کراچی (۵) عبدالنار سلطانی
 (۳) محمد عبدالشکور صاحب

جرائت مندی و بے باکی

حضرت مفتی صاحب موصوف قدس سرہ کی جرائت مندی و بے باکی کا اندازہ حاضر جماعتوں اور فرقوں پر اظہار خیال سے کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۰ جس میں آپ نے سیاسی جماعتوں اور فرقوں خصوصاً کانگریس اور سیرت کیشی کے خلاف ایسے فتویٰ صادر فرمایا جب کہ وہ پورے شباب اور بام حوج پر تھے اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت ان کے خلاف فتویٰ دینا اپنی موت کو رحمت دینا تھا لیکن پھر بھی آپ نے بلا خوف و تردد لازم تمام فقہی جزئیات کا محاکمہ کر کے بالذات فتویٰ صادر فرمایا اور اس قسم کے ایک دو نہیں سینکڑوں فتوے آپ نے صادر فرمائے جس کی پلاشت میں

آپ پر طعن و تشنیع کی گئی اور آپ کو ان کی وجہ سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ اپنے مشن کی راہ میں کسی کی پرواہ کیے بغیر اسے پردے اٹھانے اور حُسنِ اخلاقی سے آخری ایام تک انجام دیتے رہے۔
ذیل میں تشیلاً مزید چند نظائر پیش کی جاتی ہیں۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دورِ حکومت میں جب خلافِ شریعت عائلی قوانین نافذ کیے جانے والے تھے، ملائکہ میں، حضرت مفتی صاحب نے ایک خط خطا صدر پاکستان کو لکھا اور ساتھ ہی ان قوانین پر ردِ اُفتل شریعہ کی روشنی میں تبصرہ اور متبادل تجاویز تحریر فرمائیں۔ حضرت مفتی صاحب خود قیصرِ اُفتل ہیں کہ

”مقصود کی اہمیت اور محاشے کی نزاکت کے پیشِ نظر اس حوالے پر صورت

اختیار کی کو مطالبہ و احتجاج کی راہ چھوڑ کر جناب صدر مملکت کی خدمت میں ایک

بمباردِ مشورے کی صورت میں ایک مودعہ پیش کیا، جس کے ساتھ اس قانون

کے خلاف قرآن و سنت ہونے کو اختصار کے ساتھ ظاہر کر کے عرض کیا کہ یہ بطور نو

کے چند ردِ اُفتل قرآن و سنت سے کھٹے گئے ہیں۔ اگر مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی تو

وہ بھی پیش کی جائے گی۔“ (مزید تفصیلات جواہر الفکر جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ صفحہ ۱۰۲)

جاسکتی ہیں)

اس سے قبل غیر منقسم ہندوستان میں حکومتِ برطانیہ کی طرف سے زمینوں کی شخصی ملکیت

کے خلاف ایک بل پیش ہوا تھا، اس زمیندارہ بل پر حضرت مفتی صاحب نے ایک تنقیدی مقالہ تحریر

فرمایا، جو اخبار صدقِ لکھنؤ، تنویرِ لکھنؤ، احسانِ لاہور وغیرہ میں شائع ہوا تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

”حال میں یوپی گورنمنٹ نے زمینداری ختم کرنے اور زمینوں کو ملکیتِ شخصی

سے نکالنے کا جو قانون پاس کیا ہے اور جس جہان ہے کہ بنگال میں بھی یہ قانون زیر

تجزیہ ہے۔ یہ اسی اصولِ اشتراکیت کی ایک قطع ہے جو قرآن و حدیث کی تعلیمات

کے بالکل مخالف اور مالکانِ اراضی پر ظالمانہ و مستبرد ہے۔ مسلمانوں کو اس کی حرکت

کسی طرح کسی حال روا نہیں۔ یہ بات اگرچہ بالکل واضح اور قرآن و حدیث پر وارثی

نظر رکھنے والے کے لیے بالکل جلی ہے، اس پر کسی برہمن و جینہ یا فوجی اور ذلیل

کی ضرورت نہیں :-

آپ کے سفر ۳۲۷ پر سوال ۱۵ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”جنگ مسلحانوں پر لازم اور واجب ہے کہ اس لوٹ اور غصب کے خلاف مقصد پر چوری کو شش کریں۔ لیکن کہ اس کا پس منظر اگر خود سے دیکھا جائے تو قصاً زمینوں کی لوٹ نہیں، بلکہ مطلقاً مذہب اور تمام مذہبی مشائخ کا دم ہے کیونکہ یہ قانون جس نگرے کی پہلی قسط ہے وہ موصل ازم کا نظریہ ہے جس میں کسی چیز کا کسی شخص کی شخصی ملکیت نہیں رہتی۔ اگر خدا خواستہ یہ راستہ کھلا تو کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں رہتا اور جب مالک نہیں رہتا تو عبادت الہیہ، زکوٰۃ و صدقات، حج اور اوقاف سرے سے ختم ہوئے جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جس نپاک سرزمین سے اس نگرے کی ابتدا ہوئی اس میں سب سے پہلے مطلقاً مذہب اور خدا پرستی کے خلاف کھل جنگ کی گئی۔ خدا پرستی اور مذہبیت کو سب سے بڑا جرم قرار دیا۔ اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس قانون کے مستحق کرانے میں اپنی طاقت و قدرت کے موافق چوری کو شش کریں۔“

اس میں حضرت نور اللہ مرقدہ نے حق تعالیٰ اور حق ایجاد کی شری عیثیت پر ایک متاد تحریر فرمایا جس میں موصوف نے حکومت کے اس حق تعالیٰ و ایجاد کو ناحق اور ظلم قرار دیا۔ اس چوری بحث کا آخر میں آپ خلاصہ لکھتے ہیں کہ

”خلاصہ یہ کہ درحقیقت حق تعالیٰ و ایجاد کوئی ایسی چیز نہیں جو ملک و ملک خاص ہو سکے۔ ایک شخص ایک کتاب یا کوئی نئی ایجاد دیکھ کر اپنی ملک اور اپنی محنت سے اس کی نقل اٹار لے تو اس کو دکان ایک اور مہل کو دکان ہے جس کا وہ شخص حق دار ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دکان ظلم نادار ہے :-“

اس طرح بعض اہل تہجد نے یہ خیاب اسبلی میں ایک بیل بٹے منظوری پیش کیا تھا جس کا

حاصل ہے تھا کہ بیٹے کی موجودگی میں تقسیم ہونے کو میراث نہ ملنا اسلامی تعلیمات اور انصاف کے خلاف ہے، لہذا اسے بھی میراث دہانی دینے۔ حضرت قدس سرہ نے بلا خوف و تردد فرمایا کہ اس کا شرعی اور عقلی دلائل سے جواب دے کہ ہر اشکال کو دور فرمادیا ہے۔ امیدوارندہ غرضی جہنم در مدار علوم تقویٰ تلا بیان، لاہور و ممبر پنجاب اسمبلی فرماتے ہیں کہ

”حضرت مفتی صاحب نے ہاتھ پائی کے وارث ہونے کے مسئلے پر جو آج کل پنجاب اسمبلی میں چل رہے ہیں جواب تحریر فرمایا ہے وہ باوجود مختصر ہونے کے جامع، دلائل اور دھڑکتے ہوئے۔ جو کہ دانشور فرمایا۔“

اور حضرت مفتی صاحب نے صرف تردید کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ آخر میں انھیں مستحب فرمایا کہ بنام مشورہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کو یہ ہے کہ وہ اس کافی شریعت میں جو باجماع امت ثابت ہے، ترمیم کا خطرناک اقدام ہرگز نہ کرے کہ اتنا یہ خود اس کی اپنی اسلامی حیثیت کے منافی ہے، ثانیاً عوام میں بلاوجہ ایک نیا اضطراب پیدا کرنے کا وجہ ہے۔ اس مسئلے میں مسلمانوں کی تمام جماعتیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اور اہل حدیث وغیرہ سب ہی متفق ہیں۔ صرف وہ چند لوگ اس مسئلے میں اختلاف رکھتے ہیں جو قرآن کی تعلیمات رسول سے علیحدہ کر کے اپنی بھاء و خیالات کا تابع بنانا چاہتے ہیں، جن کی مسلمانوں میں نہ کوئی تعداد ہے، نہ کوئی مجلس یا مجلس حیثیت۔ وما علیہ الا البلاغ : ۱۷

اس طرح حضرت دہقانہ علیہ نے غیر منقسم ہندوستان میں ایک سوال کے جواب میں بھی آپ سے دریافت کیا یا تھا کہ اسکول میں مسلمان لڑکوں کا ہندو لڑکوں کے ساتھ ان کی خصوصیت میں شریک ہونا کیسا ہے ؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

”مسلمان لڑکوں کو اس پڑھنا میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں اگرچہ ہندی کلمات بھی ہوں اور اگرچہ دماغ میں کوئی چیز اسلامی عقائد کے خلاف بھی نہ ہو“

تعلیمات اسلامیہ کا ایک اہم جزو ہے کہ اپنی وضع قطع اور طرز معاشرت میں اور بالخصوص عبادات میں دوسری قوموں سے اپنا امتیاز مذہبی قائم رکھیں اور اس کے خلاف کرنے کی شریعت میں ممانعت ہے۔^۱

نیز ایک سوال کے جواب میں جس میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ طرز ناول کھنا کیسا ہے؟ مائل نے اسی قسم کے ایک ناول کے بعض اقتباسات بھی تحریر کیے تھے۔ آپ جواباً لکھتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ

”یہ ناول سخت بے باکی و گستاخی سے لکھا گیا ہے اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔۔۔۔۔ لہذا اس کی اشاعت اور دیکھنا یہ دینا شہنا وغیرہ سب ناہائز ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے رسائل کی اشاعت بند کرنے کی کوشش کریں۔“

واللہ بھاد و تعالیٰ اعلم۔ - ۱۷

لغزشیں اور ان کا تدارک

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ تعالیٰ فرمایا کہ اہل کفر کے باوجود جو بات معلوم نہیں ہوتی، آپ اس کا مزید اعتناء میں اشرف فرمائیے تھے۔ آپ نے ایک سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کوئی صحابی روایت فقہیہ اس میں نظر سے نہیں گزری لیکن حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صندل کی حلقہ و دفع اور شراب منید وغیرہ میں اس تلخیر کی یہ صورت لکھی ہے کہ حرکت انتقال کے ساتھ شرباً ہو اور ختم وقت پر ہو۔ حیث قال بان یكون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخوض وانتهاء عند انتهاء التکبیر (مکرمی صفحہ ۳۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت انتقال سے پہلے تلخیر ختم کرچا تو کھڑے ہونے کے وقت دوبارہ تلخیر کرنا چاہیے۔ - ۱۸

اسی طرح حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی کے ملاحظہ کرنے سے یا از خود کسی سوال کے جواب میں

۱۔ امداد القسین۔ کتاب الذکر والدعاء، ج ۲، ص ۱۲۴ پر تفصیل دیکھئے۔ - ۱۷ ایضاً، صفحہ ۱۲۴۔

۲۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۲، صفحہ ۲۲۵

کے بعد اس جواب میں کسی غلطی یا تسامح پر ملاحظہ ہوتی تو آپ بلا کسی جھجک اور بلا خوف و ہراس اس سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ خود رقمطراز ہیں:-

حضرات علماء اور اربابِ فتویٰ سے بلا ادب و درخواست ہے کہ ان فتویٰ میں جس جگہ کوئی غلطی یا غامض محسوس فرمادیں، میری زندگی میں تو مجھے مطلع فرما کر غلطی فرمادیں کیونکہ احقر نے اپنے فتاویٰ اور جملہ تصانیف کے تصحیح و ترمیم کے لئے حضرت عظیم الامت قدس سرہ کے مشورے اور تجویز کے موافق آپ کی تصنیف ترجیح الراجح کی طرح ایک مستقل سلسلہ بنام "انتقار اصواب فی جمیع الاجواب" شروع کر دیا ہے جو امداد الفتیین کا خیرہ ہو گا۔ اس میں اپنے فتاویٰ اور تصانیف میں جس جگہ کوئی ترمیم و اصلاح خود اپنی نظر ثانی سے یا کسی بزرگ کے ارشاد سے مجھ میں آئے گی وہ درج کر دی جائے گی تاکہ اس کی طبع جدید کے وقت اصلاح میں آسانی ہو۔ اور میرے انتقال کے بعد جب تک مکتبہ دار الاشاعت جاری رہے اس کے ناظم کو مطلع فرمائیں کہ وہ علماء کے شعروں کو بصورتِ حاشیہ ان کے مواقع میں ثبت فرمادیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ استل الوقایۃ عن الغفویۃ وان لا یجعلنی من الذین ضلّ سبیلہم فی العینۃ الدنیا و ہم یحسبون انہم یحسنون حسناتہم ذہب عرفہ سائرہ سر خوشم، ذہب نقش بستہ مشو شرم

نفسے بیار تو می زخم، چہ عبارت و چہ معانیم
واللہ ولی التوفیق، و ہو بہ حقیق، و نعمہ الرقیق فی کل طریق

چنانچہ آپ اسی عنوان "انتقار اصواب فی مختلف الاجواب" کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جنانکے سوال اور امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ رشیدیہ کے جوابات اور فوائد انظر الہ
صاحب کا جواب دیکھا، ان سب کو دیکھ کر اب یہی صواب معلوم ہوتا ہے کہ نہ تہذیب

قبور کے درمیان بھی جائز ہے اور کراہت صلوٰۃ میں القابر صلوٰۃ حقیقہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ صلوٰۃ جنازہ عام صلوٰۃ کے مفہوم میں درحقیقت داخل نہیں۔ اس کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور مستقل دلیل اس کی کراہت میں اختیار پر کوئی نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ علی القبر کا جواز اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اس لیے پہلے جواب سے واضح کرنا ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلو وجزاکم اللہ تعالیٰ علی ما نبہت صوفی علیہ

اسی طرح آپ نے ایک سوال کا جواب تحریر فرمایا جو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمہ کے جواب سے مختلف تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ "غیر اللہ کی تعظیم و تقرب کے لیے کسی جانور وغیرہ کو نامزد کرنے کی تیمنوں میں سے اصل فعل کے اعتبار سے تو انفاق حرام و ناجائز ہیں۔ اور اس جانور کے حرام ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتیں جن میں غیر اللہ کے لیے خون بہانا مقصود ہے، ان میں یہ جانور بھی باہق تلف حرام ہے۔ اور تیسری صورت جس میں غیر اللہ کے لیے جان لینا مقصود نہیں بلکہ صرف ان کے نام پر چھوڑنا مقصود ہے جیسے اکثر مندوب اپنے بھائی یا گھر والے وغیرہ کے نام پر چھوڑتے ہیں۔ یا بعض مسلمان اولیاء اللہ کی قبروں پر تند مان کر چھوڑ دیتے ہیں جیسے شیخ سعد کا بکا وغیرہ۔ اس کے متعلق مراۃ فقہاء حنفیہ کے کلام میں کوئی تصریح نظر سے نہیں گزری، اسی لیے علما کا اس میں اختلاف ہے بعض حضرات اس کو اپنی اصل پر رکھ کر جائز قرار دیتے ہیں اور جواز کے لیے صرف اہل بیت، مالک کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور بعض حضرات اس کو بھی مذکور غیر اللہ کے ساتھ ملحق سمجھ کر حرام قرار دیتے ہیں اور بحیثیت دلیل یہی مانع معلوم ہوتا ہے کیونکہ مذکور غیر اللہ اور سائبہ وغیرہ میں کوئی ویر فرق کی معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس بارے میں امتیاء ہی لازم ہے۔ چنانچہ بعد میں جب صحیح صورت حال سامنے آئی تو آپ نے اپنے اس مذکورہ بالا فتویٰ سے رجوع فرمایا۔ رقمطراز ہیں۔

افترض اب فخر راحق کے نزدیک بھی وہی فتویٰ ہے جو مفتی کاشف اللہ صاحب دہلوی اور حضرت مولانا تھانوی وامت پر کاجم کا سوال میں نقل کیا گیا ہے یعنی تیسری صورت میں اجازت مالک جواز کیلئے کافی ہے۔ اس نے صورت مندوبہ سوال میں جو اہل کائنات کو مالک نے مسلمانوں راج یا مندوبہ میں رہنے والے خداموں کے حوالے کر دیئے وہ اسی تیسری صورت میں داخل ہیں، ان کا فحش کرنا اور خریدنا پھر ذبح کر کے کھانا سب جائز ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ السلام وبیہد العصمة والصواب وهو اعلم بالحق فی کل باب ۵۱۷

اسی طرح حضرت مفتی صاحب نے اگر مکبر الصوت کے نماز میں استعمال پر ابتداء فساد نماز کا حکم تحریر فرمایا تھا، لیکن ابتداء عام اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حکم فساد سے اختلاف کی بناء پر از سر نو تحقیق اور غور و فوض کے بعد آپ نے حکم فساد نماز سے رجوع فرمایا۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ

ترجمہ میں دارالعلوم دیوبند کی خدمت فتویٰ اس ناگوار خلافی کے لئے کی گئی، اس وقت اس آر کا استعمال اور زیادہ عام ہو چکا تھا۔ اطراف ملک سے آنے والے اس کے متعلق سوالات آتے رہتے تھے، اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا جائے، جس میں دیوبند کے سابق فتویٰ اور حکم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی تائید و تصویب کو مزید شرح و تائید کے ساتھ ضبط کر لیا گیا اور یہ رسالہ مستقل صورت میں شائع ہو گیا۔ دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون کے علماء نے عام طور پر اس کی موافقت فرمائی لیکن میرا یہ رسالہ جب حضرت الامام شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس پہنچا، جب کہ وہ بھوپال ضلع سرت کے ہمسایہ میں صدر مدرس کے فرائض انجام دے رہے تھے، آپ نے رسالہ پڑھ کر راحق کو ایک ڈاکٹارہ تحریر فرمایا، جس میں فساد نماز کے حکم سے

اقتصاد الكويت

جدید تحقیق کے بعد حضرت "علامہ" غازی میں ازلی مکیہ الصوت کے استعمال پر حرکتی آغوشی ہونے کے تحت قرار فرماتے ہیں کہ

اس مسئلے دو چیزیں، ایک یہ کہ نماز میں اگر مکبر الصوت کا استعمال کیا جائے تو اس کا جواب اس مسئلے میں، اور لکھ چکا ہوں کہ اس کے مفاد اس کی مصیحت سے بہت زیادہ ہیں، اَلْغَبْنِ فَنُفُوْعًا کا مصداق ہے اس کے استعمال پر پانچ مفاد شدید و مکی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے نماز میں اس سے احتساب کا پانچواں اور ترک و منہج ہی کا فتویٰ دینا چاہیے۔ دوسرا جو یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی ضرورت یا مجبوری سے یا اپنی رائے سے اس آئے کی آواز پر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز جو بھی یا فائدہ واجب الاداء ہے تو اس معاملے میں کافی غرور و تعیش و تمیئن اور علماء سے عداوت و ملامت کے بعد رائے احمک یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اعادہ لازم نہیں۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اس کے دو بیانیہ فرمائے ہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے غلط فہمیوں، مولانا محمد زوی صاحبہ اور جماعت اسلامی فقیہی اتحاد پر خیال فرمایا اور ان کے متعلق اس سے قبل کی تمام تحریرات کو، جو اس کے موافق نہیں، منسوخ قرار دیا اور ان سے رجوع فرمایا۔ لکھتے ہیں کہ

نہری سابقہ خواتین اگر اس تباہی و تخریب کے موافق ہیں تو فیہا اور اگر سابقہ خواتین ہیں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے مستثنیٰ سمجھا جائے۔ اور اس پر عمل کے حوالے کے لیے صرف ذیل کی تقریر پر اعتدال کیا جائے :

(نوٹ :- اس کے بعد فاضل مقالہ نگار نے حضرت کی قبر تعانیف کا مختصر تعارف و صفحہ کی تھا ایک نیا پتہ لکھا
 تعانیف کا ذکر حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے مقالے تحفہ الامت کے صفحہ ۱۴۳ پر ہے، مولانا عبدالحق رزوی
 صاحب کے مقالے آئینہ غفران تعانیف ص ۱۷۱ اور عبدالحق کے مضمون میرے والد، میرے شیخ میں تفصیل سے لکھا ہے،
 اس لیے اس جگہ کو حذف کیا جاتا ہے !)

مولانا غفر بن علی احمد صاحب قادی

حضرت کا فہمی مقام

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

ملاحظہ میں رہے حضرت حکیم محمد الفاضل مولانا محمد شریف علی صاحب قادیان کی وفات ہوئی تو مولانا عبدالحکیم صاحب مابین مفتی غلام شریف مولانا شہیر علی صاحب جہنم اور مولانا مفتی صاحب قاضی ابن النقاد میں یہ داکر ہوا کہ وہ علامتہ عظیم ہو گیا ہے اُن تینوں کو کچھ قریبیوں کے پاس کر لیا گیا تدبیر ہوئی چاہیے۔ حضرت نے عرض کیا کہ خدائے عظیم میں چار کام استغاثی بنانا ہے پہلے میں را قریبیت و اصلاح را قادیانی را تصانیف را و مکتوبات و فتاویٰ ان چاروں کے نذر اعلیٰ پہنچانے پر انتہام لیتے کہ یکے کے بعد دوسرے جگہ جگہ میں آئے ہیں حضرت مولانا غلام احمد صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب کا قیام بعض مواقع کی وجہ سے دشوار ہے حضرت مفتی صاحب پر تعدد دیا جائے کہ قیام فرمائیں تو یہ چاروں کام اسی شان کے قریب کیے ہو سکتے ہیں یہ بات سب سے پہلے فرمائی اور چونکہ مفتی صاحب کے نظریوں کے لئے کی غریب قریب سنت استقامت پر ہے لہذا تشریف لائے تو سب سے پہلے پیش کش کی یعنی سب کا اتفاق تھا کہ ان چاروں شعبوں میں شفیق کا ہاں نہیں یہی ایک برسی ہے مگر مفتی صاحب نے ایک شرط سے لئے مسئلہ کیا کہ والدہ صاحبہ دیر بند چھوڑنے کی اجازت

میں پھر ہدایت دیکھنے سے کام نہ لیا۔ یا پھر یہ ایک کام کی آمد بخیر یعنی جو وقتاً فوقتاً حضرت کے یہاں ہوتا رہا ہے کہ آپ سے ملک میں جو کوئی است کسی دن اور سال پینڈٹ، شہسوار میں اسلام مذہب یا ملک کے حالات شائع ہونے اس کی تحقیق یہاں سے شائع کر دی جاتے۔ مگر سب کام دیا گیا تو خود پہلے کام منتخب ہیٹے جئے۔ ہندوستانی جیسے پاکستان چھوٹی است برقی کی شکل سے شکل کتاب کا دس اور پندرہ علوم اور ہندو کا دس تھا۔

۲۔ ۱۰۶ میں حضرت نے خانقاہ و خیریت میں افتاء، اکام شروع کیا تھا ایک دفعہ حضرت آدمی پر فرمایا جیسے قمار سے متعلق دوبار تعجب ہوا ایک اس پر کہ خانقاہ و خیریت کے فتاویٰ اکام پر تمام ملک میں فتاویٰ کا ایک کٹ ہے حضرت نے ایک اپنے غصے کے متعلق کہنے کر دیا میں نے کوئی دوسرا ملک مدعی کی ہے مگر کام بھی نہیں کیا تھا لیکن حضرت افس کی تجویز تھی فاضل رہا۔ دوسری بار اس پر تعجب ہوا کہ اگلی یہ کام دو گونے کے اجودہ تم نے اس غلطی سے کئے کہ دیگر انجام سے دیا منتظر میں ایک کا ثبوت دوسرے کے پاس آیا تھا میں رہتا ہے جب دیکھا تو بہت تعجب ہوا۔

۱۰۶۔ ۱۰۷ اسلام اعلیٰ یعنی قرآن شریف سے متعلق مسائل کا اثبات حضرت افس نے صرف نے فرمایا تھا حضرت مولانا غلام احمد صاحب نے اس کو شروع کیا پھر لکھا کہ قیام کر لینے سے وہ دیا گیا تو حضرت افس نے اس کی تقسیم نہ کر دی منزل ملا حضرت مولانا غلام احمد کی منزل جتنی حضرت کے متعلق منزل ملا حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے اور منزل رہ حضرت مولانا غلام احمد صاحب کے متعلق فروری۔ باری کے زمانہ میں حضرت مفتی صاحب حضرت افس کی خدمت میں گئے تو بعض اور مسائل عناد و ادب کے متعلق بھی پیش کئے تو مولانا غلام احمد صاحب نے افس کے لئے لکھا بدئے۔ حضرت حضرت کی باری میں فرصت کم کم ہوتی تھی خود حضرت افس نے بھی کچھ کات سے افروز مسائل کے اثبات لکھوائے تھے اور صرف مفتی مسائل پر کتب شروع کیا تھا بعد وفات فرصت زیادہ ملی تجدید اور شمار پر ہر قسم کے مسائل کہنے شروع کر دیے۔ حضرت مفتی صاحب ایک دفعہ حضرت نے فرمایا شیخ علی صاحب نے ہر مسودہ دیکھنے کے لئے فرمایا اور دیکھا کہ افروز کتاب کا حق قری ہے جسے تم نے لکھا ہے مگر وہ سب نے فقط مفتی مسائل کے لئے ہوتے ہیں جہاں فرقی پڑ جائیگا تم بھی صرف مفتی مسائل لکھو تو میں نے دوسرے مسائل مسودہ میں سے کات لپے اور آئندہ صرف مفتی کہنے شروع کئے ایک منزل ۱۰۶ پوری ہوئی تھی کہ انھوں نے روتا ہوا آیا اور کتاب دیکھی وہ منزل بھی طبع نہیں ہو سکی منزل نمبر ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ طبع ہو کر شائع ہو گئیں۔

۱۰۶ اسی درمیان میں ایک دن فرمایا کہ بیش سال سے عالم دین پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں۔ ایک مقررہ وظیفہ

معلوم ہو گیا ہے کہ میں عالم دین نہیں ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ ہم لوگ جو سنت کر چکے ہیں، اسے "علوم فقہی" عربی میں لکھتے ہیں، آئندہ نفعوں میں اس کے جوڑ چکے ہونے چاہیے۔ اب اس واقعہ کو پیشِ حال سے یاد رکھنے میں اگر باجماعِ سال سے عالم دین پیدا ہونا چاہیے، میرے اور انہوں نے کامیابی کا نام لیا ہے کہ اب اسلام کی کس پروری اور صلاحوں کے اسلام سے دیر سے ہونے لگا، کیا علاج ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب کا اعلانِ موت ہونے پر ناظر آ رہا ہے۔ کم عمری اور دوسرے اہل کے لوگوں نے اسلام و اسلامیات کی ترویج کا بڑا اہم رکھنا ہے اور نیکو کے علاوہ دینی زندگی کس پروری میں آئے۔

(۵۱) انھوں میں مریض اور پریش کے بعد میری طبیعت پر بہت اثر پڑا کہ وہ کام انھوں سے ہی تھا، اب کیا کروں گا سوچ سوچ کر کہنے لگا کہ اب علی دینی کو ضرور ادا کروں اور کوئی کام گذرنا سنت کے لیے اور توجہ کروں، احادیث میں ناجو صادق کا بار دوم پڑھا تھا، تجارت کا خیال تم گیا مگر سہرا نہ ہونے سے یہ خیال اہلِ معرفت نہ اختیار کر سکا، فقر کے ڈر کی درخواست دی۔ ابھی موت و فراست ہی دینی تھی کہ حضرت مفتی صاحب پھر تھا، دھون تشریف آئے، باتوں میں اس کا ذکر ہوا، جسے وہ دیکھ کر کہیں نہیں ہو کر نہ لاتی، نہ چھوڑا، عرض کیا کہ معاملہ کے قابل نہیں رہا، حاضرِ کام کا نہیں، اس لیے مجھ سے ہے نہ یا نہیں جو سوچ چکا تھا، نہ چھوڑے ہو، موت وہی پڑ چکا کہ وہ آؤ، خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ مگر کام ہو کر نہ چھوڑا، صاحبِ نسبت بذکران کی دستِ دل میں ترمیم کیا کرتی ہے، وہ دہشتہ بدل لی اور پھر ظاہرِ معلوم جا کر اس کی کامیابی کا نام لیا، اب معلوم ہوتا ہے اگر اس وقت حضرت مفتی صاحب دیکھیں نہ کہ ان کے آؤ، خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ اس قدر ذلت میں پہنچ گیا ہو؟ روئی ہوئی سے اس کے لیے دعا فرمائی تھی ہیں۔

(۵۲) ایک دفعہ خانہ بھون کے قدم کے زمانہ میں لڑا کہ انھوں نے سنا کہ ہم ایک سالہ گھنڈوں نے عرض کیا کہ کیا اور پورا لکھنا کیا، کام تو آپ جیسے بڑوں کے لیے فراہم ہوا، میں قندری میں بہت غور سے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے جو خلقِ الٰہی ہو، وہ جو جیسے کہ ان میں سفر۔ لڑا، ان دنوں صاحب سے قندری میں سفر پر اہلِ خطہ کا بہت چھوٹی ہے اس سے علاوہ ہوا عرض کیا، میں نے اس سے اس سے کہیں کوئی کامیابی نہ ہو گیا، میرے ہر جواب پر بھون کی غور آئی تھی، اس سے معلوم ہوا تھا کہ وہ یہاں کی نظر لیتے کہیں نہ رہے کہ میں میں کوئی لکھتا تھا، عرض کر دیتا تھا۔ لڑا کہ تم سے میرا خطہ کا بہت دہی وہ تھا، یہی بات اٹھ کر کے بچے بچے نام بھیجے۔ اور میری آہیں تھیں، ہم سے بھیجتے تھے، میرا ظہر کیا تھا کہ قندری باقی تھیں، اس سے علاوہ ہوتا ہے۔

۷۶) بعض دفعہ کسی مسئلہ میں جواب تک مکمل نہیں دے جاتا تو کہہ دیا کہ اس فی کے ہر مسئلے تک کے دو رنگ ہیں حضرت مولانا غفرلہ صاحب اور حضرت مفتی صاحب دہلوی بھی ایسی ہی اور جو جواب آئے تھے وہی لکھیں اور کچھ بھی نہیں لکھیں کہی کہ یہ ایسا ہر گز آپ ایک کون جیڑیں وہ یہ نہیں ہوں حضرت مفتی صاحب کی وفات تک اصل تو اس کلمہ میں لکھ کر رکھا شاید نقصان ہو رہا ہے اس کی کوئی قافی نظر نہیں آتی۔ عام لوگوں کو تو سمجھتا ہوں کہ اسے بہت سے مفتی اور علماء اور محدثین گزرتے ہیں کی شکایت کامل کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی بدل عطا فرما سکتے ہیں۔

۸۱) ایک دفعہ ایک شخص نے خط لکھا کہ صاحب! آپ اپنی مشکل کے حل کا نسخہ چھاپ دے گا میری کجی میں ڈاکا حضرت قدوسی سرکار احیاء کے عرض کیا۔ فرمایا میں نے بہت پیچیدہ مسئلے مولوی شفیق کو بھیج دیے وہ اس سے جواب نہ دے سکا ایسا ہی کیا جواب آیا کہ میں کیا تو بہت پسند فرمایا اور دعا دی اس وقت معلوم ہوا کہ اس فی میں حضرت مفتی صاحب کا کیا دور تھا۔ فی دے گا اور یہ امر فی ہی ثابت ہے۔

۹۱) عربی مدرسہ میں پیشہ خزانہ کمال کام زیادہ ہوتا ہے ہر کام ترسب انجام دیتے ہیں مگر میں نے ابھی حال تحقیق کی ہے کہ ان کا اصل میں نہ حضرت کی نفی کا ہو نہ دوسرے ہوتے ہی کہ ان کی اور بھی کلمہ ساتھ لکھیں یا کہ کتب ترغی سے ماخذ دیکھے۔ جب ہر جی ایک کام میں آویں نہ لکھنا کہ اگر ہر جی کہ اس کی عمر ترقی کی کچھ نقل عوام نے گا میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں اس وجہ سے جھوٹا نہیں لکھتا بلکہ دیکھا مگر میں خود مسکتا ہوں میرا حیرت ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب جہد کتب کی مشغول کے ساتھ ہم وفضل میں جھوٹوں سے کچھ بہت سے لکھے اللہ تعالیٰ نے اس کے اوقات حمد دل و دماغ میں کرم برکت عطا فرمائی تھی کہ وہ دینی کام نہایت حمد و ثناء پر مہمل ہو کر لکھے۔ اسی سعادت پر ہندو ہندو ذلت۔ آؤ بھٹہ خدا کے بھٹہ۔ پھر اس ہم وفضل کے ساتھ باطن میں بھی اعلیٰ درجہ پر فائز تھا یہ ایک دفعہ کلاست کے سوا اور کیا کس جاسکتی ہے۔

۱۰۱) علم دین کے سرفراز علی اور مفتی و دہلوی کا علوم و فنون اور پوری دنیا و خلاصیت و اہمیت و فخر و سب علامتوں میں سب اہمیت و اہمیت کہتے ہیں مگر بعض لوگوں کے ایک علمی نگاہ ہوتی ہے اور وہ اس فی میں جہاد سب سے ترقی کرتی رہا ہے۔

دراستہ معلوم ہے کہ ہندو جیشیا لکھ کر دنیا میں دینی و علم کا سرچ ہے اس کے متادی کلام سہول کام نہیں مگر حضرت مولانا کی علمی مناسبت نے ان میں بہت جہاد و اشتہار دیا حاصل کر لیا کہ بعض آپ کے ساتھ بلکہ بعض پچھلے کے معین مفتی حسین بی آگے تحلیل کو نہ پہنچ سکے۔ بلکہ اگر آپ کا دراستہ علم و فنون تو صحیح ہے

یہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے بعد از العلوم کے شعبہ افتاء میں جلد اور اصلاح و ہدایت دہا جگہ جیہ کہ چاہیے تقاضا کرنا ہو گا۔ چونکہ مقبول کے ساتھ ایک دوسرے کے عبادات میں ملکیں جیسے جیسے ہیں یہ حالات کام کرنے والوں کو ہی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دولت پاکستان کے تھے ہیں انکی حق اور علوم نے بالکل بجا مقبول کرنا چاہا۔

(۱۱) باطن کے علاج کو نہ تو اسی درجہ کے جنگوں کو یہ کتاب ہے، اولیٰ اولیٰ میں خداوند انجین ہمارے پاس ایک سیدنا آسمانی بھی رہے کہ ستم جنگوں نے ان کو کیا درجہ دیا تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے سزا کا غصہ خدا نے سے توڑ دیا جس کے بڑی شہادت ہے اور غصہ، میں سے اس انتخاب میں ان کا کیا نامیں کہ اصلاح کے لیے منتخب کہہ کے اصلاح فرمایا تھا، مرنے پر سو گریہ اس سے درجہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۳) شعر کا اگر کوئی علم اور خفیت کی چیز نہیں صرف عشق ہے گو اُسے اندر ہی اور بیخ عریٰ کی نظیر میں وقتاً
وقتاً آپ کے قلم سے نکل رہی ہیں جو قصہء عاشق کے اصلی سطر پر جو بنی و ملیں ہے اور شعر کے طریق بہت کی اصلاح بھی
ہے۔ دنیا کا تعلق نہ کثر مروج، اور ایک کیا ہے خط اور پاکا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔ الشعر عدا ہمت
حسن و قبحہ فحیح (شعرا یک کلام ہے اس کا ایک لفظ اور وہ چم) ہاشد کی باتوں حدیث و قرآن میں
نمود ہیں اور نیک کی معنی بھی ہے عزت صحابہ کے اشعار حکم الملک کن ب ہیں سب طبع ہیں۔ اس کی بدولت
اس لیے امر بھی زیادہ ہے کہ بعض شاعر خصوصاً اردو کے بہت شاعر غریبی محنت محنت کمالات اور تعلیم میں
مقیلاً بیکار دنیا کو گروہ کش ہے یہ اور شعروں کے علاوہ ان سے تھوڑے ہوئے ہیں۔

۱۳۱۱ عیسوی میں ہندوستان کے غلاموں کے خلاف لڑنے والے بہادر سپاہیوں کی ایک فوج نے ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں میں ایک نئی سلطنت بنائی۔ اس سلطنت کے بانیوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایک نئی سلطنت بنائی۔ اس سلطنت کے بانیوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایک نئی سلطنت بنائی۔ اس سلطنت کے بانیوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایک نئی سلطنت بنائی۔

فدا ہوتے گذریں، فاضلین ایک طینت پر

مولا محمد یوسف لودھی

مدیر تعلیمات ملتان

منشی عظیم اور ترمید قادیانیت

حق تعالیٰ کی رحمت انہی نے اس کائنات میں غیر موعود اور حق و باطل کا سلسلہ ابتداء تخلیق سے جاری فرمایا اور اپنی دنیا تک جاری ہے گا۔ اس کی ابتداء اگر ایمیں و آدم کی آفرینش سے ہوئی ہے تو اس کی ابتداء باطل و کفر سے ہوگی۔

اس سنت الجبر کے مطابق جب کسی شرکی قوت نے سراٹھایا اس کا سر کھٹکے کے لیے ہڈی تبدیل کرنے لگا۔ ابال شیعہ کو کھڑا کر دیا۔ اس صدی درجہ صوفی صوفی ترقی کا سب سے بڑا خطرہ ہے۔ بڑا فتنہ ہے۔ بڑی لڑائی اور سب سے بڑا دہلی و فریب صوفی پر صوفی، صوفی قادیان کا دھڑلے بغیر و سمیت تھا۔ جس نے گزشتہ صدیوں کے سارے کفر و الہاد کا تعلق اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔

یہ فتنہ چونکہ دہلی و فریب کی میرا کھیں کے سارے چل رہا تھا، اس لیے شروع شروع میں تو بہت سے لوگ اس کی برکت ہی نہ کیے اور جی حضرات کو اصل حقیقت تک رسائی ہوئی انہوں نے اس کو دور جانے کی بڑ اور گزشتہ تصور کرتے ہوئے اسے لائق اعتناء ہی نہ کیا اور موعود کی بڑی دھمکائی اس کی اعانت و نصرت اور حمایت نے اس فتنہ کو کم فتنہ انگیزی خواندہ فوجوں اور سرکاری جاسوسوں میں پہنچنے کا موقع دیا، آٹھ روزہ ہفتہ قادیانیت کی لگن میں دہلی و فریب کے عوام کو بڑا اثر ہوئی تھی ذہنی کا فتنہ ہی دہلے لگا۔ وہ ہر روز چلتے کا بازو پکڑ پکڑتے بیات مسیح پر گھٹ کر کے کی بڑا پہنچے گئے اور انہوں نے گل کو چوں میں منافقوں اور باغیوں کی فضا پیدا کر دی۔ وہ ہر روز می واسے کو دیکھ کر اس پر ہنسیاں کھینے اور اسلامی عقائد کو چیلنج کرنے لگے۔

یہ وہ صورت حال تھی جس نے امام العصر حضرت مولانا محمد غفر شاہ کشمیریؒ کی گہری بیگانگی کر دیا تھا۔
 اور آپ کی ذات کی فتنہ عوام کی تھی، خطرہ یہ پیدا ہوا کہ اگر اس مومن فتنہ کو کام نہ دی گئی تو یہ نہایت
 مشعلوں کی گرہ بنی کہ فتنہ پھیل جائے گا۔ بلکہ یہ کسی دینی و ملی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کم از کم ہندو مت
 سے نفرت کا سبب ہو گا۔ حدیث امت کہ اللہ اس فتنہ کی سرکوبی پہلے سے کرتے آئے تھے مگر حضرت
 امام العصر کے پیش نظر اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے چند اہم اقدامات تھے۔
 اول :- اس فتنہ کی موعوبت و نباشت اس طرح اہل لکھی جیسے کہ قادیانیت و عزائیت کا لفظ
 بھائے خود گالی بن جائے۔ حتیٰ کہ خود قادیانی بھی پہلے آپ عزائی آیات ایمان کہنا عدا اور مشرک
 کا سبب سمجھیں۔

دوم :- اہل علم کی ایک باوقار جماعت تیار کی جائے جو قادیانیوں کی قیادت کا پرزور چال کھنڈ
 اور ان تمام علمی مباحث کو نہایت سادگی اور سنجیدگی سے جو اسلام اور قادیانیت کے درمیان
 زیر بحث آئے ہیں۔

سوم :- دعوت و تبلیغ اور مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں ایسی پیش قدمی کی جائے کہ عزائیت پسند
 بہتے پر غلبہ ہو جائے۔ اور جسے ہر گز کہے میں مسلمانوں کو شک کرنے کی جرأت نہ ہو۔
 چہارم :- دہ قادیانیت اور غلط فہم ہدایت مسلمانوں کا ایک متعلّق بن جائے۔ تاکہ جہاں کسی شخص
 کے طاعنی عزائم پائے جائیں وہاں مضم نہایت کا ترقی ہو گیا ہو۔

حضرت شاہ صاحب نور الدین قدس کے علمی تفوق اور روحانی توجہ نے پورے دارالعلوم
 دیوبند کو اس مآخذ پر لگا دیا۔ آپ کے زیر اشراف جو جماعت قادیانیت کے استحصال کے لیے
 تیار ہوئی ان میں حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ کی شخصیت بالخصوص اور ان کی
 نمایاں ترین شخصیت بن گئی۔

صورت مفتی اعظم نے دہ قادیانیت پر جو کام کیا اسے آسانی کے لیے تین صورتوں میں تقسیم کیا جاسکتا
 اول :- دعوت و تبلیغ کے ذریعہ نیز مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں اور حدیث کے کتب سے میں ہدایت
 کا سہارا۔

دوم :- تصنیف و تالیف کے ذریعہ دہ قادیانیت کی مذمت۔

تیسرے : دارالعلوم دیوبند کی سند دارالافتاء سے قادیانوں کی دینی حیثیت کی تشخیص۔ اور ان کے شبہات کا ازالہ۔

اول الذکر درویش چیزوں کا مختصر سا خاکہ خود مفتی صاحب کے اس مقالہ میں آ جا آیت : بحر مہیات الفرو میں شامل ہے اور جو ہمارے پاس پہلے مستند ذریعہ معلومات ہے اس لیے اس مقالہ کا مفروضہ یہ ضرور بیان نقل کیا جا آیت۔ جس سے اس درویش کے بعض اہم واقعات بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ شامہ صاحبہ کے مذکورہ کتابت کے لیے اہتمام اور اپنے قوتِ خدا کی تربیت پر روشنی ڈالنے کی اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کا اجمالی تعارف بھی ہو گا۔ حضرت مفتی صاحب کہتے ہیں۔

فتنہ مرزا نیت کی شدت اور اس کے بعض اسباب : یہ تقریباً ۱۲۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ فتنہ قادیانیت پر سے ہندوستان کے اطراف و جوانب میں اور خصوصاً ہنداب میں ایک طوفانی صورت اٹھا۔ اس کا سبب خواہ یہ ہو کہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم میں قادیانی مسیح کی اہمت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں مسیحائیوں (کریستین) کو کافی حد تک ہمت پہنچائی، جس کا اعتراف خود قادیانوں نے اپنے اخبارات میں کیا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب بغداد و مسند کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کے تسلط میں داخل ہوئے تو یہ امر محض مسلمانی اللہ علیہ وسلم کی پوری اہمت اس کے دینی دھرم میں مبتلا تھی وہیں قادیانی مرزا کی اہمت قادیانوں میں چرائی کر رہی تھی۔ (الفضل قادیانی)

اس جنگ میں اہل تشیع اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزوں کو کامیاب بنانے کے صلہ میں انگریزوں کی حمایت و اعتراف مرزا صاحب اپنے اس خود کا فتوہ پر دے کہ نہ یارو حاصل ہو گئی اور اس کا یہ حوصلہ ہو گیا کہ وہ کھن کو مسلمانوں کے مقابلے میں آ جائے اور ٹھکنے سے کہہ کر اور یہی اسباب ہوئے۔

یہ زمانہ دارالعلوم دیوبند میں میرے دس دہائی کا ابتدائی دور تھا۔ اور میں اس سیم اللہ کے گنبد میں اپنی کتاب اور سبھی چیزیں کے ساتھ کچھ نہ بھاتا تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔

لیکن ہمارے ہندوستان میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے فروغ اور اسمہ کی خدمت میں کے لیے پیدا فرمایا تھا قادیانیت کے اس بڑے ہونے طرفان سے سخت نظر کش و مخراب عرصہ فرما بیٹے تھے اور تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اس کے مٹانے کی فکر کر رہے تھے۔ بالخصوص حضرت شاہ صاحب قدس سرہا پر اس فتنہ کا بہت اثر تھا ایسا معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مٹانے کے لیے ان کو بھی کیا ہے۔

جیسا ہر زمانہ میں عادتہ اللہیہ رہی ہے کہ ہر قسم کے مقابلہ کے لیے اس وقت کے علماء میں سے کسی کو منتخب کر لیا گیا اور اس کے قہر میں اس کی اہمیت ڈال دی گئی۔ فقہ قادیانیت کے استیصال میں حضرت محدوج کی شانزدہ روزہ جدوجہد اور غزوہ عمل سے دیکھنے والے کرسچن مہوب آقا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لیے آپ کو بھی بارسے۔

مصر و عراق وغیرہ ممالک کے اسلامیہ میں سب عادت ایک روزہ امتداد محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی دائمی عادت کے خلاف یہ دیکھا کہ ان کے سامنے کوئی کتاب زیر مطالعہ نہیں غالی بیٹھے ہوئے ہیں اور چہرے پر غم کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرا مزاج ہے ؟ فرمایا کہ بھائی مزاج کو کیا پرہیز ہے، قادیانیت کا ارتداد اور کفر کا پیغام اُنٹا آٹھرا آتا ہے۔ صرف ہندوستان میں نہیں عراق و بغداد میں ان کا فقہ صرف ہوا جاتا ہے اور ہمارے علماء و علما کو اس طرف توجہ نہیں۔ ہم نے اس کے مقابلہ کے لیے عینہ علماء ہند میں یہ تجویز پاس کر لی تھی کہ دس سالے مختلف مہتممات مختلف قادیانیت پر عربی زبان میں لکھے جائیں اور ان کو طبع کر کے ہر ایک مسلمان میں بھیجا جائے کہ آپ کوئی کام کرنے والا نہیں جاتا۔ اس حکم کی اہمیت لوگوں کے خیال میں نہیں میں نے عرض کیا کہ اپنی استعداد اور تجربہ و رسمیں، لیکن حکم ہو تو کچھ لکھ کر پیش کر دیں۔ مسئلہ کے جو کچھ فیہ مصرم ہو کر شائع کیا جائے۔ روزہ بیکار ہونا بظاہر ہی ہے۔

دشاد ہو کر سوشل فٹ پر گھسوا۔ محترمے امتداد محترم کی تعمیل ارشاد کو سرور سہادت جھک کر چند روزہ میں تقریباً ایک موصولات کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت محدوج رسالہ دیکھتے ہاتھ تھے اور بار بار دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ مجھے کوئی قصور نہ تھا کہ اس پر میری خدمت کی اتنی قدر افزائی کی جائے گی پھر خود ہی حضرت محدوج نے اس رسالہ کا نام صدیۃ الملتین فی آئینہ اتحاد النبیین، تجزیہ فرائد اس کے آخر میں ایک صفحہ بلند تقریر لکھ کر فرمایا، اور اپنے ہاتھ سے اس کو طبع کرایا، مصر و شام عراق، مختلف مقامات پر اس کے نسخے روانہ کئے۔

خاص قادیان میں پوسٹ کے ذریعہ اس زمانہ میں حضرت محدوج کے ایام پر امر سرور و ثبات و دلہ جہان کے اسلامیہ حق اور دین عزائیت ہندوستان کے غم کو لکھا کہ اس فقہ کے استیصال کے لیے خاص قادیان میں ایک تبلیغی جلسہ جاری و مستعد کیا جائے تاکہ قضیہ زہنی و سرور میں ملے ہو سکے۔

یہ عوام کو طریق میں ڈالنے والے مذاکرے اور مباحثے کے پہنچے جو اکثر اس فرقہ کی طرف سے سمجھتے سمجھتے ہی ان کی حیثیت لوگوں پر واضح ہو جاتے۔ چنانچہ چند سال مسلسل یہ جیسے قادیان میں ہوتے تھے اور حضرت ممدوح اکشر بذات خود ایک جماعت علماء دیوبند کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔ ماحضر ناکارہ بھی اکثر ان میں شامل رہا ہے۔

قادیانی گروہوں نے اپنے کانفرنسوں اور کانفرنسوں کے ذریعہ ہر طرح اس کی کوشش کی کہ جیسے قادیان میں نہ ہو سکیں۔ لیکن کوئی قانونی وجہ نہ تھی جس سے جیسے روک ٹوک کی جاوے کیونکہ ان جلسوں میں علما مذاہب اہل تشدید و ممانعت کے ساتھ ہوتے اور کسی شخص اس کے خلاف کو موقع دیتے تھے۔ جب قادیانی گروہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود تشدد پر اتر آیا۔ حضرت شاہ صاحب قدس صرف امدان کے رہنے والے قادیان چلے گئے تھے۔ کچھ لوگ ان کے ساتھ گئے تھے کہ اگر قادیان میں قدم نہ رکھا تو دفعہ واپس نہ جاسکے گا۔ اور یہ صرف وہی ہی نہ تھی۔ بلکہ عوام بھی اکثر اس قسم کی حرکتیں ہوتی تھیں کہ باہر سے جانے والے علماء و مشائخ پر حملے کئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آگ بھی لگائی گئی۔

لیکن حق کا پورا شک بھی پھر ان سے بھجایا نہیں گیا اس وقت بھی ان کے حقوق بڑے بڑے مسلمانوں کو ان جلسوں سے روک سکے۔

مذاہبیت میں تصانیف کا سلسلہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم چند خدام جسے قادیان میں حضرت ممدوح کے ساتھ حاضر تھے۔ بھیج کی غلام کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس صرف اپنے مخصوص قوفلہ غلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ زمانہ کو علماء کے نعروں نے گھیر لیا اور قادیانی و تہال کا نعرہ ان سب میں زیادہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ اب ہمیں انہوں سے ہر آجے کہ ہم نے اپنی عمر و توانائی کچھ اچھڑا کر اور دوسرے کا اہم موضوع حقیقت شاہیت کو بتائے رکھا۔ ہمیں زیادہ کے دہاؤں کی طرف توجہ نہ دی۔ حالانکہ ان کا نعرہ منہ حقیقت و شاہیت سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اب قادیانی نعرہ کی شدت نے ہمیں اس طرح متوجہ کیا تو ہم نے اس کے متعلقہ مسائل کا کچھ بول کر چھوڑ دیا۔ اگر اس کو میں خود تصنیف کی صورت سے مدد کروں تو میرا طرز ایک ہی میں ملے گا۔ ہے اور زمانہ قطعاً اتر جائے گا۔ اس قسم کی غریب کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کا نعرہ بھی بہت محدود رہا ہے۔ میں نے مشورۃً اُن کو خلیفہ الامام ہدایت دے کر "فصل الخطاب" جو اپنی عربی تحریر کیا۔ اہل علم و اہل علماء میں عام مسند تقسیم

کیا کہیں کافر لوگوں کو یہی شکایت کرتے مگر کہ یہی طرح مجھ میں نہیں آ۔ اس لیے اگر آپ لوگ کچھ بہت کریں تو یہ مورد میں آپ کشتے ہوں۔ اس وقت حاضرین میں بیاباؤں کی تھی۔ حضرت اکبر اور حضرت مولانا بہتر مقلدی جن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم خیر تعلیم و تبلیغ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدیع عالم سابق مدرس دارالعلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت و دارالعلوم ٹنڈوالیہ سندھ و مال ساجہ ریزہ طبر اور حضرت مولانا محمد رفیع صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند و مدرسہ اسلامیہ سیالکوٹ و مال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور و امام المسند تعالیٰ فریضہ ہم چاروں نے عرض کیا کہ جو حکم جو ہم اقبال امر کو سعادت کہہ رہے تھے ہیں۔

اسی وقت فرمایا کہ اس فقہ کے اقتضائے کے لیے علمی طبع پر تین کام کرنے ہیں اول مسئلہ ختم نبوت پر ایک عقائد مشکل تصنیف جس میں مرزائیوں کے شبہات و ادزام کا ازالہ بھی ہو۔ دوسرے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کی مشکل تحقیق قرآن و حدیث اور آثار ملت سے صحیح احوال شبہات مٹا دیں۔

تیسرے طور مرزا کی زندگی اس کے گیسے ہوئے انفاق اور متعارض و متضاد اقوال اور انبیاء و اولیاء و علماء کی شان میں اس کی گستاخیاں اور گندی گالیاں، اس کا دھیسے نبوت و وحی اور متضاد قسم کے دھیسے۔ ان سب چیزوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی کتابوں سے مع حاکم جمع کرنا جس سے مشکلاں کو اس قدر کی حقیقت معلوم ہو اور اصل یہ ہے کہ اس فقہ کے مدافعت کے لیے یہی چیز اہم اور کافی ہے مگر چونکہ مرزائیوں نے مشکلاں کو فریب میں ڈالنے کے لیے غرور فرما کر کچھ علمی مسائل میں الزام کو اٹھا دیا ہے اس لیے ان سے بھی احتیاط نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق تو یہ صاحب اشرفیہ طرف اشارہ کر کے فرمایا ایک جامع رسالہ عربی زبان میں لکھ چکے ہیں اور اردو میں لکھ رہے ہیں اور آخر ان کو مسائل کے متعلق مواد فراہم کر کے مدون کرنے کا سب سے بہتر کام حضرت مولانا بہتر مقلدی جن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر سکیں گے کہ اس معاملہ میں ان کی معلومات بھی کافی ہیں اور مرزائی کتابوں کا پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس کام کو اپنے ذمے لے کر جلد سے جلد پورا کریں۔

اب مسئلہ رفع حیات عیسیٰ علیہ السلام وہ ہاتھ اس کے متعلق میرے پاس کافی مواد جمع ہے آپ تینوں صاحب دیوبند پیشکر جو اسے لے لیں اور اپنی اپنی طرز پر لکھیں۔

یہ بعض ختم ہو گئی مگر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے قطعی آثار میں ایک مگر انفس بہا میں
پر چھوڑ گئے۔ روایت واپس آتے ہی ہم تینوں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ
حیات میں کسی سے متعلقہ مواد حاصل کیا۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب دامت برکاتہم نے اِنْفِ مَشْهُوْقِيْنِ قَوْلًا هَكَذَا اِنْفِ کی تفسیر
سے متعلقہ مواد لے کر اس پر ایک مستقل رسالہ اردو میں بنام الجواب الغنی عن حیات المسیح قوی
نیا جرح علی نگ میں لایا ہے۔ جواب بھی لایا گیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے پندرہ فروری ۱۳۴۲ء
یہ رسالہ ۱۳۴۲ء میں شیعہ تبلیغ والاہلعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم نے اپنے محرم اخلاص میں اسی مسئلہ پر اردو زبان
میں ایک باب اور مختصر رسالہ بنام خلاصۃ اللہ فی حیوۃ روح اللہ تفسیر لکھی ہے۔ حضرت شاہ
قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مدد نے بے مدہوشی کو قریباً پندرہ فروری ۱۳۴۲ء
میں والاہلعلوم دیوبند سے شائع ہو کر قبول و تحید شائع ہوا۔

احقر کا یہ کہ کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ قطعی مسئلہ و مسترد بات حدیث حقیقہ صلی علیہ السلام کی
جیسا کہ یا نذول فی آخر الزمان کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر گئے۔ احقر نے
تعمیل حکم کے لیے رسالہ التصدیق لکھا تو مرقی منقول المسیح نوبان ثانی لکھا اور حضرت مدد کی بید
پسندگی کے بعد اسی سال شائع ہوا۔

اس کے بعد حسب ارشاد مدد و مسئلہ ختم ہوئے پر ایک مستقل کتاب اردو زبان میں تین صفحوں
میں لکھی۔

پہلا ختم النبوة فی القرآن جس میں ایک سو آیات قرآنی سے اس مسئلہ کا مکمل حجت اور طوا
کے حیات کا جواب لیا گیا ہے

دوسرا ختم النبوة فی الحدیث جس میں دوسروں احادیث مضبوط سے اس مسئلہ کا ثبوت اور منکر
کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا ختم النبوة فی الآثار جس میں سینکڑوں اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اس کے ثبوت اور
منکر اور ان کی آمیزش باطل پرہیز کے متعلق نہایت حدیث و صریح نقل کئے گئے ہیں یہ تینوں رسالے

پہلی مرتبہ ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۴۵ھ تک شائع ہوئے۔ اسی کے ساتھ مختصر رسالہ "قادیانی مرزا اور بیچ بھڑکی
پہچان" اور "دربانی" میں اشترنے کھڑکی پیش کئے۔ ان رسائل کا جو کچھ نفع مسلمانوں کی اصلاح و ہدایت
اور طبعی حکمرانی پر قائم جنت کے سلسلہ میں ہوا یا ہوگا اس کا علم قرآن الہی کو بت لگے تو اپنی محنت
کا حق ملا حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی سرسخت و خوشنودی اور بے شمار دعاؤں سے اسی وقت مل
گیا اور جس میں ان رسائل کی اشاعت سے مسلمانوں کی ہدایت بکسر بہت سے قادیانی غداروں کی توبہ
و رجوع الی الاسلام کے متعلق حضرت کو معلوم ہوئے اسی طرح اظہارِ مسرت اور دعا کے الفاظ سے بھر
مکھونا حضرت مولانا سید مفتی محی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو طر اور ملت کے اعتبار سے حضرت
شاہ صاحب قدس سرہ سے مقدم تھے لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غیر عقلِ علم کے
بے حد معتقد اور آپ کے ساتھ ساتھ رہنے والوں کا سا کرتے تھے جو خدمت اس سلسلہ کی ان کے سپرد فرمائی تھی
اس کو آپ نے نہ ہی سی بیچ کے ہاتھ کام دینا شروع کیا اور مرزا قادیانی کی پوری زندگی اس کے اخلاق
اعمال اور عقائد و نیات، اور عیسائی مذہب و رسالت اور کلیجہ عام اہل اسلام و گستاخی و دشمنی و ایذا و دلیا
کو مرزا کی اپنی کتابوں سے کھلا سفرِ سطرذاتِ انصاف اور امتیاز کے ساتھ اہل کو کے بہت سے رسائل
تصنیف فرمائے اور حضرت شمس صاحب قس طر کے سہنے پیش فرما کر ان کی مراد پوری فرمائی ان رسائل
میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

قادیانی میں قیامت غیر مجرخیل۔ اٹھ انداز علی سیرۃ الجناب۔ فتح قادیان۔ مرزا یوں کی کتاب جو
کے بیچ مرزا نیت کا فخر۔ مرزا نیت کا ہندو ہے گو کہ کھن۔ ہندوستان کے تمام مرزا یوں کے بیچ مرزا
اور مرزا یوں کو دربارِ نبوت سے بیچ۔ یہ سب رسائل ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۴۴ھ تک شائع ہوئے۔

غیر ذیل پر جناب میں تاریخی مناظرہ۔ اسی زمانہ میں چھاندی فیروز پر جناب میں قادیانیوں کا ایک
خاص اجتماع ہو گیا تھا۔ یہ لوگ، اس کے مشکانوں سے چیز چھڑا کرتے بہت تھے اور اپنے دستور کے موافق
علم مشکانوں کو مناظرہ ہوا کہ بیچ کیا کرتے اور یہ کسی عالم سے مقابلہ کی تربت آتی تو راہ گزیر امتیاز کتہ
اسی زمانہ میں ضلع سدر چر کے سہنے دس کچھ مشکان جو فیروز پر میں بسندہ عازمت مقیم تھے ان لوگوں نے
مذہب کی جنگ جنگ کو ختم کرنے کے لیے خود قادیانیوں کو دعوتِ مناظرہ دی۔

قادیانیوں نے سادہ لوح عوام سے معاملہ رکھ کر بڑی دیریں اور چالاک کے ساتھ دعوتِ مناظرہ قبول

کہتے تھے اس کے کہ مناظرہ کرنے والے علماء سے شرائط مناظرہ ملے کہتے تھے عوام سے ایسی شرائط مناظرہ پر متعلقہ لیے ہیں کی رو سے شیخ سہروردی قادری الی گروہ کی یہود اور اہل اسلام کو منظرہ شرائط کی پابندی کی وجہ سے ہر قدم پر مشکلات و پریشانیوں۔

ان عوام مسلمین نے مناظرہ اور شرائط مناظرہ ملے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے چند علماء کو دعوت دی جو قادیانوں سے مناظرہ کریں۔

مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے اس کام کے لیے حضرت مولانا سید محمد عثمانی صاحب، حضرت مولانا عبدعالم صاحب، حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت لڑکے ہوئے۔ اور صرف قادیانوں نے یہ دیکھا کہ گروہ ہم نے اپنی میں دینی شرائط میں مسلم مناظرہ کی بجائے اپنی قوت عیسوی کی اور قادیان کی پوری طاقت فیروز پور میں لا ڈالی۔ ان کے سب سے بڑے عالم اس وقت سرور شاہ کشمیری اور سب سے بڑے مناظرہ حافظہ دشن علی اور عبد الرحمن مصری وغیرہ تھے یہ سب اس مناظرہ کے لیے فیروز پور پہنچ گئے۔

ہر چار افراد صاحب الکرم دیوبند سے فیروز پور پہنچے قادیان پہنچ کر جیسا ہوا پھر گروہ مناظرہ اور شرائط مناظرہ کا نظریے گذرا۔ شرائط مناظرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان میں ہر حیثیت سے قادیانی گروہ کے لیے آسانیاں اور اہل اسلام کے لیے ہر طرح کی بے ہیا پائندیاں عوام نے اپنی نادانیت کی بناء پر تسلیم کی ہوئی ہیں اب ہمارے لیے وہی راستے تھے کہ یہ ان مسئلہ فریقین شرائط مناظرہ کے ماتحت مناظرہ کریں جو حیثیت سے ہمارے لیے مندرجہ بالا ہر مناظرہ سے انکار کر دیں کہ ہم ان شرائط کے ذریعہ نہیں ہو سکتے جو بغیر حاری شرکت کے ملے کر لی گئی ہیں۔ لیکن دوسری حق پرستی مسلمانوں کی بڑی نعمت، اللہ کی جلتی اور کاروانوں کو اس پر یوگیت کے کاموقع ملے گا علماء نے مناظرہ سے فرار کیا اس لیے ہم سب نے مشورہ کر کے مناظرہ کر لے گا تو فیصلہ کر لیا اور بعد یہ تار صورت حال کی اطلاع حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو دے دی۔

اگلے روز سفر و وقت پر مناظرہ شروع ہو گیا، ابھی شروع ہی تھا میں جس مناظرہ میں نظر نہی کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا خلیفہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامع چند دیگر علماء کے شرکت لائے تھے۔ ان کی آمد پر ہم نے کچھ دیر کے لیے جلسہ مناظرہ مختصر کی اور ان حضرات کو صورت حال بتائی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جیسے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرطیں اپنی پسند کے موافق

صحابہ سے طے کرائی ہیں، اتنی ہی اور مناظر جاری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ تم چھوٹوں کی طرح عالم مذاقت
مشکلات کے ہیں، وہاں پر تو کہ ڈاسنے کے جاری ہو، کسی شرط اور کسی طریق پر ایک مرتبہ سامنے آکر پہلے
دلائل بیان کرو اور ہمارا جواب سنا پھر خدا کی قدرت کا مواظہ دیکھو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے موافق اسی کا اعلان کروا گیا اور مناظرہ جاری ہوا۔ اسی اکابر
کو مناظرہ کے لیے پیش کرنا جاری غیرت کے خلاف تھا۔ اس لیے پہلے دن مناظرہ مسکو ختم ہوتا رہا۔
اسختم کیا۔ دوسرے جسے دن حضرت مولانا بدر عالم اور مولانا محمد امجد علی صاحب نے دوسرے دن پہلے دن مناظرہ
یوں تو مناظرہ کے بعد ہر فرق اپنی اپنی کتابت لکھی اس مناظرہ میں چونکہ مہتمم تعلیم وادب طبع
شریک تھا اس لیے کسی فرق کو وہ صاف ہی کا مرقع نہ تھا۔ پھر اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کا جواب فیروز پور
کے ہر گلی کو پہلے سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ قادیانی گروہ کو کس قدر اثر ہوا اور اس سے بھانپنا ہوا اس
گروہ کے تعلیمات و خیرہ طبع نے اس کا اقرار کیا کہ قادیانی گروہ پہلے کسی دوسرے کو نہایت نہیں کر سکا اور
اس کے خلاف دوسرے فرق نے جو بات کہی تھی وہیل کے ساتھ تھی۔

مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا بشیر احمد
صاحب مثالی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریریں قادیانی مسئلہ کے متعلق ہوئیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں
ایک یا دو خاص کی فریت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دہلی کے شہر پہنچے تھے اس مناظرہ
اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔

حضرت شاہ صاحب کا دورہ پنجاب ۱۳۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ
کی کوشش سے باریہ تصنیف و تقریر قادیانی دہلی و قریب کا پر دو ہری طرح چاک کر دیا گیا اور قادیانیت
سے متعلق ہر مسئلہ و مختلف طرز و انداز کے بیسیوں رسائل شائع ہو چکے تو آپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس تھی
کہ تاخیر و تاخیر کا بلکہ جزیادہ لوگوں میں نہیں پڑتا اور قادیانی سلیس میں پھر کر ان میں پناہ دہلی پہنچتے ہیں کی
لوگوں کی مخالفت کے لیے پناہ لگے مختلف شہروں کا ایک تبلیغی دورہ کیا جائے۔

پنجاب دوسرے کے دورہ کا پروگرام نہ ملتا۔ دیوبند کی ایک جماعت ہر اکابر ہوئی، اس جماعت
میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکابر بھی تھے حضرت شیخ الاسلام مولانا بشیر احمد مثالی جو شیخ
حضرت مولانا سید تقی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم

دارالعلوم دہلی ہند، حضرت مولانا عبدالمصاحب، حضرت مولانا محمد اویس صاحب اور مولانا محمد نعیم صاحب
اور صیافی اور اختر باگورہ شامل تھے۔ یہ عمر کے بڑا اور نوجوان کے چکر چباب کے ہر نئے شعر میں پہنچنے
اور ہر نئی شے کے متعلق اعلیٰ حق کیا، بلکہ یہی کہ رفع شہادت کی دعوت دی، اور صیافی، اختر باگورہ،
گوچر نواز، گجرات، اروا پٹنہ، ایبٹ آباد، داسرو، خیرہ، کھوڑا وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افزائی
عالمہ تقریری، ہر نئی، مرزائی و قتال جو اسے دلی منظور و مبارک کے پہنچ حرام کو دکھانے کے لیے لے پھرتے
تھے ان میں سے ایک ماسخ نے آکر معلوم ہوا تھا کہ وہ اس جہاں میں نہیں ہیں۔

اس پہلے سفر میں عام شکاروں نے جہاد الحق و ذہق الباطل کا منظر گرا آٹھوں سے دیکھا۔
مرزائیوں کے مقابل میں بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، حضرت شاہ صاحب اور دیگر اکابر جہاد کے ریاست،
مرزائیوں کے سرور ہونے کا فیصلہ ۱۹۲۹ء میں احمدیہ شرقیہ ریاست بہاولپور کی ایک مشائخ عورت کا
دعویٰ چلنے شروع ہونے کے مرزائی جو رہائے کی وجہ سے طلاق فیض ہونے کے متعلق بہاولپور کی عدالت میں دائر ہوا
اور سات سال تک یہ مقدمہ بہاولپور کی عدالت میں چل رہا تھا۔ اعلیٰ عدالتوں میں دائر ہوتے ہوئے آخر میں وہ اعلیٰ عدالت
میں پہنچا۔ ۱۹۳۳ء میں بہاولپور کے جہاد میں یہ گورہ واپس آیا کہ عدالت خیال میں اس مسئلہ کی پوری
تحقیق و تفتیش من ضروری ہے۔ دونوں فریق کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کی شہادتیں
پیش کریں اور دونوں طرف کے محکمات ریاست منصف کے بعد اس مسئلہ کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے۔

اب اعلیٰ عدلیہ مرزائی نے اپنی حمایت کے لیے قادیان کی طرف رجوع کیا۔ قادیان کا ریاست الملک
اور اس کے رہائے کا مقدمہ کی پیروی کے لیے وقت ہو گئے۔ اور حرم و بیہاری ایک غریب گھرانے کی
وہ کی شہادت کس پر کیا میں وقت گذر رہی تھی، اس کی قسمت سے قطعاً خارج تھا کہ کھٹکے مشاہیر جہاد کو
جمع کر کے اپنی شہادت میں پیش کر سکے یا اس مقدمہ کی پیروی کر سکے۔ مگر الحمد للہ بہاولپور کے غیر مسلموں
کی انجمن ترویج اسلام نے زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد حسین صاحب کٹیج الہامو بہاولپور اس کام کو اپنے
اتحاد میں لیا اور مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا۔ اور کھٹک کے مشاہیر علماء کو خطوط لکھ کر اس مقدمہ کی پیروی
اور شہادت کے لیے طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مامور استویر ڈابھیل
میں مصروف تھے کہ فرائض انجام دے رہے تھے اور کچھ عرصہ سے علالت کے سبب رخصت ہو کر دہلی ہند
تشریف لائے ہوئے تھے۔ طویل علالت سے نقابست بے حد ہو چکی تھی۔

لیکن جس وقت یہ معاملہ آپ کے سامنے آیا تو منکر کی حرکت اور ہیئت کے قوی احساس نے آپ کو اس کے لیے مجبور کر دیا کہ اپنی صحت اور دوسری ضرورتوں کا خیال کے بغیر وہ بہاولپور کا سفر کریں۔ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش فرمایا، بلکہ کھٹکے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دی کہ شہادت کے لیے جمع فرمایا۔

یہ واقعہ تقریباً ۱۳۵۰ھ کا ہے جب کہ احقر کا ارد گردی کھیت یعنی دارالعلوم دیوبند فوٹے فریسی کی خدمت انجام میں رہا تھا۔

انجمن خیرہ الاسلام بہاولپور کی دعوت کے علاوہ اس وقت محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ایام بھی میری صافری کے خطوں معلوم ہوا، احقر نے صافری کا قصد کر لیا۔

لیکن حضرت الاسلام شاہ صاحب قدس سرہ کو جو خیرہ از شہادت دینی ضرورتوں کے ساتھ تھا وہ آپ کو پہنچنے کے وقت تھا اس کی وجہ سے آپ نے آخر تک مقدمہ سے کافی روز پہلے بہاولپور پہنچ کر اس کام کو اپنی قرب کے ساتھ انجام دینے کا فیصلہ فرما کر سب بیانات کے اختتام تک تقریباً بیسویں روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب کا پڑھنا لکھنا اور کلام و حدیث میں ہر اس کی اصل کیفیت اور امتیازی رنگوں سے پرلپٹے جنموں نے یہ منظر دیکھا ہے، اس کو یہاں نہیں کیا جا سکتا، منظر یہ کہ اس وقت کمرہ عدالت دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث نظر آتا تھا، عدالت اور حاضرین پر ایک سکڑا عالم تھا۔ معلوم رہا کہ حقائق و مصارف کا دیا تھا جو آٹا چلدا ہوا تھا۔

تین روز مسلسل بیان ہوا، تقریباً ساٹھ صفحات پر قلم بند ہوا، یہ بیان اور دوسرے حضرات کے بیانات ایک مستقل جلد میں طبع ہوئے۔

اس مقدمہ میں کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل تو اس مستقل فیصلہ سے معلوم ہو سکتی ہے جو عدالت کی طرف سے ۱۶ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۵۳ھ کو دیا گیا، اور جو اسی وقت بہاولپور اردو ایک سربراہی صفحات پر شائع ہو چکا تھا، اس کی اشاعت کا اختتام حضرت مولانا محمد صادق صاحب اساتذہ جامعہ عباسیہ بہاولپور و حال ناظم امور خیرہ بہاولپور کے دست مبارک سے ہوا، اس مقدمہ کی بیرونی علماء کے اجتماع اور ان کی ضروریات کا انتظام بھی مولانا مصروف ہی کے اہل حق انجام دیا تھا اور

مولانا کے میرا سہا تعلق، اسی سلسلہ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس فیصلہ کے شروع میں ایک مختصر تمہید لکھی ہے اس کے چند جملے نقل کر بیٹھتے کسی قدر حقیقت پر روشنی ڈال سکتی ہے وہ یہ ہیں۔

”وہ میری طرف سے شہادت کے لیے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب پور پور اور مولانا علی لاہوری اور مولانا شیخ صاحب صفحہ دار العلوم دہلیہ مدبر پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی نشر و اشاعت نے تمام ہندوستانی کی قوم کے لیے جذب مقناطیس کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کا خیر فانی شہرت حاصل ہو گئی۔ حضرات علمائے کرام نے اپنی اپنی شہادتوں میں علم و عرفان کے سوا ہمارے اور فرقہ و خلافہ مروجہ کا کفر و بدعت و روز بدعتی کی طرح ظاہر کر دیا اور فریق اختلاف کی ہرج مہج کے نہایت حکمت جواب دیے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ایوان کھتر، افغان، زندقہ اور بدعت و فتنہ نبوت و اجماع قوا، اعتراضات کے اقسام، دینی انکشاف اور اسلام کی تعریفات اور ایسے اصول و قواعد بیان فرمائے جن کے مطالعہ سے ہر ایک انسانی قلب و دماغ بصیرت و بصیرت مزائیت کا یقین کامل حاصل کر سکتا ہے۔ پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی، مقدمہ کی پیروی کا یہی اور شہادت کے مروجہ اصول و قاعدہ بیان دہلی و دہلیہ کو اٹھکا کر کہنے کے لیے شروع آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی صاحبہ پوری تقریریں لائے۔ مولانا موصوفت ممتاز مدینہ ہر کہ تقریر یا فریاد سال مقدمہ کی پیروی کا یہی فتنہ بنت۔ فریق ثانی کی شہادت یہاں سے داخل شہر جرح فرمائی جس نے مزائیت کے بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا اور نہایت دہلی و فریب کے تمام پھولوں کو باد پادہ کر کے فرقہ و مزائیت خوار و تباہ و خاک و عالم کر دیا۔ فریقین کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوفت نے مقدمہ پر بحث پیش کی اور فریق ثانی کی تقریریں کٹ کاٹ کر ہی جواب جواب نہایت مفصل اور جامع میں کیا۔ کامل دو سال کی تحقیق و تفتیش کے بعد عدلیہ قیام ڈاکٹر کشمیری صاحب بہادر نے اس کی اپنی مقدمہ بصیرت اور فیصلہ فرمودی ۱۹۲۵ء مکن مدبر سنا۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً نظروں کے قابل ہے۔ ششماہی ہند کی برہمنوں کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ مواد مقدمہ کی قسری جلد ہے اس سے پہلے دو جلدیں اور ہوں گی۔

جلد اول میں حضرت علمائے کرام کی مکمل شہادتیں اور طہرانی میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحبہ پوری کی بحث اور جواب جواب شائع کیا جائے گا۔ دینی، دہلی، سوال کر، دونوں جلدیں کتب شائع ہوں گی۔ اس کا جواب

مسلمانوں کی بہت افزائی پر عزت ہے۔ یہ دوسری جلد یعنی جلدی فرحت ہوگی اسی آغاز سے پہلی دو جلدوں کی اشاعت میں آسانی ہوگی حضرت علامہ کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید و مزاحمت کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ فیصلہ جلدی شائع ہوگا تو یہ مزاحمت میں کسی دوسری اصلیت کی قطعاً حاجت نہ رہے گی :-

اس مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے حکم کی بناء پر پہلا بیان اس آخر کا ہوا۔ یقیناً مقررین صداک ایک دو روزہ مہرج ہو کر تقریباً ساڑھے سات سو پانچ سو پانچ مرتب ہوا۔

پہلا بیان تھا۔ ابھی لوگوں نے اکابر کے بیانی ٹھنڈے نہ تھے۔ سب نے پھر پند کیا بلکہ اسے کہ عدلی بیانی میں بھی اور ممکن پر آنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اول سے ٹکلی ہوئی عدلی کے ساتھ اپنی مسرت کا اظہار فرماتے تھے اور اس بنا کارہ و کارہ کے اس دوسری دنیا کا صورت ہی سوا ہے کہ اللہ والوں کی رضا، رضائے حق کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ امثالہ ان یستحقوا بالحقین :-

فقہ قادیانیت پر حضرت مفتی صاحب کی تصنیف :- دو قادیانیت کے مسئلہ میں حضرت مفتی صاحب کی اہم ترین خدمت ان کی دو کتاب تصنیفات میں ہر ایک نے اسلام اور قادیانیت کے درمیان فہم و مبالغہ پہر شب فرمائیں، ان میں اکثر کرا کر اور یہ کی تحریر ہی آچکا ہے، مگر مناسب ہو گا کہ ان کا مختصر ملاحظہ یہاں پیش کر دیا جائے ۔

حضرت مفتی صاحب کی تمام تصانیف میں چند خصوصیات ایسی ہیں جو صرف ان کی تحریر کا خصوصی رنگ کھلا سکتی ہیں اور جن کی وجہ سے ان کی تصانیف مفید خاص و عام ہیں۔

پہلی خصوصیت ان کی زبان کی بے ساختگی اور سادگی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کسی منکر و متکبر لہجے میں تو نہ لے بلکہ عام فہم آغاز میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ مراد استدلال کا آدھی میں اس سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، عبادت میں بے جا حائل اور مطالب میں پیچیدگی سے ان کی تحریر سب سے آگے ۔ دوسری خصوصیت ان کے سب و لہجہ میں سادگی اور سنجیدگی ہے وہ کثرت سے کثرت خلاف کے متبادل میں لگے اور نہ انت سے انت کرتے ہیں، اور ان کی دکانا ہٹ سے ہمیشہ دس کھان بھرتے ہیں۔ ان کی تحریریں آپ کو غصہ بازی یا کوئی شک نہیں ملے گا۔

تیسری خصوصیت وہ ہے کہ وہ جس موضوع کو لیتے ہیں اس کے ساتھ چندی و تعداد کی کرتے ہیں۔ اور

موضوع کا کوئی اور فرقہ نہیں پہنچتے۔

چوتھی خصوصیت ان کا فقہ دیکھ لی اور متلا ل کی قوت ہے جو ان کی برتسیت میں غلام ہے وہ غیر فتنہ ہیں اور ان کی ہر عبارت فقہ کی آئینہ دار ہے۔

پانچویں خصوصیت مطالب کی تدریب اور مضامین کی ترتیب کا انداز اسطرح ہے

ان تمام خصوصیات کے بعد اب ان کی رد قادیانیت کے موضوع پر تصانیف کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے

(۱) جریۃ المہدیین فی آئینۃ خاتم النبیین ۱۰۰ آپ نے یہ رسالہ حضرت شاہ صاحب کے حکم پر لکھی

تائید فرمایا ۱۰۰ اس کے مقدمہ میں فرقہ قادیانیت کی شدت اور مزہ فتنہ احمد قادیانی کے دعویٰ کا کھارہ ذکر کرنے کے بعد مکرر فرمائے ہیں۔

”وانما سمعنا انہا (ای الفتنۃ القادیانیۃ) تجاوزت حد ووالہشہ

وکاترت تشیع فی ارجاء العربی وقایما اللہ ویدور المسلمین کھلھا عن فتنہم

وقفنہ المیخ للہلال، ولہذا الشارحی من الشارح حکم و اطاعتہ عنہ

احسن قدوة المحققین والمفسرین فی اوائہ وزیدۃ العلما والفقہاء الملتزمین

فی زمانہ مشہد الاظهر محمدمہ النور کشمیری صدر المدرسین بدرہ علی

المیہندیۃ۔ متعنا اللہ تعالیٰ بطل یشامہ۔ ان اکتب فی هذا الباب

مسائلہ وحیثۃ اجمع فیہا ماورد فی مسئلۃ حکم النبوۃ من تصور

قاطعۃ واضحۃ، واعادیت متواترۃ بیئہ، ومن اجماع الاممۃ و

اقوال السلف الصالحین علی ان دعوی النبوۃ کفھا کھان ہجہ نہایت صلی

اللہ علیہ وسلم کفر بواجہ (رسد)

اس رسالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ مسئلہ ختم نبوت پر قرآنی کریم کی ۲۴ آیات کو حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۶۴ احادیث طیبہ میں کی گئی ہیں ۹۰ صبر کلام اس کے بعد اکابر ملت کی تصریح ذکر کی گئی ہے۔ اور اگر کتب سابقہ سے مسئلہ ختم نبوت پر فقہاء پیش کی گئی ہیں۔

یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں دیوبند سے شائع اور اس پر حضرت مولانا محمد رفیع اعظمی دہلوی

دیوبندی مولانا حبیب الرحمن عثمانی مولانا امجد علی ادرود خان مولانا محمد رفیع اعظمی دہلوی کی تقریقات ثبت ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے بعد مہرستان خلافت نبوت پاکستان کی جانب سے یہ رسالہ

دوسرے شائع ہوا۔

ختم نبوت کامل، متوسط تقطیع پر پارسوئیکے کی یہ عظیم کتاب گرامر حضرت السعدین کا اٹھارہ ایڈیشن ہے اس میں حضرت مفتی صاحب نے مندرجہ نبوت پر قرآن کریم، حدیث نبوی، اجماع امت اور کتب سابقہ کی نقول کا ذخیرہ ہماری شرح و تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس کے قلمی حصوں پر تقسیم فرمایا ہے۔

۱۱۔ ختم النبوة فی القرآن ۲۰۔ ختم النبوة فی الحديث ۳۰۔ ختم النبوة فی الآثار ۴۰۔ ختم النبوة فی القرآن کریم کی ۹۹ آیات سے تفسیر و تفسیر کے مدح کی گئی ہیں۔ ختم النبوة فی الحديث میں اس حضرت علی علیہ السلام کے (۲۱۰) ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ اور ختم النبوة فی الآثار میں صحابہ، تابعین، مفسرین، فقہاء، محدثین، مستشرقین، مصنفین، مفسرین، انفس امت کے کلمہ طبقات کے اکابر کی تصدیقات جمع کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ انبیاء سابقین کے ارشادات اور کتب سابقہ کی نقول کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔ قادیانیت کی طرف سے آیات و احادیث کی جو ترجمات کی جاتی ہیں ان کا بھی ضابطہ ثانی اور مقل جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت مصنف کے ان محاسن میں سے ہے کہ اگر فرقہ قادیانیت کے رہنما اس کے سوا ان کی اور کوئی تحریر نہ ہوتی تب بھی ان کی دنیوی و دنیوی سعادت کے لیے کافی تھی۔ یہ کتاب تقسیم سے قبل دیرینہ سے شائع ہوئی تھی اور پاکستان میں بھی حضرت مفتی صاحب کے ادارے سے بار بار شائع ہوئی۔

التصريح بما اتفقوا في نزول الميعة۔ قادیانیت کا سب سے بڑا مندرجہ کے لیے ہے۔ اس حضرت علی علیہ السلام کے لیے لکھی گئی ہے کہ حضرت جعفر علیہ السلام کا بھی ایک انتقال نہیں ہوا وہ زندہ ہیں، قیامت سے پہلے ان کا نزول ہو گا۔ اور تمام اہل کتاب جو اس وقت موجود ہوں گے ان پر ایمان لائیں گے، آپ دین اسلام کی دولت دیں گے، اور پوری دنیا میں صرف ایک ہی نبی ہو گا۔

حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے حضرت علی علیہ السلام کے نزول کے متعلق تمام احادیث کو ذخیرہ حدیث سے روشنی کر کے جمع فرمایا اور حضرت مفتی صاحب کو ان کے مرتب کرنا حکم فرمایا۔ آپ نے اہل اندلس کو متفرج کے نام سے مرتب کیا اور اس کے لیے ایک لٹریل اور پرنٹرز مقرر

۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا، اس رسالے کے دست میں تحریر فرمایا۔
 ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا، اس رسالے کے دست میں تحریر فرمایا۔

• مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک فقرہ اور جامع مانع اور نافع رسالہ لکھا ہے۔

بعض اجزاء میں میں بھی لکھا تھا، مگر ان کی تحریر و تقریر سے قریب قریب مندرجات

ہو گیا۔ وہ منقریب چھپ چاہئے گا۔ میں نے اس کا نام لکھا ہے اصول الکفر والی

اصول، گذر سہ شعبان ۱۳۵۱ھ۔

یہ رسالہ گنگ بھی کئی بار طبع ہوا، اور اب سے "جواہر الفت" میں جو حضرت مفتی صاحب کے فقہی مسائل کا مجموعہ ہے، شامل کر دیا گیا ہے۔

مرقد کی سزا۔۔۔ کمال میں حضرت الشہ قازانی کو سزائے ارتداد لگسکا گیا تھا قادیانی اس سے آتش

نیر یا ہوئے، اور اسلام کے اس قطعی مسئلہ کا کہ مرقد کی سزا قتل ہے، انکار کر دیا۔ اس رسالہ میں حضرت

مفتی صاحب نے قرآن کریم، حدیث نبوی، افعال صحابہ اور اجماع امت سے ذریعہ ثبوت مستدل کیا ہے

کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ عقل صریح کا تقاضا بھی یہی ہے۔ یہ رسالہ بھی "جواہر الفت" میں شامل ہے

البيان الرفیع۔۔۔ اس کا تذکرہ حضرت مفتی صاحب کے مضمون میں بھی جو بیات اللہ سے نقل کیا

جایا ہے، اس سے بہاول پور کے مشہور تاریخی مقدمہ میں وکیل مدعی کی طرف سے جو بیان حضرت

مفتی صاحب نے دیا تھا اسے "البيان الرفیع" کے نام سے، بیانات علمائے دینی میں شائع کیا گیا

ہے۔ اس میں آپ نے قادیانیوں کے دعویٰ، ان کی شقیہ، اللہ ان کے بارے میں شرعی حکم کی وضاحت فرمائی۔

یہ آٹھ رسائل رقم الخراف کے مطالعے کے لئے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحب نے

نے اپنی مفید ترقی تفسیر معارف القرآن میں اور عربی تفسیر احکام القرآن، قادیانیت سے متعلق بہت

پر جو لافظ علمی و فنی و سیر و قلم فرمایا ہے اگر شے چکا کر دیا جائے تو ایک مضمون اور جامع کتاب مرتب

ہو سکتی ہے۔

قادیانیت کے بارے میں فتاویٰ۔۔۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یہ سعادت تھی کہ انہوں نے

اکابر مشائخ کی عثمانی میں فتویٰ لکھی میں کمال حاصل کیا، اور پھر ایک وقت آ کر ایشیا کی سب سے بڑی

ریورسٹی دارالعلوم دیوبند میں انہیں سعادت افتاء کی مسند تفریض ہوئی۔ جس کی بدولت انہیں

مفتی عظیم کا خطاب پہلے پر حاصل ہوا اس دوران کچھ قادیانیت کے بارے میں بھی بہت سے فتوے جاری فرمائے، جن میں سے بعض میں غازیانوں کی شرعی حیثیت کو واضح فرمایا گیا اور بعض میں ان کے شہادت کا قیع قیغ کیا گیا۔ یہاں چند فتووں کو نقل کر دینا خالی از قاعدہ نہ ہو گا۔

پہلا فتویٰ :- سوال :- لا تکفراہل قبلتک حدیث ہے یا نہیں اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :- حدیث لا تکفراہل قبلتک کے متعلق جہاں عرض ہے کہ ان نظموں کے ساتھ یہ جملہ کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے لیکن اس ضمنی کے مجملے بعض حدیث میں وارد ہیں مگر قابلِ مبلغ جو ان الفاظ کو تمام نقل کر کے اپنے کفر کو چھپانا چاہتا ہے اور حق پرست ہے کہ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں جیسے قرآن سے کوئی شخص لا تقر یا المسلمون نقل کرے کیونکہ یہی حدیث میں اس قسم کے افلا واقع ہیں ان کے ساتھ ایک قید بھی مذکور ہے یعنی ذنب ارجل وغیرہ جس کی غرض یہ ہے کہ کسی گناہ و مصیبت کی وجہ سے کسی اہل قبلہ کو یہی مسلم کہیں کہ لا کفرست کہ یہاں نیز بعض روایات میں اس کے بعد یہی یہ افلا بھی مذکور ہے لا ان تنروا کفرا بواحد یعنی جب تک کہ نہ صرف نہ دیکھو لا کفرست کہو خواہ گناہ کتاب بھی نہ ہو۔

یہ روایت ابو داؤد کتاب الجہاد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال لا اله الا الله ولا تشکونہ ذنب ولا تخیرہ من الاسلام بعمل غیر بخاری سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مرفوعاً من شہد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلی صلاتنا واهل ذریعتنا فهو المسلم الی قبلہ سے مراد بالخیر است و وہ لو کہ میں جو تمام ضروریات دین کو مانگتا ہوں کہ اگر یہ فکر کی طرف تیار نہیں ہوتا ہے ضروریات اسلام کا انکار کرتے ہیں کیا فی شرح المقاصد الجلد الثانی من صفحہ ۲۶۸ الی صفحہ ۲۷۴ قال البحت اصباح فی حکم مخالفت الحق من اهل القبلة ایس بکا فہو مخالف بخلاف ماہو من ضروریات الدین الی قولہ والا فلا نزاع فی کفر اہل القبلة الموعظ لعل العبر علی الطاعات باعتقادہم العادہ ونفی الحظر ونفی العسور بالخیرات وحفظہ بصدور شئی من موجبات الکفر الا فی شرح الفقہ الذکری ان خلافہ حق واجب اطاعة لا یعتبر خلافہ ووقائہ ایضاً الی قولہ وان علی الی القبلة واعتقد نفسہ مسلماً ان الامة لیست عبارة عن المصلیین الی القبلة بل عن المؤمنین

وغيره في الكشف البزدي صفحہ ۳۳۷ وفي اشاي صفحہ ۳۳۷ باب الاسماء والصفات في
 كثرة الخلافات في ضروریات الاسلام ومن طعن من اهل القبلة المواقف طول عمره على
 الطوائف وقال اشاي ايضا اهل القبلة في اصطلاح المتكلمين من يصدق في ضروریات الدين
 اي الامور التي علم ثبوتها في الشرع واشتهر ومن انكر شيئا من ضروریات كحدوث
 العالم وحشر الاجساد وعلم الله سبحانه بالجزئیات والضروریات الصلوات والصوم فم
 يكن من اهل القبلة ولو طعن مجاهداً بالاطاعات الى قوله ومعلق عدم تكفير اهل
 القبلة ان لا يكفر بالتركيب المعاصي ولا بانكار الامور الكسبية حين المشهورة هذا
 ما حققه المحققين فاحتفظ ومشبه قال المحقق ابن امير الحاج في شرح التقرير لابن
 همام والتميز عن تكفير اهل القبلة هو المواقف على ما هو من ضروریات الاسلام هذه
 جملة قليلة من اقوال العلماء نقلتها واكتفيت بها بقلة الفروقات وتقصير هذه المسئلة
 في رسالة احفظها المحدثين في شئ من ضروریات الدين المشيخة ومولانا المشيخي من مغلطة
 والله اعلم .

رقنوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۳

دوسرا فتویٰ :- سوال :- اہل قہر گراہد اہل قہر کی شرعاً کیا تعریف ہے قانونی مرزائی الایہدی مرزائی لکھا
 اہل قہر کو کہہ کر عثمان میں دینیں اگر نہیں تو کس وجہ سے ؟

الجواب :- کہہ کر گراہد اہل قہر ایک خاص اصطلاح ہے اسلم اور عثمانوں کی جبکہ یہ طلب کسی کے نزدیک
 نہیں کہ جو کلمہ پڑھے خواہ کسی طرح پڑھے وہ عثمان ہے جو قہر کی طرف نہ کرے وہ عثمان ہے بلکہ یہ
 فقہا اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایسے
 پاس ہے تو ایسے ایک اصطلاحی نام ہے ان تمام علوم کا جو اس وجہ میں سکھائے جاتے ہیں مذہب کہ
 جو ائمہ کے اختلاف میں پاس ہوتا ہے اور یاد رکھتے ہو اس طرح اہل قہر کے معنی بھی جتنی امت
 یہی ہیں کہ جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو کھارج بہ فی حاکم کتب الکلام بعد اس کی مستقل بحث حال
 انکار الملحدین صنفہ حضرت مولانا رشید صاحب میں موجود ہے ضرورت ہو تو علامہ فرمایا جاوے مگر
 حال عربی زبان میں ہے (اور دو زبان میں بھی اس مضمون کا ایک رسالہ شکر کا ہے جس کا نام اصل الفتا
 ہے) والله تعالیٰ اعلم .

رقنوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۳

قیس افتخاری (۲۳) ۱۰۔ لوحان موسیٰ و عیسیٰ حنین لہما وسعہما الا انا علی ابن کلبہ بہشتی
فلحق علیہما حدیث ابو القاسم الجواد جلد ۲ صفحہ ۲۴ شرح فقہ اکبر میں بھی یہی منقول ہے۔

۲۔ ان عیسیٰ بن مریمہ حاضر عسبرین و سائتہ سنۃ الحدیث کثیر احوال صفحہ ۲۵ جلد ۶
جلو میں چھبائی موط اس حدیث سے وفات ثابت ہوتی ہے۔ ۳۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہمارے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوں ہوئی حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر کیوں نہ اٹھائے گئے؟
۴۔ ہا المسیح بن مریمہ الا رسول قد خلت من قبلہ المرسلین سورہ ال عمران ۱۰ اس آیت
سے وفات کسب علیہ السلام پر استدلال کرنا کیا ہے۔ ۵۔ ہدایت غیلبیہ الارش سے وفات عیسیٰ پر استدلال
ثابت ہوتی ہے۔ ۶۔ شیخ محمد علی الدین ابی عرقی فرماتے ہیں لاجبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ تشریف نبوت
ختم ہو چکا ہے۔ لیکن غیر تشریف نبوت ختم نہیں کیا یہ صحیح ہے!

الجواب ۱۱۔ حدیث لوحان موسیٰ و عیسیٰ حنین۔ دو تین کتابوں میں مذکور ہے مگر
سب میں جاسد کھلی ہے اور جب جگہ نہ معلوم نہ ہو کیسے تحقیق کیا جائے کہ یہ حدیث صحیح قبول
عمل ہے اگر اسی طرح جاسد روایات پر عمل کریں تو سارا ہی برباد ہو جائے اسی لیے بعض اکابر محدثین
نے (علیہما حدیث) میں ہمارا کہنے فرمایا ہے لولا الاستناد لقال من شاء صاٹا۔ دوسرے اگر
بالغرض نہ ہو تو بھی ہوا وہاں کہ کہ صحیح بھی ہے تو غایت یہ ہے کہ یہ حدیث دوسری احادیث سے جو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی پر صریح ہیں اور وہ جو اقوال کو پہنچی گئی ہیں ان کی معارض ہوگی اور
تعارض کے وقت شرعی اور عقلی قاعدہ یہی ہے کہ اقویٰ کو ترجیح ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک
غیر معروف حدیث ان تمام صحیح اور قوی متواتر روایات حدیث پر راجح نہیں ہو سکتی یہ قادیانی ہی
ذہب کی خصوصیت ہے کہ سطح کے موافق نہ ہو تو صحیح بخاری و مسلم کی حدیث کو معاذ اللہ بدعتی کی ٹھوکری
میں ڈالنے کے لیے تیار ہو جائیں اور مطلب کی جرح خود موافق ہو تو ضعیف روایات کو ایسا ہم پائی
کہ صحیح اور متواتر روایات پر ترجیح دیں کوئی مشکل ان ایسا نہیں کر سکتا اس حدیث کی تحقیق پر مولانا سید
مفتی حسن صاحب دہلوی ناظم تبلیغ دارالعلوم نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے جو تقریباً بیس ہزار
شائع ہونے والا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے وفات کا ثبوت کرنا قادیانی فرستہ ہی کی خصوصیات سے بے وفائی ہے

کہ حدیث خود بخود غلط نہیں ہے بعض محدثین نے اس کو قابل اعتناء نہیں مانا، تاہنا اگر حدیث ثابت ہو جائے تو صحاح مشہور میں جو قوی اور صریح روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول فی آخر الزمان کے متعلق وارد ہیں یہ حدیث ان کا معارضہ عقلاً و اصولاً نہیں کر سکتی۔

اگر تاہم حدیث کی مراد صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ایک سو بیس سال زندہ رہے آسمانی پر زندہ رہنا چونکہ ممکن نہیں ہے اس لیے اس حیات کو حیات دنیوی میں شمار نہ کرنا چاہیے تھا۔ حدیث نہ کیا گیا اور اس حدیث میں زمین اور اس عالم عناصر کی حیات کا ذکر ہے بلکہ اجماعاً حیات کسی کے لیے ثابت ہو اس کا اس میں شمار نہ کرنا اور داخل کائنات و عقل و نقل کے خلاف ہے۔

(۳) حق تعالیٰ کے معاملات ہر شخص کے ساتھ جدا جدا نہیں کرتے جن میں سے پہلے اگر اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کہے کہ جو معاملہ فرج علیہ السلام کے ساتھ کیا وہی معاملہ علیہ السلام کے ساتھ کیوں نہ کیا اور جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا وہی حاتم بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیوں نہ کیا۔ اور نہ صرف یہی معاملات و واقعات سے ایک بنی کریم کو دوسرے بنی کریم کے مزاج و تفضیل دی جا سکتی ہے جب تک دوسری صحیح و صریح روایات تفصیل پر دلالت نہ کریں، انبیاء علیہم السلام کی آمد صحیح پڑھنے والوں پر ظنی نہیں کہ بعض انبیاء کو آدموں کے ذریعہ دو ٹکڑے کر دیا گیا اور بعض کو آگ میں ڈال دیا گیا اور بعض کو خندق وغیرہ میں پھرنے پر یہ آفات و مصائب اول جاری کی جیسے ہجرہ و اللہ بھلائی اور کسی کو اول ہی سے غمزدار رکھا۔ اب یہ سوال کرنا کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی پر اٹھا کر زندہ رکھا گیا ہے ایسے ہی حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ کیوں نہ کیا گیا یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ جو معاملہ برحق علیہ السلام اور ظہور فرعون کے ساتھ بنص قرآن کیا گیا وہی معاملہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کنعہ کے ساتھ کیوں نہ ہوا کہ جنگ امد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہمارے شہید ہونے پر ہوا اللہ زہمی ہونے کی قربت آئی آپ کو جبروت کر کے دلی امد کہ چھوڑنا چاہا غار میں چھپنا پڑا۔ سب کفار قریش پر ایک دفعہ ہی آسمانی پہلی کیوں نہ آگئی اور دوا میں غرق کیوں نہ ہو گئے جیسے یہ سوال حق تعالیٰ کے معاملات میں ہے ہمارے جیسے ہی یہ بھی داخل ہے یا نہ داخل ہوا ہے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھا آپ کو بھی زندہ آسمان پر رکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ زیادہ دلوں تک زندہ رہنا یا آسمانی پر۔ دینا ہی سے کوئی تفضیل بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت نہیں ہوتی کہ زیادہ حق و فضیلت ہوتی تو بہت سے

صحابہ کرام اور عام امت کی عمریں آپ سے دو گنی چو گنی ہوتی ہیں ان کو بھی افضل کہہ سکیں گے اور اسی طرح اگر آپس پر، بتایا چلتا ہی مد فیصلیت ہو تو فرشتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ماننا لازم آئے گا جو ان خصوصیت پر اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

۴۔ قد خلت من قبلہ الرسل سے جتنی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرنا نہیں ممکن کا کام ہے جنہیں عربی عبارت سمجھنے سے کوئی حلقہ نہیں اور جو عبادت انہوں سے باطل دانت نہیں کیونکہ قول تو اس جیسے عبادت کے کسی خاص دائرہ مشہور نہ ہو کوئی اثر عبادت کے اعتبار سے نہیں پڑتا، مگر اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بیمار طبیعت کے پچھلے کپڑے پہن کر کہے کہ ترشی اور تیل مست کھاؤ۔ ترشی اور تیل کے سوا ساری چیزیں کھاؤ مضر نہیں۔ اب اگر یہ بر وقت جا کر پھر ان کھائے یا کھیا کھائے اور استدلال میں قانونی مجتہدین کا سا استدلال پیش کرے کہ حکیم صاحب نے کہا تھا کہ ترشی اور تیل مست کھاؤ۔ ترشی اور تیل کے سوا ساری چیزیں کھاؤ کوئی مضر نہیں اور ساری چیزیں کھاؤ پھر اور اور حکیم (ذہر) بھی داخل ہے لہذا میں جو کہہ کھا ہوں حکیم صاحب کے فرمان سے کھا ہوں۔ انصاف کیجیے کہ کوئی اختلاف اس کر جمیع ائمتہ کے گواہ پھر بھی انصاف کیجیے کہ اس قانونی استدلال میں اور اس میں کوئی فرق ہے یا نہیں نہ اس طرح سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر بالفرض سنت کے معنی موت ہی ہوں تو بھی اس سے اسی انبیاء کی موت ثابت نہیں ہو سکتی جس کے قرآن و حدیث کی دوسری خصوصیات حیات ثابت کرتی ہیں جیسے سب چیز کھاؤ کے قول سے پھر وہ ذہر کا کھانا دہیں اس کے علاوہ سنت کے معنی امت میں موت کے نہیں بلکہ گنہ جاننے کے ہیں خواہم کہ خواہم کسی دوسرے طریقہ سے جیسے جی علیہ السلام کے لیے ہوا۔

امام اربعہ اصنافی مفردات القرآن میں اس لفظ کے یہی معنی لکھتے ہیں۔

والخلاق يستعمل في الزمان والمكان الحقن لما تصور في الزمان المضي
فسر اهل اللغة غلظ الزمان بقولهم مضي الزمان وذهب قال تعالى وما
محمدة الا رسول قد خلت من قبله الرسل الحقن یہ لفظ صریح ہے کہ غلظ کے معنی قوتی
شرایت میں ہے جانے اور گذر جانے کے میں میں جیسی علیہ السلام اور دوسرے انبیاء باغیر ہمارہ ہو گئے
تعبیر ہے کہ قانونی خانہ سازہ چیز کے صحابی اتنی ہی بات کر کیوں نہیں کہتے اور اگر حق تعالیٰ الہی کہ چشمہ شریعت

علاوہ اسے خود وہ اب بھی تحریر کر رہے تھے کہ یہ آیت بکارت وراثت میں ہے وراثت ہونے کے بعد میت میں کسی کی طرف خیر ہے کہ جو صریح انتظامات وغیرہ کو چھوڑ کر غفلت شاید خدا تعالیٰ نے اس کے اعتبار فرمایا ہے کہ کسی بد وقت کو میت میں کاشت نہ ہو جائے مگر یہ عدادہ شمس کو تو پھر بھی شہر کی گلی میں نہ تھی۔

۵۔ امرات غیر امیاء کی تفسیر اعتبار غفلت بھی اور جو کہ مفسرین نے تحریر فرمایا ہے اس کے اعتبار سے بھی یہی ہے کہ یہ سب حضرات ایک عین وقت کے بعد مرنے والے ہیں یا یہ کہ بالفعل مر چکے ہیں۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے انھم میت وانھم معیتون تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ معاذ اللہ آپ اس وقت وفات پا چکے ہیں بلکہ بالاتفاق یہی معنی مذکور ہو رہے ہیں کہ ایک وقت میں ہیں وفات پانے والے ہیں یہ بھی صحیح نبوت کی خواست ہے کہ اتنی سی بات سمجھ میں نہ آئی۔

۶۔ شیخ علی الدین ابن عربی کا قول استدلال میں پیش کرنا اول تو صرف غلطی ہے کہ نہ کہ مستقیم نبوت حقیقہ کا مسئلہ ہے جو اجماع امت بغیر دلیل قطعی کے کسی چیز سے ثابت نہیں ہو سکتا اور دلیل قطعی قرآن کریم اور حدیث صحیحہ اور اجماع امت کے سوا کوئی نہیں۔ ابن عربی کا قول ان میں سے فرمایا کہ میں داخل ہے اس لیے اس کا استدلال میں پیش کرنا ہی اصولی غلطی ہے۔

ثانیاً خود ابن عربی اپنی اسی کتاب مستقومات میں نیز صدم میں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو وقت شرعی ہر قسم کی نعم ہو چکی ہے ابن عربی اور دوسرے حضرات کی حدیثیں صریح اور صاف دلائل میں مشکوک ہیں۔ حقیقۃ الاسلام فی حیاء عیسیٰ علیہ السلام۔ الذبیہ الطہرۃ فی الذب عن ابن عربی وغیرہ۔

اسی طرح صاحب مجمع البحار مدظلہ علی قاری بھی اپنی دوسری تصانیف میں اس کی تصریح کرتے ہیں جو مجملہ کا مذہب ہے یعنی ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے آئندہ یہ عہدہ کسی کو ملے گا۔

چوتھا فتویٰ ۱۔ سوال ۴۴۱ لوطیان موسیٰ و عیسیٰ حبیبین کیا یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہے یا کہ نہ پہنچی کا حوالہ دیا جائے آپ اس میں ہے یا نہیں؟

الجواب ۱۔ حدیث لوطیان موسیٰ و عیسیٰ حبیبین کسی کی نہ کہ کتاب میں موجود نہیں البتہ تفسیر کی کثیر میں ضحانہ الفاظ کے ہیں اور اسی طرح اور بعض کتب تصوف میں نقل کر دیا ہے مگر سب کے

بلاتلہ نقل کیا ہے اس لیے یہ حدیث صحیحہ و درجہ اولیٰ حدیث مشہورہ کے معارض نہیں ہو سکتی اور معارض کے لیے مساوات فی القوۃ شرط ہے اور اس حدیث کا کہیں پر نہیں جہاں کہیں ہے تو وہ بلا منہ ہے حدیث قرآن حدیث کا مقبول و مشہور ہے۔ ولولا الاستناد لاعتدال من شذ۔ و ما شاء۔

۱۵: اگر معارض یہ حدیث معتبر ہی ہو تو اعداد حدیث متواترہ و درجہ اولیٰ حدیث میں ملے گا کہ معارض ہر گز حدیث صحیح کی نسبت اتنی ہی قویٰ نہ رہے کہ حدیث کثیرہ و متواترہ اعلیٰ کو اس کے مقابل میں ترجیح ہوگی نہ کہ اس حدیث کو جس کا حدیث ہوا بھی ہنوز متفق نہیں۔

۱۶: اگر ان الفاظ کو صحیح و ثابت بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے وزن متبرکی علیہ السلام ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی عبادت یہ ہوتے ہیں کہ عالم نہیں پر موقوف ہوئے کیونکہ حدیث میں شایع نبوت کا ذکر ہے اور یہ اتباع اس عالم کے ساتھ تصدیق رکھتا ہے مگر یہ صحیح ہے کہ اگر اس عالم میں زندہ ہونے تو آپ کا اتباع کرتے اب چاہے۔ دوسرے عالم میں نہ ہو اس لیے اتباع ہی پر ضروری نہ رہا چکنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اگر اس صفوں کو مبیہ و یکن چاہیں تو مولانا نے نہ کسی حدیث صحیح نے اس صفوں پر مستقل رسالہ لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے۔

پانچواں فتویٰ: سوال (۱۶) شیخ محمد العین بن عربی فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی کہہ مٹی پر کھڑی نبوت ختم ہو چکی ہے لہذا غیر قرآنی نبوت ختم نہیں ہوئی صحیح ہے (نہیں؟)

الجواب: شیخ محمد العین بن عربی کا قول استدلال میں پیش کرنا اول تو اصول غلطی ہے کیونکہ اصول غلط نبوت عقیدہ کا منہ ہے جو اجماع امت بغیر قرآن اعلیٰ کے کسی چیز سے ثابت نہیں ہو سکتا اور دلیل قطعی قرآنی کریم حدیث متواترہ و اجماع امت کے سوا کوئی نہیں۔

ابن عربی کا قول ان میں سے فرمائیے کس میں داخل ہے اس لیے اس کا استدلال صحیح پیش کرنا ہی اصول غلطی ہے مثلاً خود ابن عربی اپنی اسی کتاب فتوحات میں نیز خصوص میں اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ نبوت شرعی ہر قسم کی فتنہ پر مبنی ہے اور میں عبادت کو سوال میں پیش کیا ہے اس کا صحیح مطلب خود فتوحات کی تصریح سے یہ ہے کہ نبوت غیر قرآنی ایک نام جلد ج شیخ اکبر کی ہے جو عبادت و ولایت ہے نہ وہ نبوت پر مصلحت خرچ ہے کیونکہ جمیع اقسام نبوت کے انقطاع پر غور فتوحات کی جگہ شمار چار تیس شاہ ہیں۔ ابن عربی اور دوسرے حضرات کی عبادتیں صحیح اور عبادت حافی

مذکورۃ الصدقہ میں کچھ مذکور ہیں اور عقلی احقر کے پاس منقول لیکن سب کے نقل کرنے کی فرصت اور ضرورت نہیں۔

اسی طرح صاحب طبع انبار اور طالع قاری بھی اپنی دوسری تصانیف میں اس کی تصریح کرتے ہیں جو محمود کاغذ پر ہے یعنی ہر قسم کی نوبت ختم ہو چکی ہے آئندہ یہ عمدہ کمی کو دے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۹

یہ چند فتاویٰ ہیں جن کا آپ دیکھ سکتے ہیں، قادیانول کے بڑے بڑے شہادت کے جواب پر منسلک ہیں اس لیے ان فتویٰ کو حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کے آثار میں شمار کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ انہیں اپنے دین میں کی حفاظت کا بہترین اور عطا فرمائے اور امت محمدیہ کو ان کے علوم والی اس سے مستفید فرمائے۔
والتحریر دعوانہ ابن محمد لله رب العالمین

”حب ال بیت العلماء جزو ایمان ہے۔ ان پر وحیاء و مقام کی دست بن جملہ کے قابل نہیں حضرت حسین عموں کے دفاع کی نظر انداز اور دوسرے انجیز شہادت کا اور انہیں کے دل میں نہی و غم اور وہ پیدا کرے وہ سلطان کیا ان کی بھی نہیں لیکن ان کی بھی وہ شہادت و عظمت عموں کے ساتھ ہے حقیقی پادشہ، یہ نہیں کہ سارے سال خوش و خرم پھر یہ کبھی ان کا خیال بھی نہ گئے اور صرف عشرہ محرم میں واقعہ شہادت ہی کر دیا۔ یا اتم یہاں پر کہیں یا تعزیر داری کا کھیل نہا بنائیں، سارے سال گری کی شہادت کے نادر میں کسی کی پیاس کا خیال نہ گئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگرچہ سردی پڑ رہی ہو، کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو، شہادت کے بارے کے نام سے یہاں کا ڈھونڈ بنایا جائے، بلکہ حقیقی سہادی اور محبت ہے کہ جس شخصِ عظیم کے لیے انھوں نے قربانی دی، اس شخص کو فہرہ کرنے کے لیے اپنی اپنی جنت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں۔ ان کے شوق و محال کی چہرہ کو سعادت دنیا و آخرت کہیں۔“

(حضرت مفتی اعظم: شیعہ گروہ ص ۱۰۵)